54
52



| | | | |
|---|---|---|---|
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |

# سفینۂ ادب

یعنی

## فارسی زبان کا نصاب

جس کو

سینٹ پنجاب یونیورسٹی نے امتحان انٹرمیڈیٹ

کے لئے مقرر فرمایا

مُرتّبۂ

(خان صاحب) فضل حق (ایم - اے، پی - ای - ایس)
گورنمنٹ کالج لاہور

حسبُ الحکم صاحب رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی

باہتمام لالہ موتی رام مینجر مفید عام پریس واقع چیٹرجی روڈ لاہور میں چھپا
اور
رائے بہادر لالہ ایشور داس صاحب رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی نے کچہری روڈ لاہور
سے شائع کیا
سنہ ۱۹۴۱ء

طبع دوم
تعداد ۲۵۰۰
قیمت ۱۲/

# فهرست مضامین حصّهٔ نثر

# فہرستِ مضامین حصّۂ نظم

# دیباچہ

سفینۂ ادب اُن انتخابات کے مجموعے کا نام ہے۔ جو پنجاب یونیورسٹی نے انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں بطور نصاب مقرر کئے ہیں اور یونیورسٹی کی قرار داد کے مطابق صرف فارسی متن (صفحہ ۱۷ تا آخر) داخلِ نصاب ہے +

متن کے سولہ صفحے حسب قرار داد بورڈ آف سٹڈیز نسخ ٹائپ میں چھپوائے گئے ہیں تاکہ طلبہ اُس خط سے مانوس ہو سکیں جس میں امتحانی پرچے چھپتے ہیں +

ابتدا میں شعراء و مصنفین کے سوانح حیات بھی اُردو میں مختصراً دئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ 'رموز و اوقاف' کی وجہ سے جو طلبہ کی سہولت کے لئے دئے گئے ہیں، کتابت میں قدرے وسعت ہو گئی ہے اور کتاب کا حجم قدرے زیادہ ہو گیا ہے +

فضلِ حق

گورنمنٹ کالج لاہور

# اخلاق محسنی

**حسین الواعظ الکاشفی**۔ کمال الدین حسین بن علی الواعظ الکاشفی، بیہق میں پیدا ہوئے۔ اور عمر کا بیشتر حصہ ہرات میں بسر کیا۔ سلطان حسین بیقرا اور اُس کے وزیر میر علی شیر ان کی بہت قدر کرتے تھے۔ اُن کا انتقال ۹۱۰ھ میں ہؤا +

آپ بحیثیت واعظ بہت مقبول تھے۔ لیکن ان کے لئے بقائے دوام کا باعث ان کی نثر کی بعض کتابیں ہوئیں۔ تفسیر مواہب علیہ (جو تفسیر حسینی کے نام سے بہت مشہور ہے)، جواہر التفسیر، انوار سہیلی، مخزن الانشا، روضۃ الشہدا، اخلاق محسنی اور فتوت نامہ آپ کی معنوی یادگاریں ہیں +

اخلاق محسنی، جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، علم اخلاق کے مسائل پر مشتمل ہے۔ اگرچہ اس کا اخلاق ناصری اور اخلاق جلالی کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں ہوسکتا، تاہم بلحاظ قدر و قیمت، باعتبار سادگی زبان اور بحیثیت اختصار اس کا مقام بھی علم اخلاق کی فارسی کتابوں میں بہت بلند ہے۔ بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب عوام اور متوسط درجے کے علما میں بہت مقبول رہی ہے +

# گنج دانش

اس کا مصنف محمد تقی خاں المتخلص بہ حکیم پسر ہادی خاں اُمراو فضلائے عہدِ قاچار میں سے تھا۔ امیر الشعرا رضا علیخاں کا دختر زادہ تھا۔ ناصر الدین کے عہد میں اس کا لقب معتمد الدولہ تھا۔ اور مختلف مناصب پر فائز رہ کر فرائض سرانجام دیتا رہا۔ ایک وقت میں طہران کے عجائب خانہ اور شاہی کتب خانہ کا انچارج تھا۔ ۱۲۵۸ھ میں اس نے یہ کتاب گنج دانش ایران کے مشہور شہروں کے حالات پر بطور جغرافیکل انسائکلوپیڈیا لکھی۔ اس کے علاوہ مفصلۂ ذیل کتابیں بھی اس نے لکھیں۔ جنت السلاطین۔ رضوان الملوک۔ کنز الدرر۔ مجمع الدرر۔ مسلک السالکین۔ الغرض یہ اپنے زمانہ

کے مشہور مؤرخین میں سے تھا +

# تزک بابری

تزک بابری جو 'واقعاتِ بابری' کے نام سے شہرت رکھتی ہے۔ ظہیرالدین بابر بادشاہ کی خود نوشت سوانح عمری ہے۔یہ بات خاندانِ تیموریہ کے سلسلے میں بہت تعجب انگیز اور دلچسپ ہے کہ اس کے بہت سے افراد نے اپنی زندگی کے احساسات کو جنگوں اور معرکوں سے ذرا بھی فرصت ملنے پر، قلمبند کیا۔ چنانچہ تیمور[1]، بابر، جہانگیر کی تزکات کا حال سب کو معلوم ہے۔ علم و فضل کی قدردانی کے علاوہ اس خاندان کے اکثر بادشاہ اور شاہزادے خود بھی زیورِ علم سے آراستہ تھے۔ چنانچہ سلطان حسین، مرزا الغ بیگ، مرزا کامران، ہمایوں، جہانگیر، گلبدن بیگم، جہاں آرا بیگم، داراشکوہ، عالمگیر اور نگ زیب اور بہت سے اور افراد اس حیثیت سے کسی تعریف کے محتاج نہیں +

بابر کی روزانہ یادداشتوں کا مجموعہ جو تزک بابری یا واقعات بابری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دراصل چغتائی ترکی میں تھا۔ جس کا فارسی ترجمہ ۹۹۸ھ میں میرزا عبدالرحیم خانخاناں نے اکبر کے زمانے میں کیا۔ میرزا عبدالرحیم بن بیرم خاں، امرائے اکبری میں ایک ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ وہ نہ صرف تلوار کے دھنی اور رزم کے مرد میدان تھے۔ بلکہ بزم شعر و سخن کے صدرنشین اور شعراء و دیگر اربابِ ذوق کے قدردان بھی تھے، ان کی پیدائش ۹۶۴ھ میں ہوئی اور انتقال ۱۰۳۶ھ میں عہدِ جہانگیری میں ہوا +

تزک بابری کا انگریزی میں بھی ترجمہ ہو گیا ہے۔ جو ڈاکٹر لیڈن نے

---

[1] ڈاکٹر ریو کا خیال ہے کہ تیمور کی تزک جعلی ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے شاہ جہان کے زمانے میں ایک شخص ابو طالب حسینی نے اس کا سراغ لگایا۔ بہرحال آج ہمارے پاس ایک کتاب 'تزک تیموری' کے نام سے موجود ہے +

شروع کیا تھا۔ اور ولیم ارسکائن (William Ershine) نے مع مفید حواشی، اور قابل قدر دیباچہ کے پایۂ تکمیل تک پہنچا کر ۱۸۲۶ء میں بمقام لنڈن شائع کیا۔ یہ ترجمہ چار جلدوں میں ہے ÷

تزک بابری موجودہ حالت میں فارسی میں ہے۔ اس لئے اصل ترکی نسخہ کی زبان اور سٹائل کے متعلق کوئی رائے ظاہر کرنا بے سود ہے۔ لیکن اس بات کا اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اس کتاب کے مضامین سے بابر کے علمی ذوق، اس کے ناقدانہ تبصرے، زندگی کے مختلف پہلوؤں کا گہرا مطالعہ، ماحول کی جزئیات سے دلچسپی اور قدرت کے مناظر اور فطرت کے حسن سے عام دلبستگی کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ نیز ڈاکٹر لیبان کے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ "تیموری خاندان کے افراد شجاعت اور آرٹ کے حسن ذوق کا عجیب مجموعہ تھے" ÷

## کلیلہ دِمنہ بہرامشاہی

کلیلہ دمنہ دنیا کی ان خوش قسمت کتابوں میں سے ہے، جو جس ملک اور جس قوم میں پہنچیں، بہت مقبول ہوئیں۔ پروفیسر براؤن کا خیال[1] ہے کہ کہ یہ دراصل ہندوستان کی تصنیف تھی، چھٹی صدی عیسوی میں کسریٰ انوشیروان کے عہد میں ایران پہنچی۔ اس کا پہلوی زبان میں ترجمہ ہؤا۔ پھر سُریانی زبان میں منتقل ہوئی۔ اور بالآخر ابن المقفع نے عربی زبان میں ترجمہ کیا۔ اس کا خیر مقدم صرف یہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ دنیا کی بہت سی زبانوں نے اُسے اپنے دائرہ میں عزت کی جگہ پر بٹھایا ہے ÷

کلیلہ دمنہ بہرامشاہی، ابن المقفع کے عربی ترجمہ کی ابتدائی شکل ہے جو غزنی کے ایک بادشاہ بہرام شاہ کے نام سے منسوب ہے۔ جس کی سلطنت کا زمانہ ۵۱۲ھ/۱۱۱۸ء سے غالباً ۵۴۷ھ/۱۱۵۲ء تک تھا۔ فارسی مترجم کا نام نظام الملک ابوالمعالی نصر اللہ بن محمد بن عبد الحمید ہے۔ یہ خسرو ملک (بن بہرام شاہ) کے وزیر تھے اور ہفت اقلیم کے مصنف کے بیان کے مطابق، اپنے زمانے

[1] Literary History of Persia Vol: 2. P. 350

ہیں بہت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے ؎

ہفت اقلیم میں، یہ بھی لکھا ہے کہ کلیلہ و دمنہ فارسی کی نثر کی کتابوں میں یکتا اور بےمثل مانی جاتی ہے۔ تاریخ وصاف کے مصنف نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے۔ یہ کتاب ۱۱۸۷ھ میں بمقام طہران چھپ چکی ہے ؎

پروفیسر براؤن فرماتے ہیں کہ اس کتاب کا سٹائل انوار سہیلی کے مقابلے میں کم دُشوار ہے۔ اگرچہ مؤخر الذکر کو شہرت زیادہ حاصل ہے ؎

## لطائف الطوائف

مصنف کا نام علی بن حسین الواعظ الکاشفی اور تخلص صفی تھا۔ یہ حسین واعظ کاشفی مصنف اخلاق محسنی کے فرزند تھے۔ اور والد بزرگوار کے راہگرائے عالمِ بقا ہونے کے بعد، ہرات میں اُسی حیثیت سے قیام پذیر ہوئے۔ اُن کی وفات ۹۲۹ھ میں ہوئی +

لطائف الطوائف کہانیوں اور لطیفوں کا مجموعہ ہے۔ جسے عمر کے آخری برس میں ہمارے مصنف نے ترتیب دیا ؎

اس کے علاوہ اس صفی نے 'رشحات عین الحیات' کے نام سے نقشبندی سلسلہ کے صوفیوں کا ایک تذکرہ بھی لکھا ہے۔ جو ان کی سب تصانیف میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اُنہوں نے ایک مثنوی بھی لکھی جس کا نام محمود و ایاز ہے +

صفی کا سٹائل اپنے بلند مرتبہ باپ کے سٹائل سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے۔ لیکن دُنیائے ادب میں جو مقبولیت باپ کو حاصل ہوئی۔ بیٹے کو اُس کا معمولی حصہ بھی نصیب نہیں ہوا +

## نگارستان

مصنف کا نام ابن محمد احمد المشہور بہ قاضی احمد غفاری تھا جو نظم و نثر میں اعلیٰ پایہ کا ادیب تھا۔ نام کی نسبت اپنے نامی مورثِ اعلیٰ "امام نجم الدین

عبدالغفار قزوینی" کے نام پر ہے جس کی وفات ۹۶۵ھ میں واقع ہوئی۔ باپ کا نام قاضی محمد غفاری تھا جو رَے کا قاضی تھا۔ اُس نے ایک نظم 'وصالی' کے نام سے لکھی اور ۹۳۳ھ میں وفات پائی۔ مصنف موصوف نے ایک اور مشہور و معروف کتاب موسوم بہ "جہاں آرا" بھی لکھی۔ آخرکار ۹۷۵ھ میں مکہ معظمہ کے حج کی واپسی پر دیبل (سندھ) بندرگاہ میں داعی اجل کو لبیک کہہ کر ہمیشہ کے لئے پیوست خاک ہوا +

## مجلّۂ مہر

ایران جدید کا ادبی اور سیاسی ماہانہ رسالہ ہے۔ جو پانچ چھ سال سے آقائے مجید موقر مدیر روزنامہ "ایران" و "مہرگان" کی ادارت میں شائع ہو رہا ہے۔ ایران کے بہترین جرائد میں سے ہے۔ یہ مضمون "جشن مہرگان" ادیب معاصر ذبیح اللہ صفا کی تحقیقات کا نتیجہ ہے +

## منتخبُ التواریخ بدایونی

اس کا مصنّف عبدالقادر بن ملوک شاہ بدایونی المتخلّص "قادری" ۹۴۷ھ میں بمقام بدایوں پیدا ہوا۔ ۹۶۹ھ میں اپنے والد کی وفات پر شیخ مبارک ناگوری کی شاگردی میں زانوئے ادب تہ کیا۔ اگرچہ اپنے اُستاد کے دو نامی بیٹوں فیضی اور ابوالفضل سے نہایت گہرے تعلقات تھے تاہم مذہبی تعصب کی بنا پر ان کی وفات کے بعد انہیں کافر قرار دینے میں ذرا بھی تامل نہ کیا۔ ۹۸۱ھ میں اسے اکبر کے دربار میں پیش کیا گیا اور درباری علما کی فہرست میں شمار ہوا۔ علاوہ دیگر کام کے اس نے مہابھارت اور رامائن کا بھی ترجمہ کیا۔ ۹۹۹ھ میں تاریخ کشمیر کی تکمیل اکبر بادشاہ کے حکم سے کی منتخب التواریخ کا کام اپنے دوست "طبقات اکبرشاہی" کے مصنّف نظام الدین احمد کی وفات کے بعد صفر

سنہ ۱۲۰۳ھ میں شروع کیا۔ اور جمادی الثانی سنہ ۱۲۰۸ھ میں مکمل کر دیا۔ مگر اپنی حین حیات میں اسے پوشیدہ رکھا۔ البتہ اس کی وفات کے بعد اس کا یہ کام مولوی احمد علی کے ہاتھوں ترتیب پا کر عوام تک پہنچا ✢

## ناصر خسرو

ابو معین ناصر بن خسرو القبادیانی، المروزی، سنہ ۳۹۴ھ میں پیدا ہؤا اور سنہ ۴۸۱ھ میں اس کا انتقال ہؤا ✢

جس زمانے میں ابو سلیمان چغری بیگ، خراسان کا حاکم تھا۔ اُس نے ایک خواب کی بنا پر ملازمت کو ترک کر دیا۔ اور حج کے ارادے سے مکہ کی طرف چل پڑا۔ چنانچہ نیشاپور، دامغان، رَے، قزوین، تبریز وغیرہ سے ہوتے ہوئے سنہ ۴۴۲ھ میں منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ حج سے فراغت کے بعد وہ مختلف مقامات کی سیر کرتا ہؤا سنہ ۴۴۴ھ میں واپس مرو میں آگیا ✢

یہی سفرنامہ بعض اوقات غلطی سے 'زاد المسافرین' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ حکیم ناصر خسرو کے سفرنامہ سے مختلف چیز ہے اور نظم میں ہے ✢

## تحفۃ الحبیب فخری

یہ فارسی کے مختلف شعرا کی ہم قافیہ اور ہم وزن غزلیات کا بہت قابل قدر مجموعہ ہے۔ جو شاہ طہماسپ صفوی کے زمانے کے ایک شاعر اور قصیدہ نگار 'فخری سُلطان محمد بن امیری' کا مرتب کردہ ہے ✢

فخری نے یہ مجموعہ 'وزیر حبیب اللہ' کے نام سے منسوب کیا ہے۔ جو دُرمش خاں حاکمِ خراسان (سنہ ۹۲۷ھ) کا وزیر تھا ✢

اسی مصنف کا ایک اور مجموعہ بھی ہے جس کا نام 'بُستان الخیال' ہے۔ 'لطائف نامہ' کے نام سے میر علی شیر کے ایک تذکرہ کا (جو ترکی میں تھا) فارسی میں ترجمہ بھی موجود ہے ✢

اس مجموعہ سے جن شعرا کی غزلیات لی گئی ہیں - ان کے مختصر حالات دیئے جاتے ہیں +

**سعدی شیرازی** - مُشرّف الدین بن مصلح الدین (المتوفی ۶۹۰ھ) نام - سعدی تخلص سعد بن زنگی کے نام کی رعایت سے اختیار کیا - یہ بادشاہ فارس کے اتابکوں میں سے تھا اور اس کا انتقال ۶۲۳ھ میں ہوا +

سعدی کا وطن شیراز تھا - ان کی زندگی کے بعض حالات کے متعلق بہت اختلاف پایا جاتا ہے - تاہم اس قدر ضرور اتفاق ہے کہ انہوں نے تعلیم کے ابتدائی دَور کے بعد، دنیا کے مختلف ممالک کی سیر و سیاحت کی - چنانچہ اپنی کتابوں میں انہوں نے بہت سے مواقع پر اپنے تجربات لکھے ہیں - جن میں سے بعض کے متعلق محققین کی رائے ہے کہ وہ صحیح نہیں بلکہ محض خیالی ہیں +

سعدی کی بہت سی کتابیں ہیں - جن میں سے ہر ایک فارسی ادبیات کی مقبول ترین تصانیف میں سے ہے - نثر میں گلستان اور نظم میں بوستان (جو مثنوی ہے) اور غزلیات اپنی شیرینی، عالمگیر اخلاقی اصول کی تبلیغ اور سادگی و رنگینی کی آمیزش کے لئے ہمیشہ ہمیشہ اہلِ ذوق سے خراج تحسین حاصل کرتی رہینگی +

سعدی نے فارسی غزل کو ایک صنف بنا دیا - جو واقعیت اور حقیقت سعدی کے کلام میں ملتی ہے - وہ بعد کے شعرا کے کلام میں تقریباً مفقود ہے[۱] +

**انوری** - اوحدالدین انوری مہنہ میں پیدا ہوئے - مدرسہ منصوریہ طوس میں ابتدائی تعلیم حاصل کی - لیکن کچھ عرصہ کے بعد سلطان سنجر کے درباریوں اور قصیدہ نگاروں میں شامل ہو گئے - انوری کے بیشتر قصائد اسی بادشاہ کی مدح میں ہیں +

کہتے ہیں کہ انوری نے ۵۸۱ھ میں سبعہ سیارہ کے انطباق اور اُس کے نتیجہ کے طور پر بہت بڑے زلزلوں اور طوفانوں کی پیشگوئی کی تھی - جو

---

[۱] سعدی کے مفصل حالات کے لئے مولانا حالی کی کتاب 'حیات سعدی' - مولانا شبلی کی شعر العجم' - پروفیسر براؤن کی 'تاریخ ادبیات ایران' جلد سوم ملاحظہ ہو +

بدقسمتی سے پوری نہ ہوئی - اس پر لوگوں کی ملامت سے بھاگ کر پہلے نیشاپور اور پھر بلخ میں عزلت گزینی اختیار کی ؞

انوری کا انتقال ۵۸۷ھ میں ہوا ؞

دنیا انوری کو سب سے زیادہ اس کے قصیدہ اور ہجو کی وجہ سے جانتی ہے - اگرچہ اس کے قصاید میں شوکتِ الفاظ اور تخییل کی بلندی اور گہرائی ویسی نہیں جیسی قصایدِ خاقانی میں ہے - تاہم بعض محققین کے خیال میں خاقانی کے پہلو بہ پہلو جگہ حاصل کرنے کے لئے انوری سے زیادہ اور کوئی مستحق نہیں ؞

مولانا شبلی لکھتے ہیں "انوری کا اصلی مایۂ فخر ہجو ہے - اور کچھ شبہ نہیں کہ اگر ہجو کی کوئی شریعت ہوتی - تو انوری اس کا پیغمبر ہوتا" ؞

انوری علوم عربیہ میں کمال رکھتا تھا - اور نجوم میں دستگاہ حاصل تھی ؞

پروفیسر والن ٹن ژوکوسکی نے ۱۸۸۳ء میں بمقام سینٹ پیٹرز برگ انوری کے کلام اور اس کی سوانح عمری پر ایک نہایت قابل قدر کتاب لکھی ہے ؞

**عرفی شیرازی** - محمد جمال الدین عرفی، زین الدین ملوی کا بیٹا تھا - اس کا باپ شیراز میں ایک معزز عہدے پر ممتاز تھا - ابتدائی تعلیم شیراز میں ہوئی - اور علاوہ معمولی علوم کے مصوری اور نقاشی میں بھی تعلیم پائی - اگرچہ ایران میں شاہ طہماسپ اور شاہ عباس کی علمی فیاضیاں کچھ کم نہ تھیں - لیکن عُرفی کے لئے ہندوستان کی کشش کچھ زیادہ جاذب توجہ ثابت ہوئی - وہ اکبر کے زمانے میں ہندوستان آیا اور فتح پور سیکری میں فیضی سے ملا - اگرچہ ان دونوں کے تعلقات زیادہ دیر تک خوشگوار نہ رہے - تاہم فیضی ہی کی وساطت سے عرفی کا امرائے اکبری سے تعارف ہوا - حکیم ابوالفتح گیلانی کی ملاقات نے عرفی کے شاعرانہ جوہر کو بہت چمکایا - اور اس کے مرنے کے بعد اس نے اپنے آپ کو خانخاناں کے درباریوں میں شامل کر لیا - عرفی نے

اکبر اور شاہزادہ سلیم کی مدح میں بھی بہت سے قصاید لکھے ہیں۔ اور اگرچہ وہ نہایت آزاد اور خود دار تھا۔ پھر بھی بادشاہِ وقت سے کہاں بے نیازی ہو سکتی تھی ÷

عرفی کا انتقال ۹۹۹ھ میں ہوا۔ پہلے لاہور میں دفن ہوا۔ پھر اس کی ہڈیاں لاہور سے نجف پہنچیں اور وہاں سپردِ خاک کر دی گئیں ÷

عرفی کی طبیعت میں خودستائی کا مادہ بہت تھا اور اس کے اچھے اچھے دوست بھی اس کے غرور سے نالاں تھے۔ حاضر جوابی اور ظرافت میں بھی بے مثل تھا۔ لیکن یہ بات بے حد قابلِ ستایش ہے کہ اس نے کسی کی ہجو میں اشعار نہیں لکھے ÷

ان کی تصنیفات یہ ہیں :-

(۱) نفسیہ (رسالہ نثر در تصوف)۔ (۲) مثنوی بجواب مخزن الاسرار (۳) مثنوی بجواب شیریں وخسرو۔ اور (۴) کلیات قصاید و غزلیات ÷

عرفی مثنوی اچھی نہیں کہ سکتا تھا۔ لیکن قصیدہ اور غزل میں ایک طرز خاص رکھتا تھا۔ چنانچہ معاصرین کے علاوہ عہد موجودہ میں بھی اہلِ علم اس کے کلام کو اکثر شعرا پر ترجیح دیتے ہیں۔ قصیدہ میں تخییل کی بلندی اور غزل میں فلسفہ آمیز تشریحِ حیات اس کی خصوصیات میں سے ہے ÷

**فرخی**۔ علی نام، ابوالحسن کُنیت، سیستان وطن، باپ کا نام قلوغ تھا جو حاکمِ سیستان امیر خلف بن احمد کے درباریوں میں سے تھا۔ بچپن میں موسیقی کی تعلیم پائی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ شعر و شاعری کا بھی بچپن سے شوق تھا ÷

وہ سب سے پہلے ابوالمظفر چغانی حاکمِ بلخ کے پاس آیا اور پھر اس کی وساطت سے سلطان محمود کے دربار میں رسائی ہوئی

اور بادشاہ کے شعرائے خاص میں سے ہو گیا +

فرخی نے ایک کتاب صنائع و بدائع کے متعلق بھی لکھی ہے۔ جس کا نام 'ترجمان البلاغہ' ہے +

فرخی نے ۴۲۹ھ میں وفات پائی +

فرخی کے کلام میں صفائی، سلاست اور روانی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ اس نے واقعہ نگاری کو بہت ترقی دی ہے۔ اور صنائع بدائع کے استعمال سے بھی اپنے اشعار کو آراستہ و مزین کیا ہے +

**محتشم کاشی**۔ محتشم، کاشان کا رہنے والا تھا۔ اس کا تعلق شاہ طہماسپ صفوی کے دربار سے تھا۔ مجمع الفصحا میں لکھا ہے کہ وہ نوجوانی کے زمانے میں غزلیات لکھا کرتا تھا۔ لیکن بعد میں اُس نے مرثیہ اہلِ بیت کی طرف توجہ کی۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ شاہ طہماسپ قصیدہ گوئی کو حقیقت کے خلاف خیال کرتا تھا اس رجحانِ طبع کو دیکھ کر محتشم نے 'ہفت بند' کے نام سے اہلِ بیت کا مرثیہ لکھا۔ بقول بعض یہ مرثیہ بارہ بندوں میں تھا۔ جس کی بہت شہرت ہوئی۔ بہت سے شعرا نے اس کی پیروی کی اور یہ ایک عام صنعت شاعری بن گئی۔ محتشم کا ایک دیوان غزلیات بھی ہے +

اس کا انتقال ۹۹۶ھ میں ہوا +

**فردوسی طوسی**۔ فردوسی کا اصل نام ابوالقاسم حسن (یا منصور) تھا۔ وہ شاداب (طوس) میں ۳۲۰ھ میں پیدا ہوا +

فردوسی نے زندگی کے ۳۵ برس شاہنامہ کے لکھنے میں صرف کئے۔ جس کا کچھ حصہ اس نے طوس میں اور بیشتر سلطان محمود غزنوی کے دربار میں لکھا۔ اس کی تکمیل ۴۱۱ھ میں ہوئی +

فردوسی کی وفات ۴۱۱ھ میں ہوئی۔ (اگرچہ بعض لوگوں کی رائے میں اس کا سنِ وفات ۴۱۶ھ ہے) +

فردوسیؔ کے دربارِ غزنی میں پہنچنے کے متعلق ایک دلچسپ روایت بیان کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں۔ فردوسی جب غزنی میں آیا تو چلتا پھرتا ایک باغ میں جا نکلا۔ اتفاق سے وہاں عنصری، فرخّیؔ، عسجدیؔ (درباری شعرا) موجود تھے۔ اُنھوں نے فردوسی کو مداخلت بے جا سے روکنے کے لئے ایک ترکیب نکالی اور وہ یہ تھی کہ ایک مصرع پیش کیا اور کہا کہ یہ شاعروں کی مجلس ہے اس میں بجز شاعروں کے اَور کوئی نہیں آسکتا۔ اگر تم بھی شاعر ہو تو اس پر ایک مصرعہ لگاؤ۔ غرض چاروں نے اپنے اپنے مصرعے پیش کئے۔ کہتے ہیں کہ فردوسیؔ کا مصرعہ سب سے عمدہ تھا۔ اس لئے کہ اس میں ایرانِ قدیم کی بعض تلمیحات تھیں۔

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ بادشاہ کے درباریوں میں سے ایک شخص 'ماہک' کے ذریعے فردوسیؔ کی دربار میں رسائی ہوئی تھی۔

بہر حال فردوسیؔ شاہنامہ کی تصنیف کی خدمت پر مامور ہوُا اگرچہ وہ اس سے پہلے ہی طوسؔ میں بعض اکابر کے کہنے سے اس کی داغ بیل ڈال چکا تھا۔

فردوسیؔ کی زندگی میں سب سے نمایاں واقعہ یہ ہے کہ شاہنامہ جب ختم ہو گیا۔ تو بادشاہ کی طرف سے اس کا صلہ نہ ملا۔ مولانا شبلی لکھتے ہیں کہ "یہ واقعہ عموماً مسلّم ہے۔ لیکن اسباب مختلف بیان کئے گئے ہیں اور سب متناقض ہیں۔" جدید تحقیقاتِ علمی نے جو نئے واقعات اور اسباب دریافت کئے ہیں۔ اُن سے سُلطان محمودؔ غزنوی اس ناانصافی کے الزام سے بہت حد تک بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس میں کوئی کلام نہیں کہ فردوسیؔ اس سلوک بلکہ بدسلوکی سے بہت شکستہ دل ہوُا۔ اگرچہ سلطان کی طرف سے بعد میں تلافی مافات کا ارادہ بھی ہوُا۔ لیکن افسوس کہ یہ سب کچھ بے وقت ہوُا۔

کہتے ہیں کہ فردوسی نے اس واقعہ سے متأثر ہو کر ایک ہجو بھی لکھی۔ لیکن پروفیسر شیرانی "تنقید شعر العجم" میں اس سے انکار کرتے ہیں۔ آپ کا خیال ہے کہ یہ ہجو بعد میں لوگوں نے شاہنامہ میں سے بہت سے اشعار نکال کر تیار کر دی ہے ؂

شاہنامہ کے علاوہ ایک کتاب "یوسف زلیخا" بھی فردوسی کی طرف منسوب کی جاتی ہے ؂

فردوسی نے ایک بیٹی یادگار چھوڑی۔ کہتے ہیں کہ شاہی صلہ جو فردوسی کے عین انتقال کے وقت طوس پہنچا۔ اس کی بیٹی کو پیش کیا گیا۔ لیکن اس نے قبول نہیں کیا ؂

شاہنامہ ان بلند پایہ کتابوں میں سے ہے جو دنیا کے بہترین شاہکاروں میں سے خیال کی جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے فردوسی کو مشرق کا ہومر کہا جاتا ہے۔ شاہنامہ جہاں شاعری اور بلاغت کے اعتبار سے بے نظیر ہے، وہاں بلحاظ مضامین اس کی اہمیت اور بلندی خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ یہ دراصل قدیم ایران کی تاریخ اور تمدن کا ایک مفصّل انسائکلوپیڈیا ہے۔ جس میں ایرانی تہذیب کا اتنا مؤثر اور صحیح نقشہ کھینچا گیا ہے کہ اس کا جواب ملنا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایرانِ جدید میں فردوسی کو ایک زبردست مصلح اور بینظیر ملّت پرست خیال کیا جاتا ہے ؂

فردوسی کے مختلف ایڈیشن، ترجمے اور خلاصے اتنی زبانوں میں اور اتنی تعداد میں نکل چکے ہیں کہ ان پر تبصرہ کرنا اس جگہ ممکن نہیں ؂

## مجمع الفصحاء

اس کا مؤلف رضا قلیخان طبرستانی متخلص بہ ہدایت، محمد ہادی خاں کا بیٹا تھا۔ جو ۱۲۱۸ھ میں بعہد فتح علی شاہ طہران میں پیدا ہوا۔ تحصیل کمالات محمد شاہ اور ناصر الدین شاہ کے دربار میں پائی۔ مجمع الفصحا دو

جلدوں پر مشتمل ہے۔ جس میں شاہان و شاہزادگان کے شاعروں کے علاوہ دیگر مشہور و معروف ایرانی شعرا کے حالات مع انتخاب کلام مندرج ہیں جن کی تعداد سات سو سے زیادہ ہے +

رضا قلیخاں خود شاعری کا شغف رکھتا تھا۔ اور ہدایت تخلّص کرتے ہوئے تیس ہزار سے زیادہ اشعار کہہ کر اپنی یادگار میں چھوڑ گیا۔ اس کی غزلیات اور قصاید کے چند نمونے مجمع الفصحا میں بھی پائے جاتے ہیں۔ تکملہ روضۃ الصفا اور لغت انجمن آرا بھی اس کی تالیفات سے ہیں۔ آخر کار ستّر سال کی عمر میں ۱۲۸۸ھ کو راہی ملکِ بقا ہوا +

## مجمع اللطائف

مظفر حسین سمرقندی ۹۵۲ھ کی حدود میں زندہ تھا۔ اس نے مختلف عنوانات پر فارسی شعراء کے کلام کا انتخاب کیا ہے۔ جو مجمع اللطائف کے نام سے مشہور ہے +

**حضرت اقبال** رحمتہ اللہ علیہ۔ ۲۲۔ فروری ۱۸۷۳ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۹۸ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔ اے پاس کیا۔ پہلے اورینٹل کالج لاہور اور پھر گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر ہوئے۔ ۱۹۰۵ء میں یورپ گئے۔ ۱۹۰۸ء میں واپس آئے۔ ۱۹۲۳ء میں "سر" کا خطاب ملا۔ ۱۹۲۶ء میں پنجاب اسمبلی کے ممبر ہوئے۔ ۱۹۳۰ء میں انہوں نے اپنے معرکتہ الآرا مقالات مدراس میں پڑھے۔ جو کتاب کی صورت میں طبع ہوگئے ہیں۔ آپ کا انتقال اپریل ۱۹۳۸ء میں ہوا۔ تاریخ وفات "محمّد اقبال رضی اللہ عنہ"۔ **تصانیف**۔ بانگِ درا۔ بالِ جبریل۔ ضربِ کلیم (اُردو)۔ اسرارِ خودی۔ رموزِ بیخودی۔ زبورِ عجم۔ جاوید نامہ۔ پیام مشرق (فارسی)۔ فلسفۂ عجم۔ مدراس لکچرز۔ Six Lectures (انگریزی) خطبہ الہ آباد۔ خطبۂ لاہور۔ اسلام اور قومیت۔ احمدیت و اسلام۔ فلسفہ اقتصادیات (کمیاب ہے) آپ کی آخری تصنیف ارمغان حجاز ہے بعد از وفات شائع ہوئی ہے +

**ملک الشعرا مرزا محمد تقی بہار** ولد مرزا محمد کاظم ملک الشعرا صبوری ۱۳۰۴ھ میں بمقام مشہد متولّد ہوئے۔ ۱۳۲۴ھ سے ۱۳۲۷ھ تک خراسان کے سیاسی انقلابات میں شرکت کی۔ بلند پایہ سیاسی مقالات و انقلابی اشعار لکھے۔ ۱۳۲۹ھ میں روزنامہ "نوبہار" مشہد میں جاری کیا۔ ایک مجلۂ ادبی "دانشکدہ" کے بھی مدیر ہوئے۔ ایک چھوٹا سا ناول بنام نیرنگ سیاہ یا (کنیزانِ سفید) لکھا۔ تاریخ سیستان کی تصحیح و تنقیح کی۔ دیوان تمّمل ۲۰ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ جس میں قصائد، غزلیات، مثنویات، رباعیات و قطعات سب موجود ہیں۔

**مرزا صادق خاں ادیب الممالک (امیر الشعراء)** تخلص امیری پسر مرحوم الحاج مرزا حسین ۱۲۷۷ھ میں کازران کے گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۱۶ھ میں ریاست مدرسہ لقمانیہ تبریز کی نیابت پر مقرر ہوئے روزنامہ "ادب" اسی سال میں شائع کیا۔ ۱۳۲۳ھ میں بادکوبہ میں روزنامہ "ارشاد" ترکی زبان میں نکالا۔ آپ روزنامہ مجلس۔ عراق عجم و دولت ایران کے سردبیر بھی رہے۔ تصانیف:۔ چند رسائل لکھے۔ ایک دیوان ۲۵ ہزار اشعار پر مشتمل مدیر ارمغان نے شائع کیا ہے۔ ۱۳۳۶ھ میں ۵۸ برس کی عمر میں طہران میں فوت ہوئے۔ عربی زبان پر بھی قادر تھے۔

**مرزا ابراہیم خان پور داؤد پور باقر**۔ تجار رشت کے خاندان سے تھے۔ ۲۸ جمادی الاول ۱۳۰۲ھ بمطابق ۵۔ مارچ ۱۸۸۶ء میلادی رشت میں متولّد ہوئے۔ فارسی و عربی کی ابتدائی تعلیم کے بعد طہران چلے گئے۔ طب قدیم حاصل کی۔ پھر فرانس چلے گئے۔ وہاں ادبیات فرانسہ سے آشنا ہوکر ۱۳۲۸ھ میں یونیورسٹی پیرس کے "شعبۂ حقوق" میں داخل ہوئے۔ ایران واپس آکر کرمانشاہ میں روزنامہ "رستخیز" جاری کیا۔ ۱۳۴۴ھ میں ہندوستان آکر عرصہ تک بمبئی میں قیام کیا۔ اور اوستا کی تفسیر لکھی۔ اشعار کا دیوان "پوراندخت نامہ" کے نام سے ملتا ہے۔ اور تصانیف یہ ہیں:۔ تفاسیر یشتہا۔ (سرودہائے زرتشت) = (گاتھا)۔ ایرانشاد خرمشاہ وغیرہ۔

ایران کی طرف سے شانتی نکیتن کلکتہ میں "تہذیب ایران" کے مضمون کے اُستاد کے طور پر کام کرتے رہے +

**پروین خانم اعتصامی** دختر آقائے **اعتصام الملک** مرزا یوسف خاں اعتصامی ۱۳۲۸ھ میں طہران میں پیدا ہوئیں - ایران کے بلند پایہ شعرا میں شمار ہوتی ہیں - غزل بہت کم کہی ہے - طبقۂ نسواں کی بیداری کے لئے بہت کام کیا - لیکن اعتدال پسند ہیں +

**ڈاکٹر محمود خان افشار** - ۱۳۱۳ھ میں یزد کے مقام پر پیدا ہوئے - لوزان یونیورسٹی سویس سے ڈاکٹری کے درجہ تک سیاسی علوم حاصل کئے - ایک کتاب "سیاست اروپا" (La Politique Europeeneen Perse) بعنوان 'رسالہ دکتری' (Thesis) فرانسیسی زبان میں لکھی - اس کے علاوہ کئی بلند پایہ مضامین و مقالات مختلف زبانوں اور رسالوں میں لکھے ۱۳۴۰ھ میں طہران آکر سیاسی مدرسہ میں تاریخ جغرافیہ اور اقتصادیات کے پروفیسر ہوئے - بعد ازاں مدرسہ عالیہ تجارت کے پرنسپل مقرر ہوئے - بعد ازاں ایک عدالت کے جج بھی ہوئے - ۱۳۴۵ھ سے سیاسی و ادبی مجلہ "آیندہ" کے سر دبیر ہیں - آپ کی شاعری بہت بلند پایہ ہے +

**مرزا محمد علی مصاحبی** المتخلص بہ **عبرت نائینی** ولد مرزا عبدالخالق - ۱۲۸۵ھ میں اصفہان میں پیدا ہوئے - ۲۰ ہزار اشعار کا مجموعہ (دیوان) تیار کیا ہے - اس کے علاوہ مدینۃ الادب کے نام سے ایک تذکرہ بھی مرتب کیا ہے - شاعری میں اعتماد علی النفس، قناعت، خدمت خلق، صفائی ضمیر و حُسن اخلاق اور بلند ہمتی کی تعلیم دی ہے +

**آقا مرزا حسن خاں معدلی شیرازی آزاد** فرزند مرزا عباس خاں آصف الملک معدلی ۱۳۱۳ھ میں شیراز میں متولد ہوئے +

---

# انتخاب از اخلاقِ مُحسنی

ادب

و آن صیانت * نفس ست از قول نا پسندیده و فعلِ ناستوده ، و خود را و مردم را در پایۂ حرمت نگاهداشتن ، و آبروی خود و دیگران ناریختن و حقیقت آنست که در جمیع احوال متابعتِ حضرتِ رسالت پناه علیهِ صلواتُ الله نماید که ادیبِ کامل اوست - قطعه

ادب آموز از آن ادیب که او
ادب از حضرتِ خدا آموخت
هر کسے خوان سبق که در همه حال
سبق از لوحِ کبریا آموخت

---

* نگاه داشتن

و ادب از همه کس نیکو می نماید، خصوصاً از ملوکِ جهاندار و سلاطینِ بزرگوار، چه هرگاه که ایشان بر جادهٔ ادب استقامت ورزند، ملازمانِ ایشان را نیز رعایتِ ادب لازم باشد، و بدین واسطه رعایا، هم نتوانند که از طریقِ ادب انحراف ورزند، پس امورِ مملکت منتظم گردد و مصالحِ اهلِ عالم بر وفقِ حکمت مهیا شود، و فی المثنوی المعنوی- نظم

از خدا خواهیم توفیقِ ادب
بی ادب محروم گشت از فضلِ رب
از ادب پُر نور گشت است این فلک
و ز ادب معصوم و پاک آمد ملک

و اکابر گفته اند "بهترینِ سرمایه و خوشترینِ پیرایه مر اولادِ آدم را، بتخصیص پادشاهانِ عالم را، ادب است" ☆

در اخبار آمده که سُلطانِ مصر با پادشاهِ روم طرحِ مواصلت انداخته دخترِ اورا از بهرِ پسرِ خود خِطبه* کرد، و هم دخترِ خود را در عقدِ پسرِ وی در آورد، بسببِ این وصلت رسل و رسائل از جانبین متواصل گشت، و باتفاقِ این دو صاحب دولت هر دو مملکت با یک دیگر آراستگی پذیرفت، و در اُمورِ کُلّی و جزئی مراجعت برای یک دیگر

* زن خواستن - خواستگاری

نمودندے، و بی مشورت و تدبیرِ هم در هیچ مهم شروع نه فرمودندے

روزے ملکِ مصر بقیصرِ روم پیغام فرستاد که «پسران زبدهٔ حیات و عمدهٔ زندگانی اند، و نامِ ما بعد از وفات جز به حیاتِ ایشان باقی نمی ماند-

بیت

زنده است کسی که در دیارش

ماند خلفے به یادگارش

[پس همّت بر انتظامِ حال و فراغ بال * ایشان مصروف باید داشت و عنانِ عنایت بصوبِ جمعیت و وسعتِ معیشتِ ایشان معطوف باید ساخت، و من بجهتِ پسرِ خود چندیں ذخائر و نفائس و برده و ستور و ضیاع و عقار مهیا کرده ام، از آن طرف راے جهان آراے آن حضرت در حُسنِ اهتمام بحال پسر خود چه اقتضا فرموده است»؟ چون ایں پیغام به سمع قیصر رسید، تبسّمے فرمود و گفت «مال یارِ بے وفا و محبوب نا پائدار است، از و حسابی نباید گرفت، و به متاعِ فانیِ دنیاے دنی فریفته نباید شد، من پسر خود را بحلیهٔ ادب بیاراسته ام و خزانهای مکارم اخلاق برای او ذخیره نهاده ام، مال در معرضِ فنا و زوال است، و ادب ایمن از تغیر و انتقال»☆]

---

* دل

چون این خبر به ملك عرب رسید گفت : «راست میگوید،
اَلْاَدَبُ خَیْرٌ مِنَ الذَّهَبِ»- مثنوی

ادب بهتر از گنج قارون بود
فزون تر ز ملكِ فریدون بود
بزرگان نکردند پروائے مال
که اموال را هست رُو در زوال
عنان سُویِ علم و ادب تافتند
که نامِ نکو از ادب یافتند

## علوِّ همّت

در خبر آمده است که اِنَّ اللهَ یُحِبُّ مَعَالِیَ الْاُمُوْر (حق سُبحانه و تعالیٰ مردمِ بلند همّت را دوست می دارد) و اعمالِ بزرگ را به نظرِ قبول مشرّف می سازد ، و رفعتِ ارجمند ، با همّتِ بلند ، پیوندے دارد که جُدائیِ ایشان از یك دیگر محال است- قطعه

مُرغِ همّت چو بال بکشاید عزّ و اقبال آشیان باشد
پیشِ چوگانِ همّتِ عالی کمترین گوی آسمان باشد

سلاطین را همّتِ عالی پیشکاریست کافی ، و مددگاریست وافی ،

هر کرا از نشانِ همّت بیشتر است ، به قدمِ شوکت از دیگران پیشتر است-

فرد

همّت بلند دار، که نزد خدا و خلق

باشد بقدرِ همتِ تو اعتبارِ تو

یعقوبِ لیث را در مبدأ جوانی یکے از پیرانِ قبیله گفت : "خاطرم به حال تونگران است ، دست پیمانے* راست کن تا از برائے تو کریمهٔ از خانوادهٔ بزرگ بخواهم"، یعقوب گفت "عروسے که من خوش کرده ام، دست پیمانِ او آماده است"- پیر گفت "آن را بر من عرض کن تا بینم که چیست ، و از عروس نشان دِه ، تا بدانم که کیست"- یعقوب بخانه در آمد ، و شمشیرے بیرون آورد و گفت "من عروسِ ممالکِ شرق و غرب را خِطبه خواهم کرد و دست پیمانِ من این تیغِ جوهردار و ایں شمشیر جوشن گذار است"- فرد

با بخت نیك هیچکسے را ستیز نیست

مهرِ عروسِ ملك به از تیغِ تیز نیست

---

* آنچه از نقد و جنس و زیور قبل از مزاوجت به عروس دهند مهر معجل و کابین-

و هم درین معنی گفته اند - فرد

عروس مملکت آن مرد در کنار گرفت

که اول از گهر تیغ داد کابینش

و در همین معنی این بیت مشهور است - فرد

عروسِ ملک کسے در کنار گیرد چست

که بوسه بر لبِ شمشیرِ آبدار زند

[ آورده اند که در آن ایّام ، که اسکندر می خواست که رایت جهانگیری از سرحدِّ روم بر عزیمت ضبط ممالك عرب و عجم بر افرازد ، و رکابِ همایون بجهت تسخیر برّ و بحر عالم حرکت دهد ، بغایت اندیشه‌ناك و ملول خاطر بود ، ارسطاطالیس حکیم ، که وزیرِ آن حضرت بود ، چون علامت فکرت و نشان حیرت بر جبهۂ حال و ناصیۂ احوال او ظاهر دید ، گفت : ”اے شاه جهان ! اسباب دولت مهیّا و آماده ، و خَدَم و حَشَم در موقفِ بندگی و فرمانبرداری استاده ، خزانه معمور و مملکت موفور ، بخت بصفتِ استدامت آراسته ، و نهالِ دولت بشرفِ استقامت پیراسته ، اقبال کمرِ موافقت بسته ، و جاه و جلال بر آستانۂ عالی بخدمت‌گاری نشسته ، توزع * ضمیرِ انور و تفرّقِ خاطر از هر را سبب چیست ؟“ [

* پریشانی

اسکندر جواب داد: ”تامل میکنم، که عرصهٔ جهان بغایت محقر است و ساحتِ ممالك هفت اقلیم بسیار مختصر، شرم می دارم از برای این مقدار ملك سوار شدن و توجه به تصرّف و تسخیرِ آن نمودن، قطعه

گرای آن نکند طول و عرض هفت اقلیم
که من به نیّتِ تسخیرِ آن سوار شوم
هزار عالم ازین گر بود کم است هنوز
که من به عزمِ تصرّف بدان دیار شوم“

ارسطو فرمود که: ”شك نیست که ایالت و حکومتِ این مایه از جهان نه لائق همتِ بلند و نه در خورِ نهمتِ ارجمندِ تست، عرصهٔ مملکت ابدی را به آن ضم کن، تا همچنانچه بضربتِ تیغ جهانسوز ساحت سرای فانی را در قیدِ ضبط می آری، به برکتِ عدلِ عالم افروز ملك سعادت باقی هم در قبضهٔ استحقاق تو آید، تا این نقصان ببرکتِ آن کمال تلافی پذیرد، و این اندك بزیب آن بسیار رونق گیرد- مثنوی

ملك عقبیٰ خواه کان خرّم بود ذرّهٔ ز آن ملك صد عالم بود
جهد کن تا درمیانِ این نشست عرصهٔ آن عالمت آید بدست“

اسکندر بدین سخن تسلّی یافته برحکیم آفرین فراوان کرد و امروز

شاهباز عقلِ هر کاملے در هواءِ ثناءِ اسکندر جهتِ آن پرواز می کند که همائے همتش به استخوان ریزهٔ دُنیا سر فرو نیاورده ، فرد

تو بازِ ساعدِ شاهی به استخوان منگر
همایِ هِمّتِ خود را بلند دهِ پرواز

## جِدّ و جهد

جِدّ سعی کردن ست در تحصیلِ مطالب و جهد رنج بردن ست در اکتساب مقاصد و مآرب ، و جِدّ و جهد از اخلاقِ ملوکِ جهانگیر و کشورستان ست و ایں صفت تابعِ هِمّت می باشد ، هر چند هِمّت عالی تر بود جد و جهد در طلبِ مقصود پیشتر واقع شود ، و باید که مردِ بلند همت از تحملِ مشقت نترسد ، چه حال از دو بیرون نیست ، اگر به جهد دامنِ مقصود بدست آید ، فهوالمراد ، و اگر در حجاب توقف ماند ، عذرِ او نزدیك عقلا واضح ست ، و علوِّ همتِ او در طلبِ مفاخر و مآثر بر همه ضمائر هویدا و لائح -/ شعر

در طلب می کوشم ، ار یابم ، زهے بختِ بلند
ور نیابم ، عذر من آفتد بزرگان را پسند

در امثالِ حکماء هند مذکورست که مورے کمرِ جهد بر بسته بود و از تودهٔ خاکی که نقل آن بر آدمیان را به کلفت میّسر شدے ذرّه ذرّه می برد و به طرفِ دیگر می ریخت۔ مُرغے برو گذر کرد، شخصے دید ضعیف و نحیف، که به نشاط تمام دست و پای می زد، و در نقل کردنِ آن خاك جدّے تمام و جهدے لا کلام بجا می آورد، گفت: "اے ضعیف بنیه و نحیف پیکر! این چه کارست که پیش گرفتهٔ؟ و این چه مهم است که در آن خوض کردهٔ؟" مور گفت: "مرا با یکے از قومِ خود نظریست، و او این شرط پیش آورده که اگر سرِ وصلِ ما داری قدم در نه، و این تودهٔ خاك را ازین رهگذر بردار، حالا مستعد آن کار شده ام، و می خواهم که بدان شرط اقدام نموده از عهدهٔ عهد بیرون آیم۔" مُرغ گفت: "این گمان که می بری، بقدرِ آرزوی تو نیست، و این کمان که می کشی بقوت بازوی تو نے۔" مور گفت: "من عزمِ این کار کرده ام، و قدمِ جدّ و جهد پیش نهاده، اگر پیش برم فهوالمراد و الاّ معذُورم خواهند داشت، مثنوی

من طریقِ سعی می آرم بجا ۔ لَیْسَ لِلْاِنسَانِ اِلَّا مَا سَعےٰ

دامنِ مقصود اگر آرم بکف از غم و اندوه مانم بر طرف

ورنشد از جهدِ من کارے بکام من در آن معذور باشم والسلام

افریدون را در مبادیِ ایّام سلطنت، که ریاحینِ دولتِ او در ریاضِ سعادت دمیدن داشت، و ریاحِ شادمانی از مهبّ کامرانی وزیدن، اندیشۂ تسخیر بعضے از ممالك، که در تصرّفِ جمعے از متغلبّان بود، پدید آمد - فرد

کفافِ نفس اگر چند اندك ست ولے

جهان به تیغ گرفتن ز همّت عالیست

این معنی را به ارکانِ دولت مشاورت کرد، جمعے گفتند: "اے ملك! ملکے داری آراسته، و مبالغے تجمل و خواسته، بے ضرورت غبارِ فتنه انگیختن، و آتشِ تشویر بر افروختن، صواب نمی نماید - از آنچه هست تمتّعے بردار، و ارتکابِ مخاطره فروگذار - فرد

در فراغت کوش و در لذّت، که نیست

آرزو را هیچ پایانے پدید"

افریدون گفت: "قناعت مقتضاء طبائعِ بهائمِ سر افگنده است، و نشستن در کنجی از اقتضاء دناءتِ همّتِ عجائز از کار وامانده، فرصت وقت را، که چون خیالِ سحاب گذرنده است، غنیمت باید

شمرد۔ و در حصولِ مال از رکوبِ اهوال اندیشه نباید کرد۔ قطعه

کمرِ سلطنت نباید بست  هر کرا رغبتِ تن آسانیست

از مشقت بجا بر آساید  هر کرا همتِ جهانبا نیست"

آورده اند که ملکے پسرِ خود را بحرب خصمے فرستاده بود، خبر آوردند که ملک زاده گاه گاهے در راه زره از بر خود بیرون میکند، و دو شب در یک منزل خیمهٔ اقامت می زند، پدر بدو نوشت که "اے پسر! حق تعالیٰ که عزت را آفرید، کلفت و مشقت را به آن قرین ساخت، و مذلت را که خلق کرد، آرام و راحت را با او رفیق گردانید، انگه عزت را به ملوك داد، و مذلت را به رعایا۔ حظ پادشاه عزِ مملکت ست، و قسم رعیت امن و امان و استراحت، و این هر دو بخش یک جا جمع نشوند۔ لاجرم پا شاه باید که آسایش را وداع نماید، و راحت را با رعیت گذارد، و اگر چنین نمی کند، با استراحت در می باید ساخت و از عزِ ملک اعراض می باید نمود۔ فرد

لذتِ شاهی ترا بس، راحت دیگر مجوے

با وجودِ سلطنت سرمایهٔ دیگر مخواه"

یعقوب لیث در بدایتِ حال خود را در مهالك افگندے،

و خطرهائے کلّی را ارتکاب کردے، از آسایشِ نفس بر طرف بودے و از کشیدنِ مشقتها یك نفس نیا سُودے، او را گفتند: "تو مرد روی گری، ترا باعث بریں همه جفا کشیدن، وخود را در غرقابهٔ هلاك افگندن چیست؟" گفت: "مرا دریغ می آید، عمرِ عزیزِ خود را در اصلاح روی و مس صرف کردن، و روی توجّه به پیشهٔ که در آن شریك بسیار باشد، آوردن- جِدّ من در آن است، و جهد من برائے آن که خود را به مرتبهٔ رسانم که کسے از ابناءِ جنسِ من با من شریك نباشد"- گفتند: "ایں مهمّے بغایت صعب و کارے بسیار مشکل است"- گفت: "من دانسته ام، که شربتِ مرگ چشیدنی ست و بارِ فنا و فوات کشیدنی- آنکه درکارے بلند تلف شوم بہ، که در کارے پست بمیرم"-لاجرم بدیں جِدّ و جهد رسید بدان منصب، که رسید.. مثنوی

می باش به جِدّ و جهد درکار
دامانِ طلب ز دست مگذار
هر چیز که دل بدان گراید
گر جهد کنی بدستت آید

و چنانچه به جدّ و جهد بناءِ بزرگی تمهید می یابد، به ضِدّ ایں صفت که

بطالت و کسالت است اساسِ شوکت و دولت درهم شکند۔

یکی را از آلِ طاهر سؤال کردند، که "سببِ زوالِ ایالت و انتقالِ دولتِ شما چه بود؟" جواب داد: "شراب شب و خوابِ بامداد، یعنی از کاهلی به کارِ ملک نپرداختیم، و از کسالت رسمِ جلادت برانداختیم، لاجرم سفینهٔ اختیارِ ما در گردابِ زوال غرقه گشت، و کشتی امید ما به ساحلِ مراد نرسید۔" شعر

بنایِ دولتِ خویش آن کسے خراب کند
که شام مَی خورد و صبح گاه خواب کند

انتخاب

از

# دُرّةُ الاخبار و لمعة الانوار

(ترجمهٔ تتمّهٔ صوان الحکمت

مصنّفه

علی بن زید بیهقی)

## الفیلسوف حُجّةُ الحق عُمر بن ابراهیم الخیام

[ اصل و میلاد او از نیشاپور بوده است، در تعمق در اجزاءِ علوم حقیقی وسَعَتِ آن تلوِ* شیخ ابو علی بود، لیکن در خلقِ ضیقی داشتی و در تعلیم و تفهیم و تصنیف و آنچه از آن دیگری فائده یافتی، ضِنّتی† می کرد، . . . . . . . . . . . . . . . . .

[او] جامع بود میان قوتِ حفظ و جدّتِ ذکا، چنان کی‡ می گویند، کتابی مطوّل را هفت نوبت تامّل نمود در اصفهان، چون به نیشاپور

---

* یعنی ثانی

† بخل

‡ که

عَود کرد از ظهرِ قلب املا کرد، چنانکه نسخهٔ از املاء او بنوشتند، و از آن نسخه مقابله کردند، زیادت تفاوتی نداشت، و بدین استعداد بر جمیع علوم معقول و منقول وقوف یافت -

گفته اند کی * روزی بحضرت شهاب الاسلام الوزیر عبدالرّزّاق بن الفقیه الاجلّ ابی القاسم عبدالله بن علی در آمد و امام القُرّاء ابوالحسن الغزالی حاضر بودو در اختلاف ائمة القُرّاء در آیتی بحثی می رفت، چون امام حاضر شد، شهاب الاسلام گفت:

"علی الخبیر سقطنا" - پس وجهی مختار از وجوهِ مختلف فیها از وی پرسیدند، از وجوه اختلافِ قُرّاء بیان کرد، هر وجهی علّتِ آن بگفت، و ذکرِ آن شواذ † علیٰ کثرتها بکرد، بعد از آن اختیار وجهی نمود، بر صحت دلیل گفت، پس امام ابوالحسن گفت: "کَثَّرَ اللهُ فی العُلماء مثلك! حق تعالیٰ جهان را از وجودِ مبارك امام خالی مداراد! چه گمان نداشتم کی کسی از قُرّاء در جهان این وجوه و علل بر ذکر ‡ تواند بود تا بحکیمی فیلسوف چه رسد؟"

---

* که

† تنها و نادر

‡ بیان تواند کرد - یاد تواند داشت

الشیخ الامام ظهیر الدین ابو الحسن بن الامام ابو القاسم البیهقی گوید :

در خدمتِ امام ، پدرم ، به مجلسِ امام عُمر در آمدم در سنه (سبع * و خمسمایه) پس از من معنی بیتی از حماسه پرسید و آن این است :

ولا یرعون اکناف الهوینا
اذا حَلّوا ولا الارض الهُدُون

گفتیم ”هوینا تصغیریست کی اسم مکبّر ندارد همچنان کی ثُریّا و حُمیّا - و شاعر اشارت کرده است † بعزّ آن طائفه و منع طرف که دارند یعنی در مکانی کی حلول نمایند ، با خوردش بستایند و در معالیِ ایشان تقصیری واقع نشود کی همّت ایشان بسوی معالیِ امور باشد ،

بعد ازان از انواع خطوط قوسیّه پرسید ، گفتم : ”انواعِ خطوطِ قوسیّه چهار است ، یك محیط دائره و یکی قوس نصف دائره و قوس بزرگ تر از نصف دائره “ ، بعد از آن امام عمر پدرم را گفت : ع

”شنشنة ‡ اعرفها من أخزم “‡

---

* فردوس التواریخ (منقول در حواشی چهار مقاله) صفحه ۲۱ خمس بجای سبع دارد ،

† تکمیل جمله از روی نسخه فردوس التواریخ منقول در حواشی چهار مقاله کرده شد ،

‡ مثل است و در فارسی معادل است به ”شیر را بچه همی ماند بدو“ و در فارسی در مورد مدح استعمال می شود و در عربی اعم است در مورد مدح و ذم -

و او با توفّر اقسام علوم در حکمت و ریاضیات و اقسام آن و در طب دستی عظیم داشتی و ابن بجدهٔ[۱] آن بودی و صرف عمر در مطالعهٔ آن کردی،

امام محمد بغدادی می گوید: "مطالعه الٰهی از کتاب الشفا می کرد، چون به فصلِ "واحد و کثیر" رسید، چیزی درمیانِ اوراقِ موضعِ مطالعه نهاد و گفت مرا" کی جماعت را بخوان تا وصیّت کنم". چوں اصحاب جمع شدند، به شرائطِ وصیّت قیام نمود - به نماز مشغول شد، و از غیر اعراض کرد تا نماز خفتن بگذارد، و روی بر خاک نهاد و گفت:

"اللّٰهمّ[۲] انّی عرفتك علیٰ مبلغ امکانی فاغفر لی، فانّ معرفتی ایاك وسیلتی الیك" و جان تسلیم کرد ٭

---

۱ دانای حقیقت کار و کنهِ آن، و دلیل هادی، و کسے که از گفتهٔ خود بر نگردد ٭

۲ (خدا! ترا به آنچه حد امکان بود، شناختم - مرا ببخش که همین معرفتِ تو مرا وسیله ای است نزدِ تو).

# انتخاب از گنجِ دانش

## تهران

لفظی است عجمی، و عجم بتاءِ منقوطه آن را تلفّظ و تحریر می کنند ......... و از قراءِ رَی بوده، و فاصله میانِ این قریه و رَیّے دو فرسخ بوده - از شخصِ صادقی شنیده شُد که تهران قریۂ بزرگی بوده و بیوتاتش را در زیر زمین ساختہ بودند و کسی را، جز اہالیش، راہ بدان نبود - و بارہا بپادشاہِ وقت باغی شدہ بودند کہ شاہ را جز بمدارا با ایشان چارہ نبودہ - و منقسم بود بہ دوازدہ محلّہ، کہ باہم مراوده نداشتند - و باغات و بساتین بسیار دارد، کہ ہمین اسباب حراستِ اہالی، و مایۂ دفعِ دشمن ازیشان است - تنہاتش از نزدیکی

ؔ مزید تحقیق کے لئے بیست مقالۂ قزوینی جزو اوّل صفحہ ۳۶ تا ۳۹ کی طرف رجوع کیا جاوے ۔

اطرافش می رسد، و فراوان است *

صاحب زینت المجالس می فرماید: "شهر رَیّ از زمان قتل و غارت مغول دیگر خراب ماند، و الحال تهران و ورامین در حوالیش شهر آنجا شده، وآب و هوایش از سائر ولایات رَیّ نیکوتر است. و شاه طهماسپ در عماراتش کوشیده که تقریباً یک فرسخ دَورهٔ آن است، واکنون آباد است. و غلّه و میوجات نیکو دارد *

ابن حوقل و مسعودی از مسافرین عرب در سنه ۲۰۰ه الی سنه ۳۰۰ه (دویست الی سیصد) بطرف ایران مسافرت نموده بودند، و رَیّ را به تفصیل سیاحت نموده. وضع و هیأت شهر و حومه را نوشته اند، واز تهران نامی نبرده اند. و در کتب عربی که ذکری از تهران شده، منحصر است به آثار البلاد و معجم البلدان. و چنانچه معلوم می شود در عصر این دو نفر بیوتات این شهر در زیر زمین بوده ........................

.........:

"تهران قریه است معظّم، جُزو ایالات رَیّ، دارای باغات زیاد و با اشجار و ثمرات خوب و فراوان. و سکنه در خانه های سرداب مانند بسر می برند. همین که دشمنی حمله می آورد بخانه های تحتانی پناه جسته، که هر قدر محصور بودن

شان امتداد یابد، بسببِ کثرتِ آذوقه، که از فرطِ احتیاط ذخیره کرده اند، آسوده اند - و بیرون آوردنِ ایشان از آن اماکن غیر مقدور است - و چون دُشمن مایُوس شده و معاودت کرد، از زیرِ زمین بیرون می آیند - و اطراف و جوانبِ شهر، بلکه شوارع و طُرقِ عام را، که محلِّ عبور و مرورِ قوافل و متردّدین است، فرو گرفته به راه زنی و قتل و غارت مشغول می شوند - و دائما به سلطانِ عصر یاغی و با عساکرِ اُو در کارزار و زد و خورد اند - و مالیاتِ خود را به زرِ مسکوک نمی پردازند - بلکه در عوضِ نقود و وجوه رایجِ خروس و مُرغ می پردازند - و با آنها باید به وفق رفق و مدارا حرکت نمود نه به تسلّط و حکم - و زُرّاعِ آنها با بیل و گاو زمین را شخم نمی کنند سهل است، که مطلقاً اغنام واحشام نگاه نمی دارند، مبادا که وقتِ محصور شدن به غارت برند +

حاجی خلیفه موسوم به مصطفیٰ بن عبد اللّٰہ چلپی ملقّب به کاتب در جهان نامهٔ خود شرحی از طهران نگاشته، و اهالیِ آن را وحشی و بے رحم خوانده، یاقوت حموی و عبد الرشید ابن صالح بن نوری باکوئی، و حمد اللّٰہ مستوفی، و (امین) احمد رازی صاحب تذکرهٔ هفت اقلیم (از مصنّفاتِ سنه ۱۰۰۲ھ هزار و دو است هجری) از میوجاتِ طهران توصیف نموده اند -

(امین) احمد رازی در ہمین کتاب "تذکرۂ ہفت اقلیم گوید:
"تہران بواسطۂ انہارِ جاریہ و کثرتِ اشجارِ مثمرہ و باغات
متنزہہ نظیرِ بہشت است - خاصہ بلوک شمیران کہ در شمالِ
این قریہ واقع است - و از کمالِ خضرت و صفا و نضرت و
بہا از حیزِ توصیف بیرون است - بلوکِ شمیران، کہ بہ شمع ایران
معروف بودہ، بہترین ئیلاقاتِ دُنیا است" و نیز (امین)
احمد رازی گوید: "در دو فرسخی طہران قریہ ایست معروف
بمن سولقان کہ از زیادتیِ آب ہای جاری و فواکہ لطیف و
صفائی چون بہشتِ برین است +
این شہر کہ اکنون مقرِّ خلافتِ عظمیٰ است، در زمانِ
شاہ طہماسب صفوی ابن شاہ اسمٰعیل، بواسطۂ کثرتِ میاہ
و اشجار و مکانتی کہ داشت، محلِّ توجہ شاہ طہماسب شدہ۔
در سنہ ۹۶۱ (نہصد و شصت و یک) امر فرمود با روئے دَور
او بنا نمودند کہ ششہزار گام دَورۂ اُو بُود و صد و چہاردہ
بُرج دَورۂ او قرار دادند و در ہر بُرجی سُورۂ[۱] بجہتِ محافظت
دفن کردند - چہار دروازہ برای آمد و شدِ شہر کشودند - خندق
دَورِ بارُو حفر شد - چون خاکِ خندق کفایتِ ساختن قلعہ

---

[۱] یعنی ہر بُرج میں قرآن شریف کی ایک سُورت تبرّکاً دفن کی تھی -
قرآن شریف کی سورتوں کی تعداد ۱۱۴ ہے +

بروج را نه نمود انه دو جائی شهر خاک برداشتند که یکی چال میدان نام یافت و دیگری چال حصار + و دروازهٔ دولت دروازهٔ ارگ است که از بناهای افاغنه می باشد - بایں معنی که در هر شهر در ممالکِ ایران که قلعهٔ جداگانه، و اسمش ارگ است، قطعهٔ جداگانه ایست +

افاغنه در تمامیِ ممالک محروسه گوشهٔ از شهر سه سمت به شهر دیوار و بارو و خندق و بروج ساختند، دروازه به شهر گذاشتند - و یک طرفِ آن را، هم به صحرا دروازه گذاشتند که هر وقت بناءِ شورشی بشود، دست به صحرا داشته باشند - در راهِ گریز ممر فراری باشد - غافل ازان که هر وقت که بنا شود به قصاصِ خونِ قزلباشان شمشیرِ شرزه شیران و دلیران کشیده شود، همان بینند که دیدند.....

در سنه ۹۸۵ (نهصد و هشتاد و پنج) سلطان حسن مرزا پسر سلطان محمد خدا[۱] بنده بحکمِ شاه اسمٰعیل ثانی در طهران چون سایر شاهزادگانِ صفوی به قتل رسید - چون شاه طهماسپ بعد از انقلاباتی که در مازندران رُوی داد، نبیرهٔ خود سلطان محمد حسن میرزای را به حکومت آن جا فرستاد - شاه اسمٰعیل ثانی و پدر او از یک مادر بودند - و شاهِ اسمٰعیل را فرزندی نبود - و

[۱] شاہ طہماسپ کا سب سے بڑا بیٹا +

سلطان محمد حسن میرزا به تمنّاءِ ولیعهدی به طهران آمد - همان وقت قصدِ اِفناء او داشت - ولی پدرش سلطان محمّد حاکم فارس بُود و برادرش عباس[۱] میرزا حاکم خراسان بود - در قتلِ وَی تاملّی نمود - و سلطان حسن میرزا عریضه بقزوین نوشته از ورودِ خود به طهران اطلاع داد - و شاهِ اسمٰعیل ثانی جواب گفت که در طهران بمان، تا والدهٔ من از قُم بیاید - اُو را برداشته به قزوین بیاوری + از ولیعهدی مایوس، و از حکومت محروم، مقیم طهران شد + چون شاه اسمٰعیل تفهمیده ترویج مذهب تسنّن می کرد - اُمرا و علماءِ شیعه را با وَی نفاق حاصل شُد و به عرض او رسانند که بواسطهٔ عدمِ تعصّبِ شما در مذهب امامیّه، میخواهند شما را بکُشند، و سلطان حسن میرزا را بادشاه کنند - شاه کوسه علی قلی ترکمان را با چهار هزار نفر قورچی به قتلِ سلطان حسن میرزا فرستاد - شاهزاده بعد از وصولِ قورچیان به طهران درب منزل را بسته ببامِ خانه بر آمد و به مدافعه پرداخت - کوسه علی قلی نزدیک آمده قرآنی بدست گرفته قسم ها خورد، که شاه ما را به طلبِ شما فرستاده - وَی قبول کرده در کشوده، ایشان درونِ خانه رفته چند نفر رُویِ اُو اُفتاده

---

[۱] یعنی شاه عباس بزرگ +

خونِ آن بی گناه را ریخته اُو را همان جا کُشتند - و بسی از آن قبیل را *

و دیگر در ۱۱۳۵ھ شاه سلطان حسین جهت جمع آوریٔ سپاه به قزوین و از آن جا به طهران آمده چند سردار به دفعِ افاغنهٔ ابدالی و قلیجائی فرستاد و مغلوباً مراجعت کردند - و محمود قلیجائی به اسدالله ابدالی والیٔ هرات حمله بُرده، براُو غالب آمده، عریضهٔ به شاه سلطان حسین نوشت - فتح هرات و شکستِ اسدالله را دلیلِ خلوصِ خود قرار داده، ولی در باطن قصدِ اُو دفع همسر بُوده - عریضهٔ در طهران به شاه رسیده شمشیرِ مُرصعی بالقب حسن قلی خانی، و خطابِ صوفی صافی ضمیرِ دولت خواه، و حکمرانیٔ قندهار و سیستان به او واگذار شده *

این مختصریست از روی کتاب موسوم به "شورشِ ایران" از تالیفات (مامیک لراک) سیّاح مسافر از بدو غلبهٔ ایران الی جلوسِ نادرشاه که به دلائلِ چند صحیح و طرف اعتماد است چراکه هم خودش (آنجا) بوده و هم گماشتگانِ با هوش همه جا داشته و نگاشته :

" محمود افغان چهار ماه کرمان را محاصره کرده بود - که لطف علی خان سردار ایران به اُو تاخته قشونِ مختصری را،

که همراه اُو بُود، هزیمت داده متفرّق ساخت - وتا قندهار همه جا اُو و هزیمتیان را تعاقب کرده، و خبر این فتحِ بزرگ، که غیر مترقّب بُود، دو روز بعد از ورودِ شاه سلطان حسین به طهران به دربارِ ایران رسید - و این خبر چندی سببِ اطمینانِ شاه و وُزرا گردید - از آن طرف لطف علی خان بعد از شکستِ محمود و بازگشتنش از تعاقبِ هزیمتیان، صلاح دیده که حصارِ شهرِ کرمان را استحکامی دهد، که مبادا ثانیاً با تدارک از این طرفِ ایران باز افاغنه به مملکتِ ایران حمله آورده اند - ولی چون عاجلاً این کار ممکن نبود، فقط به استحکاماتِ قلعهٔ آن کوشیده، قشونِ معتبری آنجا گذاشته، به شیراز، که حکومتش متعلق بدو بُود، و بر لشکر زیادی، که در آنجا تهیّه دیده و جمع کرده بود، سرداری داشت، رانده - و این فتحِ نمایان، که باید سببِ ترقیِ اُو بشود موجبِ نمامیٔ اُو و اضمحلال و فناءِ اعتماد الدّوله برادر زنش شده - و بعد از آمدنش به شیراز، به سببِ غرضی که با بعضی اهالی و صاحب مناصبِ عالیه، داشت - و باعتقاد برخی از بابتِ زیادتی مالیاتی که از معمول بطور گزاف از شیراز و بلوکات دریافت نموده - بعلاوه آنچه اسب و اسلحه، هر جا بود، بدست آورده برلشکریان قسمت نمود، و جمعی از سپاه را بواسطهٔ شدّتِ

سرمای زمستان در خانه های اهالی منزل داده بُود، یا جُز این بُود - به حسد و خُبثِ باطن چنین اشتهار دادند و اسباب چینی کردند - اللّٰه یعلم *

باری مُدتی بُود که اُردو و لشکری به این بزرگی و منظّمی کسی ندیده بُود - و آذوقه و اسلحه همه آماده و مهیّا - چندین هزار شُتر و اُستر بالاستمرار از اطراف آذوقه می آورد - و این قشون، که بسیاری اش در جنگِ کرمان حاضر بُود، رشادتها و جلادتها نموده بودند - (همه موردِ تحسین و خلعت و انعام و احسانها شده بُودند - مایهٔ تشویقِ همگی گردیده مهیای جنگ بودند - و همهٔ این تدارکات به دفعِ افغان بُود) - و اگر اختلالی در کارِ این سردار و لشکرِ جرّار نشده بُود البته بُنیان افغان را برانداخته، بلکه تا سرحدِ هندوستان هم خاشاکِ شان را از رُویِ زمین می زدودند - ولی این سردارِ رشید دانا مغلولاً فرستاده بطهران دارد، و این قشونِ جرّار شمشیر گذار متفرّق گردید - چنانچه اهالیِ فارس به حقیقت یا تحریک بدربارِ شاه سلطان حسین به کمکِ بعضی فارسیانِ دیگر که در دربار مناصبِ عالیه داشتند، شاکی و عارض شدند و می دانستند که وی به این تدارکات و لشکرِ رشیدِ منظّم به جنگِ افغان دیگر بار مامور شود، و فتحی شایان و غلبهٔ نمایان

نماید، و بر اعتبارش بیفزاید، و بیشتر بر فارسیان مسلط، و بر سائرِ مفسدین بیکارهٔ درباری مقدّم گردد - و فتح علیخان صدرِ اعظم که برادرِ زنِ او است - زیاده تر مایهٔ ترقّی با استحقاقِ اُو شود - پس اولا تدبیری در نمامی و شکستِ اُو کنند، تا چاره و تقلّب در کار دیگری سهل شود - حکیم باشیٔ شاه، که همدست مفسدین بُود، نزدِ شاه معتمد و محترم، متعهدِ این امر شده، نیم شبی، که شاه در بستر خوابیده بُود، بخوابگاه وارد شدند - شاه ترسیده برآشفت - و سبب جسارت را پرسیده - عرض کردند: "مارا قدرتِ این جُرأت نبود - چُون صدمهٔ جانی شاه را شنیدیم، حفظ و سلامتی شاه باعث بر این جسارت گردید، که لطف علی خان به این لشکر مستعد، که در شیراز حاضر دارد، بزودی وارد اصفهان شده، و خزانه و سایرِ بیوتات را متصرف میشود - از این طرف نیز اعتماد الدّوله با سه هزار نفر کُرد غفلةً به طهران وارد، و شما را محبوس بلکه مقتول می سازد، و جای درنگ نیست، زیراکه همین امشب این سه هزار نفر کُرد به قصدِ مزبُوره وارد می شود - باید زودی کرد - و جهت اثباتِ قولِ خود کاغذی جعلی نمودند، که اعتماد الدّوله به والیٔ کُردستان نوشته با مُهر سلطنتی ممهور کرده، عاجلاً به طهران خواسته، شاه بدونِ

اینکه کاغذ را بخواند، بخود لرزید. بعد از وحشتِ زیاد از آنها چاره خواست. ایشان صلاح دیدند که قورچی باشی با دستهٔ قورچی به قتلِ اعتماد الدوله مامور شوند. وَی احضار، و به این کار مامور شُد. ولی بعضی خواجه سرایان، که اغلب طرفِ مشورتِ شاه بُودند، عرض کردند، که اعتماد الدوله ذخائر و دفائنِ بسیار دارد. اگر غفلةً کُشته شود، ازان اموال چیزی نصیب شاه نشود. بهتر آنکه حبس و مکفوف البصر نموده، بعد مطالبهٔ ذخائر را کرد*

سلطان حسین پسندیده، قورچی همان شبانه به خانهٔ اعتماد الدوله وارد شده، در وقتی که در بسترِ استراحت غنوده بُود، اُو را گرفته کور کردند، و به منزلِ خود بُرده، که ذخائر وصول کنند. و همان شبانه مُسرعان به اطراف روانه کردند، که در هر جا از قبیلهٔ وَی کسی باشد، گرفته به طهران فرستند. و فرمان و حکمی به کلانترِ شیراز صادر شد، که به امدادِ شهریان لطف علی خان سردار را گرفته محبوساً و مغلولاً به طهران فرستند و اگر تحاشی کند، به زور اسلحه او را باطاعت مجبور کنند. ولی لطف علی خان به محضِ اظهار اطاعت کرده تسلیم شد. و به اصفهانش فرستادند. لکن دیگر این سُوءِ تدبیر و دل سختی هایِ مُدعیان مایهٔ بدبختیِ ایرانیان شد*

باری بعد ازین واقعات آن لشکر منظّم و قشون ، با آن استعداد که سردار در شیراز جمع آورده بود ، همه متفرّق گردید۔ و بعد از سه روز جز توپخانه و احمالِ اهالی چیزی ، و کسی از آن جمعیّت و اُردوی با حشمت ، بجا نماند۔ آنچه انتظار کشیدند ، از سه هزار نفر تُرک و کُرد موهومی اثری به ظهوری نرسید۔ حتّی قوافلی که از راه های بسیار دُور می رسیدند ، غباری از راهگذری نمی دیدند ٭ خلاصه چُون خبری از ہیچ طرفی نرسید ، شاه چیزی دستگیرش شد ، و ملتفت گردید که چه خبر است ، و از ایماءِ ایذاءِ اعتماد الدّوله نادم شده صریح گفت : " نباید موئی از سرِ وَی کم شود - هرکس قصدِ جان او کُند یقیناً جانِ اُو را فدای وَی می کُنم ٭ " اگر این حُکمِ سخت نشده بُود ، البتّه قصدِ جانش کرده بُودند - لابُد حکیم باشی و جرّاحان به التیامِ جراحتِ وَی پرداختند - و چاپارها از اطراف رسیدند - و از چاپارِ شیراز معلوم شُد که لطف علیخان ، بمجرّدِ زیارتِ حُکم ، ابداً تخلّف نورزیده ، تسلیم شده ، و غدرِ دشمنان بر شاه یقین گردید - مجلسِ تحقیقی برقرار کردند - رجال و اعیان را با اعتماد الدّوله حاضر کردند و حُضّار تقصیراتِ آن بی تقصیر را چنین بیان کردند - اوّلاً کاغذی به مُهر سلطان به احضارِ والیِ کُردستان با سه هزار سوار نوشته

فرستاده و احضار کردنِ او جهتِ حبس سلطان - دیگر بواسطهٔ
مَیل به تسنّن به لکزی ها اتفاق داشته نوشته که شیعه را در
هر جایِ بلاد بخواهند، "قتل و غارت کنند، جز ایروان که
که برادر زاده اش آنجا حکومت داشته - دیگر بدونِ مشاوره
با مجلسِ شوریٰ و عرض به بادشاه امورِ کلّیه دولتی را مجری
می داشتی - و احکامِ تو در ایران مطاع تر از احکامِ
پادشاه بود - دیگر به اقرارِ خود نُه صد هزار تومان وجه داری -
اگر این مالِ دیوان نیست از کجا آوردهٔ؟ و اگر از دیوان
است چرا خیانت کردهٔ؟" شاه رُوی به وَی کرده فرمود:
"جواب چه داری؟" صدایِ شاه را که شنید، رُو به آن
طرف گردانیده عرض کرد: "جواب دادنِ من دیگر چه
حاصل؟ که دشمنانِ من و خائنان بادشاه مرا از پای
در آوردند - دیگر چه فائده جز رعایتِ آبروی خود، و بهترینِ
خدّامِ خود، و اجدادِ خود، که از خدماتِ خود نسبت به دودمانِ
شما حاصل شده بود، و الّا نیم جانی از من باقی نمانده - و
افسوس که بادشاه بی تحقیق مرا بدشمنان و خائنان داده
به این روز نشاندند - امّا کاغذی که به کُردِستان نوشته شُده
پنج روزه باید برود و ده روزه سوار برسد، الیٰ کنون چرا
اثری به ظهور نرسیده - و من با سه هزار سوار چگونه شاه

و اعیان و رجالِ او را حبس می توانستم نمود ، و حال آن که پانزده هزار نفر قراول و غلامانِ خاصه در طهران هستند - و آن شبی که باید این اتفاقات بیفتد ، قوریچی باشی که خانهٔ من آمد ، دید من برهنه و تنها در منزل بجامه خواب بودم - و در آن محوّطه جُز معدودی بهم نمی رسید - و لطف علی خان را که میگفتند - یاغی و طاغی است - چگونه بر محض زیارتِ فرمان تسلیم و مطیع گروید - و در صورتِ اتحادِ لگزی ها چرا در وقتِ یاغی شُدن آنها برادر زادهٔ جوانِ خود را به جنگِ آنها فرستاده ، چرا او را کُشتند - دیگر این ایرادی که چرا بی مشورتِ دیگران امور دولت را خود مجری میدارد بی عرض و اطّلاع به شاه ، بهترینِ شهود خود بادشاه است و اگر به اطّلاع و میلِ دیگران به شوریٰ کاری می بایست بگذرد - خیانت به بادشاه بُود - و ده نفر اعتماد الدّوله پیدا می شد - و حال آنکه لیاقت و قابلیتِ این خدمت را هم همه میداشتند - بصیرت و نظرِ کیمیا اثرِ خود پادشاه از همه بیش بود - و رجوعِ مهمّاتِ دولت البتّه ، هم بدیشان هم می شُد - و سببِ راحتِ خود سُلطان بُود - دیگر این که گویند حکمِ من بر همه جا و همه کس نفوذ و نشور داشته ، من کی بُوده ام - جُز امر و فرمانِ شاه که موجبِ نفوذِ احکام و فرامین است - نصب و فصلش

در هر دقیقه بسته به حکم و رای پادشاه است". و ساکت شده دیگر، هیچ نگفت - باری چون نگاشته شده است - زیاده تطویلش لازم نیست ٭

مطالب صحیح وی چنان بر شاه اثر کرد که در واقع گریست - و اوّل علامات بدبختی و انقراض دولت صفویه همین حرکت و تمام شدن او بود ٭ بعد ازین حوادث چند نفر از فرستادگان مولانا عبدالله لزگی وارد شده عرض کردند - که دو سال قبل لزکیه بنای شورش گذاشته مامورین دیوان را از مملکت خود بیرون کردند و با دو هزار سوار جرّار ولایت ارمن و گرجستان و بعضی بلاد آذربایجان را قتل و غارت می کردند - و سی هزار نفر از سُنّی های شیروان، همراه آنها شده و آن صفحات را دایم مغشوش داشتند - و به دهات گنجه دست اندازی کرده و شماخی را محاصره نموده - حاکم شماخی بدفع آنها مامور شده، لزکیه شبانه شبانه به اُردوی آنها حمله بُرده او را با جمعی از کسانش کُشتند - الغرض بعد ازین فقرات در اوائل سنه ۱۱۳۴ھ (هزار و صد و سی و چهار، هجری) آثار خوشوقتی موقتی جهة شاه و رجال در طهران ظاهر شد - و از اخباری که از افغانستان رسید، چنان می نمود - که محمود و اتباع او بعد از شکست

بکرمان و تعاقب لطف علیخان ایشان را ہراس نمود - دیگر از خیال مخاصمه اُفتادند و شیخ بحرین، که سرکشیده بُود، خود ہشت ہزار تومان به رسمِ پیشکشی فرستاده و متعهّد و متقبّلِ این مبلغ همه ساله بُود که عاید دارد - در این بین حسن پاشا حاکمِ بغداد خبر داد، که سفیری از جانبِ عثمانی واردِ بغداد شده عازمِ ایران است ۔ و صدرِ اعظم عثمانی که مردی با حزم و دُشمنِ دولت بُود، مقتول، و صدارتِ عظمی بدیگری محوّل شده - گمان می رفت وَی نیز بر ضدِ دولتِ ایران است - و سفیری جهتِ مطالبهٔ بعضی ولایاتِ سرحدّیه مامور است - و اگر از طرفِ دولتِ ایران مضایقه شود، اعلانِ جنگ نماید - شاه قبل از وصولِ این خبر می خواست آدمی به اسلامبول فرستد - و به سُلطانِ عثمانی اظهار کُند - که اگر اتّحادِ دولتَین برقرار است، دولتِ ایران حاضر است که سرحداتِ کرکوت و موصل و ایروان و بعضی ولایاتِ دیگر را با آلِ عثمان واگذارد - و بعد از اطلاع از حرکتِ سفیرِ عثمانی به حُکّامِ عرضِ راه احکام صادر شُد، که همه جا کمالِ احترامات و پذیرائی را بجا بیاورند - در اَوائلِ ماه جدی آن سال درّی اَفندی سفیرِ عثمانی واردِ طهران شُد - و بعد بحضورِ سُلطان حسین در سلام احضار گردید - از قرار راپورت[۱]

۱ Report

خود دری آفندی، تشریفات که در ملّت و دولتِ ایران معمول شان است از یدک و استقبال و تختِ روان و سواران نیزه دار - احترامِ اطرافِ تختِ روان که نامۀ سلطان در آن گذاشته میشود، آوردند - چون در طهران سایرِ تشریفاتِ دولتی و سلطنتی و تجمّلاتِ ملوکانه حاضر نبود - به همین قدرها اکتفا شده بود - بدین وضع وارد ساختند - و به چهار باغی که الآن ارک سلطنتی و عماراتِ دیوانی است - و بعضی درختهایِ چنارِ کهن که در آن محوّطه است که آن باغ و آبادی را نشان می دهد، معروف به "چنارهایِ شاهِ عباس" است - و آن بنا به امرِ شاهِ عباس در طهران شده - در آن باغ و عمارات منزل دادند * خلاصه ایلچی در دروازه سیّم عمارات از اسب پیاده شده به تالار سلام داخل گشت - و نامۀ سلطان را بالایِ سر گرفته بر تختی که سُلطان نشسته بُود - نزدیک شده دو پلّه بالا گرفته تعظیم کرده بعد از خطبه زانو زده کاغذ را بوسیدم - و به شاه دادم - شاه نیز نیم تواضعی کرده نامه را گرفته به یکی از اعیان سپرد - و سه مرتبه اِذنِ جلوس یافته آن وقت به مکانی که اشاره فرمود نشستم، و آنوقت هم که از بابتِ احترام نمی نشستم - بار سوم صاحب بار بازوی مرا گرفته نشانید - و در همان تالار از خوانِ غذاءِ مرسومی

که گسترده شده بود، غذا صرف شد - و بمنزل معین عود نمودم -
القصه در نوروزِ آن سال مرتبهٔ سوم و آخر دفعه بود - که در
طهران به حضورِ شاه رفته مرخصی به اسلامبول یافتم - اختصار
ونگاشتن تمام ترقیات و تعریفات جسورانهٔ خودش را جهتِ
این بود که جایِ دیگر مطوّل عرض شده +

این هم یک سفارت دیگر بود که در سفرنامهٔ اژاک[۱] موریه
مسطور است: "در ۱۲۲۳ھ همراه سفیری، که از انگلیس آمده
بود، بودم - بعد از پیشوازی و تشریفاتِ لایقهٔ لازمه بفاصله
سی قدم درب عمارت سلطنتی در دار الخلافهٔ طهران همه از
اسپ پیاده شده با نامه و تحف پادشاهِ انگلیس روانه شدیم
چون واردِ عمارت سلطنتی شدیم - از دالانِ تاریک ممتدی
عبور کرده بحیاطِ کوچکی رسیدیم - چون ایامِ دههٔ عاشورا
بود، پذیرائیِ ما آشکارا منافیِ قانونِ مذهبی بود - هم نمی
خواستند که پذیرائی بطول انجامد - ما را در یک تالارِ بزرگ
پذیرفتند، در عمارتِ معروف به خلوت خانه - خلاصه بعد از
نیم ساعت توقف در کشیک خانه خبر دادند که حال موقع
است - آنگاه وارد به دیوان خانه شدیم - بعد از ورود

[۱] آژک موریر سفیرِ انگلستان در مصر ولیوانٹ وغیره و پدر مصنفِ
کتاب سرگزشت حاجی بابایِ اصفهانی سنه ۱۷۵۰ھ - ۱۸۱۵ھ

باَنجا، ایشیکِ آقاسی آمد. سفیر و اجزا را به ترتیبی که باید، قرار داد، اوّل ایلچی با نامه، بعد من که حاملِ هدایا بُودم، زیرِ دستِ سفیر، بعد سایرِ اجزاءِ زیرِ دستِ من به ترتیب. ولی دیگر خیلی دُور از تالار قطار ایستاده تعظیم کردیم - قدری پیشتر رفته باز ایستاده تعظیم کردیم. باز چند قدمی پیش رفته دفعه سوم تعظیم کردیم. و ایشیک آقاسی باشی معرّفی کرده. پس کفشها را بیرون کرده ازین جا پای برهنه واردِ اُطاق شدیم. میرزا شفیع صدرِ اعظم نامه را از دستِ سفیر گرفته خدمتِ پادشاه گذاشت. بعد پادشاه اِذن جلوس به سفیر داده - اُو نشست. و این اوّل مرتبه بُود که سفیرِ دولتِ خارجه در حضور پادشاهِ ایران جلوس نمود. و سایرِ اجزاءِ سفارت عقبِ سرِ ما صف کشیده ایستاده بُودند. و پادشاه رُوی تختِ مخصوصی معروف به تختِ طاؤس جلوس فرموده بُودند. بعد از مُدّتِ نیم ساعت ما را مرخّص کرده، بیرون آمدیم +

اگرچه رفتار و گفتارِ وحشیانهٔ آن سفیر مذکور قبل را که در سنه ۱۱۳۲ دُرّی آفندی نام عثمانی شرفیابِ حضورِ شاه سُلطان حسین شده بُود. نخواستیم بنگاریم. ولی محض تطبیق و تقابل و سنجیدن دو مامور را حدِّ انسانیّت و معقولیّت

و ادب و تربیت، لابُد شُدم این دو کلمه را باز بنگارم و ارباب بصیرت را به تفاوتِ اشخاص مات و متحیّر بدارم۔ که دُرّی آفندی خود نگاشته است +

ا"در عمارت از اسپ پیاده شده واردِ تالار شُدم۔ شاهِ سُلطان حسین در محاذِی دربِ ورودِ تالار رُویِ مسندِ زرتار مُرصّع مروارید دوزی رُویِ زمین به تخت نشسته در یمین و یسار وزرا و وُلاتِ ایالات و اُمرا و بیگلر بیگیان صف زده بعضی ایستاده، بعضی نشسته، و زیاده از سی نفر از سران و سردارانِ قزلباش، همه با لباسهای مُلوّن و سلاحهایِ مشعشع در دو طرف تالار صف زده حاضر بُودند + ایلچی از میانِ اینها گذشته، بدونِ اعتنا به احدی، مغروراً رُو بشاه سلطان رفته۔ آن روز عمامه از پارچۀ خانه دار بر سر داشتم۔ زیرا که اهلِ قلم بُودم۔ و ایشان را ازین پارچه عمامه بایستی۔ و خرقه دوشم بطانه اش خز و نیفه اش سمور بُود۔ دو قدم به تخت گذاشتم۔ با دست اشاره به زمین کرده من به رسمِ خود مان تعظیم کردم و سلام دادم۔ وزیرِ اعظم فتح علیخان اعتماد الدوله، دو مرتبه خواست نامه را از دستِ من گرفته به بادشاه بدهد، اعتنا نکردم۔ خود سلطان هم دو مرتبه دست دراز کرد، بگیرد۔ اعتنا نکرده

نہ دادم - دست بہ عقب کشیدند. تا خطبہ را تمام کردم - بعد زانو بہ زمین زدہ آن وقت بدست شاہ دادم". باری ؎

ببین تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا

**تہران** (انجمن آرا میفرماید) شہریست معروف و بہ خوش ییلاقی موصوف، وقتی از اجزاءِ مملکتِ رَی بُودہ - و رَی نیز بقدمتِ بُنیان، وکثرتِ اجماع بنی نوعِ انسان، واز دیادِ نعمت، و وفورِ حرفت، و تشکّلِ صنائع، و تکمیل بدائع، از مدائنِ عظیمۂ ایران و اغلب دار الملکِ سلاطینِ عظیم الشّان جلیل القدر بُودہ. گویند نخست حضرت شیث بن آدمؑ آنجا را بنا نہادہ، و بعد ہوشنگ شاہ پیشدادی بر عمارتش افزودہ، و در زمانِ نُوذر بہ بعد از آمد و شُدِ سپاہِ توران و جنگ و غلبہ ہای بر ایران خرابی و ویرانی بدانجا راہ یافت - و باز آباد شدہ جمعیّت و نعمت و صنعتش زیادہ گردیدہ - دیگر بار اَفراسیاب ترک سلطان توران با لشکرِ بےمرِ[1] ترکان بہ تاخت و تازِ ایران آمدہ، منوچہر در قلعۂ تبرۂ رَی کہ بر بالای کوہ بُود، و اطرافش قلعہ ہای سخت و حصار و بروجِ مستحکم داشت، مُدّتی محصور نمود و خرابیِ بسیار بہ آن ولایت رسید - تا آخر الامر منوچہر

[1] بے شمار +

و اتباعش شبانه از شهر بتره بیرون آمده از راه لارجان، که همان جادهٔ کمر و سرِ کوه معروف به هزار پیٔ و ازار پیٔ باشد، به رستمدار و رویان رفتند. و در قلعهٔ مور، که در ولایتِ رویان و کجور بُود، و بحصانت و متانت معروف و موصوف، تحصّن جُستند. و اطرافِ خود از آب رودخانه خندقی چُون دریای آب بستند. تا بعد از مُدّت ها، که افراسیاب از محاصره و توقّفِ خود و تحصّنِ منوچهر کسالت بهم رسانید، قرار بر مصالحهٔ تعیینِ سرحدِ ایران و توران دادند. و جیحون را ثغر و حدّ قبول نمودند. و افراسیاب مراجعت کرد. و منوچهر از تبرستان برگشته آن شهر را باز تعمیر و مُرمّت کردند. بعدها باز رُو به خرابی و ویرانی نهاد. چه کیقباد و کیکاؤس بجانب نشاپُور مُیل کردند. و تختگاهِ ایشان در آنجا، که ایرانشهر می نامیدند، استقرار یافت. پس از ایشان کیخسرو همه عمر به خون خواهیِ پدر در لشکرکشی و سفر بُود. و بعد از واگذاشتنِ سلطنتِ ایران بلهراسپ، مرکزِ سلطنت را بلخ کرد، چندان بکار شهر رَی نپرداختند. تا غلبهٔ عرب بر عجم و آن ویرانی هایی که بتمام ایران رسید. تا لوایِ اقتدار و جهان گیریِ خلفاءِ عباسی سر به مهر و ماه کشید. مهدیِ عباسی در احیاءِ عمارت آن شهر کوشید. تا زمانِ هجومِ لشکر تاتار

به امر چنگیز خان به قتلِ عام خراب شُد. و دیگر صورتِ آبادی نگرفت تا به عهدِ سلاطینِ مغول، باز کمالِ آبادی یافت و معمور شُد.

شیخ نجم الدّین رازی صاحبِ (مرصاد العباد) نوشته:

"رَی که مسقط الرّأسِ من است در فتنهٔ چنگیز خانی هفصد هزار نفر از مردمانِ معتبر و معروف به قتل رسید. و گُنبدی که در رَی کهنه بُود هنوز برپا است. بعضی مقبرهٔ طغرل سلجوقی دانسته اند، خطاست، بدلیل اینکه وَیُ را که کُشتند. سرِ اُو را به بغداد بُردند. و تنِ اُو را بر شتری بسته بنزدِ تکش خوارزم شاه آوردند. و آخرین سلسلهٔ سلجوقیان بُود. و این بنا قبرِ فخر الدّوله دیلمی است. که شب در قلعهٔ تبرکِ رَی که بر فرازِ کوه بُود و اطرافش قلعه ها و بُروجِ محکمه پشت بندِ سخت بُوده است، و به چشمهٔ آب و باغات و اشجارِ فراوان از هر جهت آراسته و مستغنی بُود، به استراحت پرداخت. شبی شراب زیاد و گوشت بسیاری خورده خفه گردید. ولی این کهنه رباطی است، که از هر طرفش راهی به بیابانِ عدم خواهد بُود. لهذا اولاد و کسانش نعش اُو را دفن کرده، این بناءِ محکم را بر سرِ قبرش ساختند. که هنوز بر جاست. شاهِ اسمٰعیل صفوی و شاه طهماسب چوُن قزوین را پایِ تخت

و دار الملک کرده بودند. غالباً شاه طهماسب به زیارتِ مزارِ فائض الانوار حضرت سید جلیل نبیل شاهزاده عبد العظیم ابن عبد الله الحسینی قریب طهران مشرف می شدند. و در طهران قدری توقف می فرمودند. اندک اندک صورتِ آبادی یافت. و به امر او سور، و شهری و حصاری بر گردِ او کشیدند و بُرج و باره بر افراختند. و حاکم تعیّن فرمودند. خاصه در زمانِ شاه عباس که به مازندران آمد و شُد می فرمودند. از اینجا عبور زیاد می شُد، تهران آبادی گرفت و معمور شُد. و از اطراف و اکناف بحکمِ علیکم بسواد الاعظم در آنجا جمعیت شُد.

و در اوائلِ دولتِ ابد مُدّت قاجاریه بملاحظهٔ قُرب و جوارِ استر آباد و مازندران، طهران پایِ تخت و مرکزِ سلطنت شُد. و روز بروز رُوی به ترقّی نهاد. و عماراتِ عالیه و مساجد و حمامِ خوب و بازار و سراهای مرغوب افراخته و ساخته. و مسقط الرّأسِ فقیر نیز در این شهر است. در سنه ۱۳۰۰ که مشغولِ جمع نفائسِ این موزهٔ نفیس هستم. و خارج شهر به یُمنِ همّت و میمنت تختِ سلطنت بلند. تخت حضرت شاهنشاه ناصر لدین الله (ناصر الدین) چندان صورتِ آبادی و وسعت و نعمت و جمعیت یافته، که کمتر شهری از شهرهای

ممالکِ ایران بهشت نشان بدان خوبی و وسعت و فراوانی
و انواع نعمت و جمعیتِ انسانی می باشد + خاصه دَورِ
آبادی و عمارات و باغات اطرافِ شهرِ قدیم را هم که خندق
و حصارِ جدیدی کشیده تمام یک پارچه شهر گردید که چندین
مقابل وسیع تر و بزرگتر گردیده - از فرطِ صفاء هواء
باغات و سبزه و اشجار خانهاء و استخرهای متعدد هر نقاط
و زیادیِ قنوات از تعریف و توصیف بیرون است و
خیابانهای وسیع طولانی و کارخانجات و صنائع و حِرَفش
از حدّ و حصر افزون است - بطوری عالی و مُصفّا شده
که رشکِ نگار خانۂ چین، و برتر از سپهرِ برین است -
نوشته اند که سابق بر این تمام خانه ها و منازلِ شان
در زیرِ زمین بوده که غُربا ابداً بدآن جائی نمی بردند،
و از علامات چُنین هم می نماید +

---

# انتخاب از توزکِ بابری

(مُدّتِ تصنیف ۸۹۹ھ تا ۹۳۷ھ)

## ۱- از ہرات بکابُل در سَرمای سخت

سُلطان حسین میرزا والی خراسان بجہتِ دفعِ محمّد شیبانی خان عزم جزم کرده تمام پسرانِ خود را طلبیده بود و بابر را ہم از کابُل طلب کرده، در اوائل ۹۱۲ھ (اواسط ۱۵۰۶ء) بابر را که در راهِ خراسان بود خبر فوتِ سلطان حسین مرزا رسید، باوجود این خبر ناموس خانوادۀ تیموری را ملاحظه نموده بجانبِ خراسان متوجّه شد و به ہرات رسید، میرزایانِ خراسان قرار دادند که آن زمستان ہر کدام در جای مناسبی قشلاق کند و در تابستان جمعیّت نموده بدفعِ غنیم متوجّه شوند، بابر را ہم تکلیف

قیشلاق کردن در نواحی خراسان کردند، امّا او باوجود سختی سرما از هرات به کابل روانه شد *

"قیشلاق اینجا باید کرد" گفته محمد برندوق[1] و ذوالنون بیگ بجد سعی ها می کردند، و اسباب قیشلاق وجای آنرا خوب سامان نمی دادند زمستان شد، در کوهستانی، که درمیان بوده، برف ها بارید- ازطرف کابل هنوز دغدغه بیشتر شد- اینهانی جای را بجهت قیشلاق سامان نمی دهند، نی درجای بسامانی قیشلاق میفرمایند، آخر ضرورت شد، صریح گفته نتوانستم، به بهانهٔ قیشلاق از هری در هفتم شعبان (سنه ۹۱۲ھ = ۲۴ دسمبر سنه ۱۵۰۶ء) برآمده در نواحی بادغیس در هریورت یک یک روز دو دو روز توقف کرده، کوچ همی کردیم، تا مردمی که بجهت تحصیل و کار و مهم بولایات رفته اند، آمده همراه شوند، آن مقدار مکث و درنگ شد که بعد از گذشتن از لنگر میرغیاث در کوچ دوم یاسیوم ماه رمضان دیده شد، تا ازآن جماعت که بجهت کار و مهم رفته بودند، بعضی از ایشان آمده همراه شدند- بعضی ها بعد از بیست روز یک ماه در کابل آمدند، و بعضی ها مانده، نوکر میرزایان[2] شدند، ازین جمله سیدیم علی دربان بود، آنجا مانده

[1] از امراء سلطان حسین میرزا مرحوم *

[2] یعنی پسران سلطان حسین میرزا *

نوکر بدیع[1] میرزا شد، از نوکرانِ خسرو شاه هیچ کس را مثلِ او رعایت نه کرده بودم، در وقتی که جهانگیر میرزا غزنی را پرتافته برآمد، غزنی بسیدیم علی داده شده بود و برادرِ زنِ خود دوست انگو شیخ را در غزنی مانده، خود به لشکر آمده بود، فی الواقع درمیان دو نوکران خسرو شاه ازین دو کس، که سیدیم علی دربان و محبّ علی قورچی باشند، بهتر کسی نبود، (سیدیم اخلاق و اطوار خوب داشت، در شمشیرِ خود بسیار مردانه مردی بود، و خانۂ خود بی مجلسی و صحبتی نبود، سخاوت بسیاری داشت، عجب بکفایت و بسامان کسی بود، ظرافت و لطافتِ او رنگین، و اختلاط و حکایتِ او شیرین بود، خوش خلق و حرّاف و هزال مردی بود، عیبش این بود که .... فاسق ... بود، در مذهبش هم انحرافی بوده یک چیزی منافق شیوه طور کسی بود، بعضی نفاق او را بهزل حمل می کنند، امّا بی چیزی هم نبوده، بدیع الزّمان میرزا در وقتی که هری را بدستِ غنیم داده پیش شاه بیگ می آمده است بجهتِ گفتنِ سخنِ منافقان درمیان، شاه بیگ میرزا و میرزا۔ سیدیم علی را کشته در آب هیرمند انداخته است، حکایت محبّ علی در ذیل وقائع خواهد آمد،

[1] پسر سلطان حسین میرزا که به شرکتِ برادرِ خود مظفر حسین میرزا جانشینِ پدرِ خود شده در هرات +

چغچران

از لنگر میر غیاث گذشته مواضع کنار غرجستان را زیر کرده
چغچران آمدیم، در وقت از لنگر گذشته بنواحیِ چغچران رسیدیم۔
پیوسته برف بود، هر چند که می رفتیم برف بلندی تر می شد،
در نواحیِ چغچران خود برف از رانِ اسب بلند تر بُود،
چغچران به ذوالنّون بیگ تعلّق داشت، میرک جان ایردی
نام نوکر او آنجا بود، جمیع غلهای ذو النّون بیگ را بها داده
گرفته شد۔ چون از چغچران گذشتیم بعد از دو سه روز

اوزنگوی

برف بسیار بسیار شد۔ از رکاب اسپ بلند تر بود، در اکثر
جاها پای اسپ به زمین نمی رسید، دیگر برف همیشه می بارید،
چون از چراغ دان[1] گذشتیم، هم برف بلند بود هم راه
نا معلوم شد، در نواحیِ لنگر میر غیاث به کابل به کدام راه
رفتن خود را کنگاش نموده شد، من و اکثری برین بُودم که
زمستان است، براه قندهار، اگرچه اندکی دُور تر است،
امّا بی تردّد و دغدغه رفته می شود + راهِ کوه دغدغه و تردّد است،
قاسم بیگ آن راه را دُور و این راه را نزدیک گفته بسیار
جهل کرد، آخر به همین راه شدیم،

سلطان نامی پشائیَ راهبر بود، نمی دانم از پیریش بود،
یا از دل پای دادن، یا از بسیاری برف بود، باری راه گم

---

[1] در وادی هری رود بالا +

کرد و سر نتوانست کرد[۱]، چون به سعی قاسم بیگ باین راه شده بودیم، قاسم بیگ به ناموس افتاده خود و پسرانش فرود آمده، و برف ها را زیر کرده، و راه پیدا کرده پیش می رفتند. و یک روز که هم برف بسیار بود و هم راه نامشخص، هر چند سعی کردیم نتوانستیم راه رفت، چارهٔ نیافته و برگشته، برجای که هیزم بسیار بود فرود آمده، شصت هفتاد جوان خوب را تعین کردیم، که بهمین راهی که آمدیم، همین پی را زیر کرده و برگشته در پایانِ قول[۲] از هزاره، و مردم دیگر که قیشلاق نموده باشند، راهبری از برای راه سر نمودن پیدا کرده بیارند، تا آمدن آنهای که به اردو[۳] رفته بودند، سه چهار روز ازین منزل کوچ ننمودیم، رفتها هم راهبر خوبی نتوانستند آورد، توکل کرده، سلطان پشائی را پیش انداخته، به همین راهی، که راه نیافته برگشته بودیم، روان شدیم، در آن چند روز تشویش ها و مشقتهای بسیار کشیده شد، چنانچه در مدت العمر این قدر مشقت کم کشیده شده بود، ..

نزدیک بیک هفته برف زیر کرده از یک کروه و نیم کروه زیاده کوچ نمی توانستیم کرد، برف زیر کننده من بودم با ده پانزده نزدیکی، و قاسم بیگ بود و دو پسرش تنگری بردی، و

[۲] قول A broad open valley between mountains

[۳] پنجاب یونیورسٹی کے قلمی نسخے میں "اوردو" ہے۔

[۱] نمود

قنبر علی با دو سه نوکرش - اینها، که مذکور شدند، پیاده گشته برف
زیر می کردیم، در هر قدم نهادن تا کمر و تا سینه فرو رفته برف زیر
میکردیم، بعد از رفتنِ چند قدم عمل شخصی که پیشتر بود، سوخته
می ایستاد، دیگر پیش می گذشت، این ده پانزده کسی، که برف
را زیر میکردند، آن قدر می شد که اسپ خالی را کشیده می شد
و این اسپ خالی که کشیده می شد و تا خوی گیر فرو رفته تا ده
پانزده قدم راه رفته مانده می شد، این اسپ را بگوشه کشیده
یک اسپ خالی دیگری را پیش کشیده می شد، به همین دستور
همین ده پانزده بیست کس برف زیر کردیم - اسپان همین ده
پانزده کس پیش کشیده میشد، دیگر تمام جوانانِ خوب وجماعت،
که امرا نام داشتند، از اسپ خود فرود نیامده در راه طیّار کوفته
زیر کرده در آمده، سرهای خود را پایان انداخته می آمدند - محل
آن نبود که به کسی تکلیف و زوری توان کرد، هر کسی را همتی
و جرأتی باشد، این طور کارها را خود طلبیده می کند، به همین
طریق برف زیر کرده و راه ساخته از و بجوکان نام جای در
سه چهار روز در پایان کوتل زرّین بخوال[1] یاقوتی نام خوالی
آمدیم، همین روز غریب چاپقونی[2] بود برف می بارید، چنانکه
بهمه وهم مُردن غالب شد، (مردم آن کوهستان غارها و

[1] بمعنی غار مبارک + [2] چاپقون بمعنی باد و باران است +

کاواکهارا خوال میگویند) در وقتِ رسیدنِ این خوال چاپقون بغایت تیز شد، در کنارِ همین خوال فرود آمده شد، برف بلند وراه یکرهه، براه کوفته و زیر کرده هم اسپ بحیله می رفت، روزها بغایت در کوتاهی، مردم پیش در روشنی روز در پیشِ این خوال آمدند. تا نمازِ شام و نمازِ خفتن مردم از آمدن ماندند، بعد ازان هر کس هر جا که ایستاده بُود، در همان جا فرود آمده، مردم بسیاری بر بالای اسب صباح کردند| خوال تنگ نمود، من در دهنِ خوال پاروی[1] گرفته برف را روفته از برایِ خود برابر نمد تکیه جای ساختم، برف را تا سینه کافتم هنوز بزمین نمی رسید، اندکی از باد پناه شد، همان جا نشستم. چندی بگفتند که در میانِ خوال بروید، نرفتم، در خاطر گذشت که همه مردم در برف و چاپقون و من در خانه گرم و در استراحت، همه الوس در تشویش و مشقّت اینجا من در خواب بفراغت، از مروّت دُور و از هم جهتی بر کنار کار یست، هر تشویش و مشقّت باشد به بینیم، هر طور مردم طاقت آوردند بایستند، ما هم بایستیم، یک مثلِ فارسی ست که "مرگ به یاران عید است" در آن طور چاپقون در چقوری[2] که کافته و ساخته

[1] پارو = Shovel ; Spade
[2] غار خُرد = dugout ; pit

بودم، نشستم | تا نماز خفتن برف آن چنان زور آورده بارید
که من بر سر پا نشسته ماندم، بر سر من و پشت من و
بر گوشهای من چهار انگشت برف نشسته بود، همان شب
در گوشِ من سرما تاثیر کرد، نماز خفتن، جماعت که غار را خوب
ملاحظه نمودند، فریاد کردند که خوال بسیار فراخ است، تمام
این مردم را جا می شود - این را که شنیدم، برف را، که بر سر و
روی من بود، افشانده در خوال آمدم، جوانانی را که در نواحی
خوال بودند هم طلبیدم از برای پنجاه شصت کس بفراغت جا
پیدا شد، آذوق[۱] و یخنی و تاوورداغ[۲] و هر چیز که حاضر بود
از هر که بود، آوردند، درین طور سرد و برف و چاپقون در عجب
جای گرم و امن بفراغتی آمدیم -

صباح آن برف و چاپقون ایستاد، پگاه کوچ کرده بهمان
دستور سابق برف زیر کرده و راه ساخته بر بالای دابان[۳]
برآمدیم، راه خود در نهایت تندی بالا می برآمده - کوتل زرین
می گفته اند تا بالا نه برآمده به پایان دره روان شدیم - پیش
از آنکه بپایانِ دابان برسیم، روز به آخر رسید - در دهنهٔ دره
منزل کردیم - آن شب سرمای عظیم بود به مشقت و صعوبت
بسیار آن شب را گذرانیده شد، دست و پای کسِ بسیار را

تاوورداق

[۱] توشه • [۲] Viands roasted in grease • [۳] بمعنی کوه •

اخی

سرما برد، پای کیپه را دست سیبوندوک ترکمان را و پای اخی
را همین شب سرما بُرد، صباح پگاه بپایان دره روان شدیم-
باوجود این که می دانستیم که این راه نیست، دیده و دانسته
توکّل کرده پایانِ دره روان شدیم- از جاهای بدوِ او چمه‌ها
فرود آمدیم- و نماز شام بود که از دهنه دره برآمدیم *
هیچ پیر کهن و کلان سال یاد ندارد که ازین کوتل در
وقتی که برف این قدر کلان باشد کسی گذشته باشد، بلکه درین فصل
معلوم نیست که عبور نمودن ازین کوتل در دلِ کسی گذشته باشد-
اگرچه از بلندی برف چند روزی خیلی تشویش دیدیم، امّا آخر
بسبب همین برفِ بلند خود را به منزل رسانیده شد- چراکه
اگر این مقدار برف بلند نمی بود از آن چنان بی راهه و او چمه
که می توانست گذشت- بلکه اگر برف بلند نمی بود در او چمه
اوّل اسپ و شتر و مردم تمام می ماند- ے

هر نیک و بدی که در شمار است    تا در نگری صلاحِ کار است

نمازِ خفتن بود که در یکه اولانگ فرود آمدیم، مردم یکه اولانگ
در وقتِ فرود آمدن از ما خبر یافتند و ما را بخانهای گرم بُرده
گوسفندهای فربه از برای ما آوردند و از برای اسپان کاه و جو

ے Steep mountain sides; here apparently the Bakkakpass is referred to.

بی نهایت جمع شد و هیزم و سرگین را نهایتی نی، از آن چنان سرما و برف خلاص شده این چنین ده و خانهای گرم یافتن، از آن چنان مشقّت و بلاها رهائی یافته آن چنان نان بسیار و گوسفند های فربه یافتن حضوریست، که این چنین مشقّت کشیدگان می دانند، فراغتی است، که این چنین بلاگذراندگان می شناسند۔ خاطر جمع و دل آسوده یک روز در یکّه اولانگ توقّف کردیم۔ و از یکّه اولانگ کوچ نموده دو فرسنگ راه آمده فرود آمدیم، صباح[۵۱] آن عید رمضان شد، از میانِ بامیان گذشته و از کوتل شبرتو فرود آمده به جنگلیک[ن] نرسیده فرود آمده شد۔ بجنگلک

هزارهٔ ترکمان با کوچ ها و مالهایِ خود بر سرِ راه قشلاق کرده بودند و از ما اصلا خبر نداشتند، صباح آن کوچ نموده درمیانِ آغیل[۵۲] ایشان و الاچوق[۵۳] های ایشان در آمدیم، دو سه آغیل بتاراج رفت، دیگران خانها و روزگارِ خود را پرتافته فرزندانِ خود را بکوه کشیدند . . . . . . [مردم] هزاره ها را دُنبال کرده بر کوه بر آمدند و مثل آهوی شکاری پیش انداخته شکار کردند . . . . پیشترک گذشتیم، از بلند پهاو

[۵۱] یکم شوال ۹۱۲ھ (= ۱۴- فردری ۱۵۰۷ء)، [۵۲] آغل بمعنی آغال و آن جای باشد که در کوه و صحرا بجهتِ خوابیدنِ گوسفندان سازند،
[۵۳] huts = کاشانه ٭

پستی های کوهستان گذشته، اسپ و گوسفند هزارها را پیش انداخته
به لنگر تیمور بیگ آمده فرود آمدیم .........

از لنگر سوار شده در برابر اشترشهر فرود آمده شد، از آن جا
پگاه سوار شده، نزدیک بشب از تنگی غوربند بر آمده بر سرِ پل
فرود آمدیم، اسپان را خنک کرده و آسوده ساخته، نماز پیشین
از سرپل سوار شدیم - تا تو تقاول[*] رسیدن برف نبود، چون
ازین مقام گذشتیم، هرچند رفتیم، برف بلند تر شد، درمیان
ذمّه یخشی و منار سرما آن چنان بود که مُدّت العمر آنچنان
سرما کم دیده شده بود ..... از کوه منار گذشته در دامنه
فرود آمده از سرما بی طاقت شده آتش ها روشن ساخته،
خود ها را گرم ساختیم ..... صبح نزدیک بود که از دامنهٔ کوه
منار سوار شدیم، درمیانِ کابل و منار برف تارانِ اسپ
بود، همه جا برف گرفته بود، کسی را که از راه می بر آمد، به
تشویش می گشت، این میان را تمام در برف فرو رفته
آمدیم، ازین جهت در وقت فرض به کابل به حیلهٔ تمام
رسیدیم -

---

* Lit. pass ; passage ل

# [۲- جنگ پانی پت]

ازانجا[1] کوچ کرده برانغار[2] جوانغار[3] غول[4] یسال راست ساخته "دیم" دیده شد [دیم، رسمی است که مردم لشکر را سوار کرده کمانی یا چابقی بدست گرفته، بدستوری که در میان ایشان مقرّر است، لشکر را تخمین نموده، از روی آن حکم می کنند که این مقدار لشکر خواهد بود] آن مقدار که قیاس می کردیم، آن مقدار لشکر در نظر نه در آمد،

در منزل فرمان شد که جمیع مردم لشکر فراخور حال خود ارابه سازند، هفت صد ارابه شد، به اُستاد علی قلی فرمان شد که بدستور روم درمیان ارابها بجای زنجیر، از خام گاو ارغامچی[5] ها تافته، بیک دیگر به بندد، درمیان دو ارابه شش هفت تورا[6] باشد، تفنگ اندازان در عقب این ارابها و تورها ایستاده تفنگ اندازند. بجهت ترتیب این اسباب، پنج شش روز در منزل توقف شد. بعد از طیّار و تکمّل شدن این اسباب تمام امرا و جوانی را هم، که سخن می دانستند، بکنگاش طلبیده کنگاش

کنگاچ

---

[1] یعنی از منزلی که بر کنار رود جون [جمنا] بود، در اواخر جمادی الاولی ۹۳۲ھ) بابر از شاه آباد (ضلع انباله) یک کروه درمیان کرده درکنار دریای جون روبروی سرساوه (ضلع سهارنپور) فرود آمده بود، ازان منزل کنار دریارا گرفته پایان رویه چند منزل کرده بود، حالا ازانجا کوچ کرده سوی پانی پت می آمد، [2] the right wing [3] the left wing [4] the centre، [5] ropes; cords، [6] mantlets .-

عامّ کرده، رای ها برین قرار گرفت، که پانی پت شهریست محلات[۱]
و خانهای بسیار دارد، یک طرف خانها می شود، اطرافِ دیگر را
هم به ارابه و تورا مضبوط کرده تفنگ انداز و پیاده از عقب
ارابها و تورا ها تعین می باید کرد - باین قرار کوچ نموده و یک
منزل درمیان کرده روز پنجشنبه سلخ[۲] جمادی الآخر [ ۹۳۲ھ ]
به پانی پت آمدیم،

دست راست محلات و شهر شد، پیش ما ارابها و تورا ها
که ترتیب داده بودیم، شد، در دستِ چپ و بعضی جاها خندق و شاخ
شد، و هر یک تیر انداز جا آن مقدار که صد، صد (و) پنجاه کس برآید،
جا گذاشته شد - بعضی از مردم لشکر خیلی متردد و متوهم بودند، توهم
تردد بی تقریب است - آنچه الله تعالی در ازل تقدیر کرده است،
دیگر نمی شود - اگرچه آنها را هم عیب کرده نمی شود، حق بطرف ایشان
بود - چراکه از وطن دو سه ماهه راه آمده شده بود، به غریب قومی کار
مردم اُفتاده بود، نی ما زبانِ آنها را می دانستیم، نی آنها زبانِ ما را

پریشان جمعی و جمعی پریشان گرفتار قومی و قومی عجائب[۳]

لشکر حاضر غنیم را یک لک تخمین می کردند - فیلِ او را و امرای
او را نزدیک بهزار فیل می گفتند که هست، از دو پدرش[۴] مانده

---

۱ Suburbs ؛ ۲ ۱۲- اپریل ۱۵۲۶ء
۳ شعر از سلمان ساوجی است ؛ ۴ یعنی سکندر و بهلول ؛

خزینهٔ خود در دستش بود.

در هندوستان یک رسمی است در وقت این چنین کار اُفتادن ها زر داده بمیعاد نوکر می گرفته اند، این مردم را بهبندی[1] می گویند. اگر اینچنین خیال میکرد یک دو لک هم نوکر می توانست گرفت، الله تعالی راست آورد، نی جوانانِ خود را راضی توانست کرد، نی خزینه خود را توانست قسمت کرد. جوانانِ خود را چگونه راضی توانست کرد که امساک بر طبیعتش بسیار غالب بود و خود به جمع نمودنِ زر بی حد طالب. بی تجربه جوانی بود، نی آمدنِ او به سرانجام بود نی رفتنِ او، نی ایستادنِ او باهتمام، نی جنگ کردن.

در آن فرصت، که در پانی پت اطراف و جوانب مردم لشکر به ارابه و شاخ و خندق مضبوط و مرتّب کرده می شد، درویش محمد ساربان به عرض رسانید که اینمقدار احتیاط که شد او چه امکان داشته باشد که اینجا بیاید، گفتم که تو اینها را به خانان و سلطانانِ اوزبک قیاس می کنی؟ آن[2] سال که از سمرقند بر آمده به حصار آمدیم، جمیع خانان و سلطانان اوزبک اتفاق کرده به عزیمت آمدن بر سر ما، که از دربند گذشتند، ما کوچ و مال و جمیع مغول و سپاهی را در محلات در آورده، محلات کوچه بند کرده مضبوط ساختیم، چون آن خانان و سلطانان حساب و یراغ ایستادن

---

۱؎ اصل: بدهند ۲؎ در ۹۱۸ھ = ۱۵۱۲ء

ورفتن را مین دانستند دیدند که مُرده و زنده را در حصار دیده حصار — نمی ن
را مضبوط کرده ایم. حساب آمدن بر سر ما را نیافته از نونداک[۱] ن برگشتند، — لوندآک ن
اینها را با آنها تشبیه مکن، حساب کار را و یراغ رفتن را
کجا می دانند. خدا راست آورد، همان طور که من گفته بودم، شد.

هفت هشتن روزی که در پانی پت بودیم، کم کم کس ها رفته — شب و ن
بر دائرهٔ او و مردم بسیار او، تیر می باریدند، آنها هیچ حرکتی و
جنبشی نمی کردند، آخر به رای بعض اُمرای دولت خواه هندوستانی
عمل کرده مهدی خواجه و محمّد سلطان میرزا و عادل سلطان
و خسرو شاه و میر حسین و سُلطان جنید برلاس و عبدالعزیز
میر آخور و محمّد علی جنگ جنگ و قتلق قدم و ولی خازن و
محب علی خلیفه و محمّد بخشی و جان بیگ و قراگوزین امیر — قوزی ن
سرداران را با چهار-پنج هزار کس به شبخون فرستادیم، اتّفاق
خوبی نتوانستند کرد، و پریشان رفته، کار رسیده نه کردند، صبح کرده
تا وقت روشن شدن نزدیک بدائرهٔ غنیم بودند، مردم غنیم هم
نقاره های خود را نواخته فیلهای خود راست کرده برآمدند. اگرچه
کاری نتوانستند کرد، امّا با آن مقدار کس بسیاری در آویخته
هیچکس را نگیرانده سالم و سلامت برآمدند، در پای محمّد علی
جنگ جنگ تیر رسیده، اگرچه مهلک نبود امّا روز جنگ بکار نیامد.

---

۱؎ نواح چغانیان +

این خبر را یافته، همایون را بالشکرش یک کروه، یک و نیم کروه پیش داوا از ایشان فرستاده، خود هم با لشکر مانده راست کرده بر آمدم. شبیخون رفتگان با همایون همراه شده آمدند. چون کس غنیم بیشتر نیامد ما هم برگشته فرود آمدیم، درین شب در اُردو غوغای غلطی افتاده تا نزدیک گزی¹ سوران بود و غوغا بود به مردمی که اینچنین غوغاها ندیده بودند خیلی تردّد و توهّم شد، بعد از یک زمانی غوغا برطرف شد،

[روز جمعه هشتم ماه رجب] وقت فرض از قراول خبر آمد که غنیم راست کرده می آید، ما هم جیبه پوشیده و براغ بسته سوار شدیم. برانغار [و جوانغار و دست راست غول و دست چپ غول و ایراول² فلان فلان بود]، عبدالعزیز میراخور را طرح³ تعیّن کرده بودیم، در اوچ⁴ برانغار ولی قیزیل و ...... را با مغولانش بتولغمه⁵ مقرّر کردیم، در اوچ جوانغار⁶ قراقوزی و [فلان و فلان] را بتولغمه راست ساختیم که بمجرد نزدیک رسیدنِ غنیم از عقب او بگردند.

در وقت نمودار شدنِ سپاهی غنیم بطرف برانغار میلِ او

---

¹ پیمانه جریب، ² the advance، ³ the reserve، ⁴ the point of the right wing، ⁵ the turning party, Troops posted in ambuscade, for turning the enemy, action of turning the flank of the enemy = ........ فوجیکه از عقب غنیم برآید، ⁶ the point of the left wing،

بسیار بود ازین جهت عبدالعزیز را، که در طرح معیّن بود، به
برانغار کومک فرستاده شد، سپاهی سلطان ابراهیم، که از
دُور نمودار شد، هیچ جا درنگ نموده تیزمی آمد- پیشتر که آمد
سپاهی ما که به آنها نمودار شد این ترتیب و یسال را که
ملاحظه کردند حصر شده، بایستم نایستم بیایم نیایم طور کرده، نی
توانست ایستاد، نی مثل پیش بی درنگ توانست آمد،

فرمان شد که مردمی که در تولغمه تعیّن شده بودند از دستِ
راست و دستِ چپ از عقب غنیم برگشته، تیر گذاشته، بجنگ
مشغول شوند- برانغار و جوانغار هم رفته بغنیم برسند، مردم تولغمه
ازعقبِ غنیم گشته تیرگذاشتن گرفتند، از جوانغار مهدی خواجه
پیشتر رسید، از روبروی مهدی خواجه یک فوج با یک فیل آمد،
اینها هم تیر بسیاری گذاشته آن فوج را گرداندند، به کومک
جوانغار از غول احمدی پروانچی [و فلان و فلان] را فرستاده
شد، در برانغار هم جنگ قائم شد- به محمدی کوکلداش [و فلان
و فلان] فرمان شد که در پیشِ غول از روبرو رفته بجنگ
مشغول شدند، اُستاد علی قلی هم پیش غول چند مرتبه خوب
فرنگیها[1] انداخت، مصطفی توپچی از دستِ چپ غول ضرب زنها انداخت،
برانغار جوانغار و غول و تولغمه گرداگرد غنیم را گرفته تیرباران[2] گذاشته

[1] field-cannon [2] Shower of arrows = تیر باران

بجد بجنگ مشغول شدند، یک دو مرتبه بطرف برانغار و جوانغار کوتاه حملها کردند - مردم ما تیر گذاشته به ضرب شیبه باز در غول انداختند، دستِ راست و دستِ چپ غول، همه در یک جا جمع شده، آنچنان غلو شده که نی پیش توانستند آمد نی راه گریختن توانستند یافت -

آفتاب یک قد نیزه بر آمده بود که انگیز جنگ شد - تا نیم روز شدن ضرب جنگ بود - نیم روز شده بود که اعدا مغلوب و مقهور و احبّا مبتهج و مسرور شدند بفضل خود و کرم الله تعالیٰ این چنین کارِ دشواری را بما آسان کرد و آنچنان لشکر بسیاری را در نیم روز بخاک یکسان کرد، پنج شش هزار کس نزدیک ابراهیم در یک جا به قتل رسیده بودند، دیگر هر جا مُردها را درین معرکه پانزده شانزده هزار کس تخمین می کردیم - در وقت آمدن آگره، از تقریر مردم هندوستان معلوم شد که چهل پنجاه هزار کس درین معرکه مُرده بوده اند -

یاغی را زیر کرده فرود آورده، روان شدیم، از پیش رَو اُمراءِ فرود آورده را و اوغانان را آوردن گرفتند، خیل خیل فیلان را با فیلبانهای آورده پیشکش کردند -

از عقبِ غنیم رفته از تابین خاصه قسمت های مرزا و بابا چهره و بوچکه را با همراهانش ابراهیم را بر آمده خیال

کرده قاوغونچی[1] تعیین کردیم که تا باگره رسیدن به تعجیل رفته خود را بآنجا رسانند، از میانِ اُردوی ابراهیم گذشته سراچهاو خانهای او را سیر کرده در کنارِ سیاه آبی فرود آمدیم۔

نماز دیگر بود که طاهر تبری ...... مردهٔ ابراهیم را درمیان مردهٔ بسیاری یافته سراو را بریده آورد۔

همین روز، همایون میرزا و خواجه کلان [ و فلان و فلان ] را تعیین کردیم که جریده تیز گشته آگره را بدست آورده خزانه را ضبط بکنند، مهدی خواجه [ و فلان و فلان ] را مقرّر کردیم که از پرتال[2] جدا شده یلغار نموده در قلعهٔ دهلی درآمده خزانه ها را احتیاط بکنند۔

صباح آن کوچ نموده یک کروه راه آمده بجهتِ مصلحت اسپان در کنار جون فرود آمدیم۔

دو منزل درمیان کرده روز سه شنبه [ ۱۲ - رجب ] مزار شیخ نظام اولیا را طواف کرده در برابر دهلی در کنار جون فرود آمده شد، همین شب چهارشنبه قلعه دهلی را سیر کرده شبش آنجا بوده صباح آن روز چهارشنبه از قلعه دهلی مزار پُر انوار خواجه قطب الدّین را طواف کرده مقبره و

---

۱ فوجیکه برای تعاقب غنیم مقرّر شود ( قاوغون = تعاقب ) ۔

۲ پرتال = lit. a horse laden with personal necessaries; hence, luggage.

عمارات سلطان غیاث الدّین بلبن و سلطان علاء الدّین خلجی و منارهٔ او را و حوضِ شمسی و حوضِ خاص را و مقابر و باغات سلطان بهلول و سلطان سکندر را سیر کرده در اُردو فرود آمده در کشتی فرود آمده عرق خوردن شد۔

شقداری دهلی را به ولی تیزبل عنایت کرده دوست را دیوانِ دهلی ساخته خزانهای که بود، مُهر کرده، در عهدهٔ اینها کردیم،

روز پنجشنبه از آنجا کوچ کرده در برابر تغلق آباد در کنارهٔ جون فرود آمده شد،

روز جمعه [۱۵ - رجب] در آن منزل توقّف کردیم، مولانا محمود و شیخ زین و بعضی دیگر رفته در دهلی نماز جمعه کرده بنام من خطبه خواندند، بفقرا و مساکین پارهٔ زر بخشش کرده به اُردو آمدند،

روز شنبه از آن منزل کوچ نموده کوچ بر کوچ عزیمت آگره کرده شد، من رفته تغلق آباد را سیر کرده در اُردو فرود آمدیم،

روز جمعه بیست و دوم رجب در محلاتِ آگره در منزلِ فرملی فرود آمده شد *

# انتخاب

از

# کلیله و دمنهٔ بهرامشاهی

## بابُ السّنّور[1] والجرذ[2]

رائ گفت برہمن را: "که شنودم داستانِ آن کس که بی رویت و فکرت، خود را در دریای حیرت و ندامت انداخته، و بستهٔ دامِ پشیمانی و غرامت گردانید۔ اکنون باز گوی داستانِ آن کس که دشمنان بسیار از چپ و راست و پس و پیشِ او در آیند، چنانکه در چنگالِ ہلاک و قبضهٔ تلف اُفتد۔ پس مخرج خویش در ملاطفت و موالات یکی از ایشان بیند...... و بسلامت به جهد...... و اگر ازین باب میسّر نتواند شد، گرد ملاطفت چگونه بر آید، و صلح بچه طریق التماس نماید؟"

برہمن گفت: "اغلب دوستی و دشمنی ثابت و قائم

[1] گربه، [2] قسمی از موش۔

نباشد، و هر آینه بعضی به حوادثِ زمانه استحالت پذیرد.....
و بسیار دوستی است که بکمال لطف رسیده باشد، و نما
و طراوت آن بر امتدادِ روزگار باقی مانده، ناگاه چشم
زخمی اُفتد، و به عداوت و استزادت کشد، و باز عصبیتهای
موروث و دشمنی های قدیم به یک مجاملت ناچیز گردد، و بناءِ
مودّت مستحکم. و خردمندِ روشن رای در هر دو باب.....
نه تألّفِ دشمن فرو گذارد، و نه طمع از دوستیِ او منقطع
گرداند، و نه بر هر دوستی اعتمادِ کلّی جایز شمرد. و دانای
عاقبت اندیش التماسِ صلح و مقاربتِ دشمن را غنیمت
پندارد، چون متضمّن دفعِ مضرتی و جلبِ منفعتی باشد،
برای این اغراض که یاد کرده شد. و هرکه درین معانی
وجه تدارک پیش چشم داشت، و طریقِ مصلحت بوقتِ
بدید، به حصولِ غرض و نجحِ مراد برسید. و از قرائن و اخوات
این حکایت موش و گربه است."

رای گفت: "چگونه است آن؟"

گفت: "آورده اند که به فلان شهر درختی بود، و در
زیر آن سوراخ موشی بود. نزدیکِ آن گربهٔ خانه داشت، و
صیّادان آنجا بسیار آمدندی. روزی صیّادی دام بنهاد،
گربه در دام اُفتاد. و موش به طلبِ طعمه از سوراخ بیرون

رفت، ناگاه نظر بر گربه انداخت - چون اورا بسته دید، شاد گشت - درین میان دید، که راسوئی از جهت او کمین کرده است - سوی درخت التفات نمود، بومی قصد او داشت - بترسید و اندیشید، که اگر باز گردم، راسو در من آویزد، و اگر پیشتر روم، گربه بر راه است - متحیّر شد، و با خود گفت: "در بلاها باز است و انواعِ آفت به من محیط - با این همه دل از خود نشاید بُرد ..... و هیچ پناهی مرا بهتر از سایهٔ عقل نیست، و هیچ کسی مرا دستگیر تر از سالارِ خردنے، و قوی رای به هیچ حال دهشت بخود راه ندهد، و خوف و حیرت را در حواشیِ دل مجال نگذارد - و مرا هیچ تدبیر به از صلحِ گربه نیست، که در عین بلا مانده است و بی معاونت من از آنجا خلاص نتواند یافت - و شاید بود، که سخنِ من بگوشِ خرد استماع نماید، ..... و بر صدق گفتارِ من وقوف یابد، و از نفاق بپرهیزد، و به طمعِ معاونت مصالحت من بپذیرد، و هر دو را به برکاتِ راستی نجاتی حاصل آید +

پس نزدیکِ گربه رفت، و پرسید: که "حال چیست؟" گفت: "مقرون به ابوابِ بلا و مشقّت"! موش گفت: "هرگز شنوندهٔ از من جز راست نشنوده است، و من همیشه به غمِ تو شاد بودمی، و ناکامیِ تو عینِ شادیِ خود شمردمی،

لیکن امروز در بلا شریکِ توام، و خلاصِ خویش در آن پندارم که بر خلاصِ تو مشتمل است. و در این خیانت و بدسگالی ندارم، نیز راسو را بر اثرِ من، و بوم را بالایِ درخت، می توان دید، و هر دو قصدِ من دارند، و دشمنانِ تو و من اند. هرگاه که بتو نزدیک شوم، قصدِ ایشان از من بریده گردد ؎

لقاءِ تو سببِ راحت است در ارواح
بقاءِ تو سببِ صحّت است در ابدان

اگر مرا ایمن گردانی، .... با تو پیوندم، و غرضِ من بحصول رسد، و بندهای تو همه را ببرم". ... گربه این سخن باور داشت، و دانست که چون صلاح هر دو جانب بدان مقرون است، آن را تقدیم باید کرد .... پس گفت: "واثق باش، و اعتماد کن، که هیچ کس از یافتنِ حسنات و ادراکِ سعادات از دو تن محروم تر نماند: اوّل آنکه بر کسی اعتماد نکند، و بگفتارِ خردمندان ثقت او مستحکم نگردد؛ دوم آنکه دیگران را از قبول روایت و تصدیقِ شهادت او امتناع اُفتد، و در آنچه نماید و گوید، خردمندان آن را خوار دارند، و من از عهدهٔ وفا و صدق سخنِ خود بمی آیم و می گویم: ؎

اگر یگانه شوی، با تو دل یگانه کُنم
زعشق و مهرِ دگر دلبران کرانه کُنم
وگر جفا کنی، و بگذری ز راهِ وفا
دو دیده تیرِ جفاءِ ترا نشانه کُنم

این ملاطفت بپذیر، و درین کار تاخیر منمای، چه رستگاریِ ما ببقاءِ یک دیگر متعلّق است"....

چُون گربه سخن موش بشنید، شاد گشت و گفت: "سخنِ تو بحق می ماند و من این مصالحت و مناصحت می پذیرم".

موش گفت: "چُون من بتو پیوستم، باید که ترحیبی[1] تمام و اجلالی بسزا رود، تا قاصدان نومید شوند و بازگروند، و من بفراغت و مسرّت بندهای تو ببرم". گربه گفت: "چنین کنم".

موش پیشتر آمد، گربه او را گرم پرسید، راسو و بُوم رفتند، و موش به آهستگی بندهای او را بریدن گرفت. گربه گفت: "زود ملول شدی، و اعتقاد بکرمِ عهدِ تو بخلافِ این بود، چوں بر حاجتِ خویش پیروز آمدی، مگر نیّت بَدَل کردی، و در انجاز وعده مدافعت می اندیشی؟"....

موش گفت: ـــ

[1] مرحبا گفتن.

"هرکس که در وفاء تو سوگند بشکند
پشت و دلش بزخم حوادث شکسته بادا!"

و بدان که دوستان دو نوع اند: اوّل آنکه بصدق و رغبت و آرزو به موالات گراید، دوّم آنکه از روی اضطرار صحبتی پیوندد، و هر دو جنس از التماس منافع و احتمال مضار غافل نتواند بود،

امّا آنکه بی مخافت به دواعی صفاء عقیدت افتتاحی کند، در همهٔ احوال باعتماد باشد، و آنکه به ضرورت در پناه دوستی آید، حالات میان ایشان متفاوت رود. گاه آمیختگی و مباسطت، وگاه دامن در چیدن و مجانبت و من بدانچه قبول کرده ام، قیام می نمایم، و در صیانت نفس مبالغت لازم می شمرم، چه مخافت من از تو، زیادت از آن طائفه است، که به اهتمام جانب تو از قصد ایشان ایمن گشتم، و قبول صلح تو برای ردّ حملهٔ ایشان فرض شناختم. و مجاملتی، که از جهت تو در میان آمد، هم برای مصلحت وقت و دفع مضرّت بود، که هر کاری را حیلتی است. و هر که صلاح آن ساعت را فروگذاشت، چگونه توان گفتن که او را در عواقب کارها نظری هست؟ و من تمامی بندهای ترا می برم، و هنگام فرصت آن

نگاه دارم، و یک عقده را برای گرو جان خود بر قرار میگذارم، تا بوقتی ببرم که ترا از قصدِ من فریضه تر کاری پیش آید، و بدان نپردازی که به من رنجی برسانی +"

و هم بر این جملت که تقریر اُفتاد، موش عقدها ببرید، و یک عقده بگذاشت - و آن شب ببودند، چندانکه سیمرغ سحرگاهی در اُفق مشرق پروازی کرد، و بال نورگسترِ خویش را بر اطراف بپوشانید، صیّاد از دُور پیدا آمد - موش گفت: "وقت آن است، که باقی ضمان خویش بادا رسانم." و آن عقده ببرید -

گربه به هلاکِ خود متیقّن شده بود، و بدگمانی و دهشت چنان بروی مستولی شده که از موش وی را یاد نیامد، پای کشان بر سرِ درخت رفت و موش در سُوراخ خزید - صیّاد دامِ گسسته و باطل شده برداشت و خائب و خاسر و نومید باز گشت +

دیگر روز موش از سوراخ بیرون آمد، گربه را از دُور بدید، کراهیّت داشت که نزدیکِ او رود - گربه آواز داد: که "تحرّز چرا می نمائی ... پیشتر آی تا مکافاتِ شفقت و پاداشِ مروّتِ خویش، هرچه بسزا تر، مشاهده کنی" +

موش از رُوی طبیعت احتراز نموده - گربه گفت: "دیدار

از من دریغ مدار، و دوستی و برادری را ضائع مکن، چه هر که دوستی را به جهدِ بسیار در دائرهٔ محبت کشد، و بی موجبی بیرون گذارد، از ثمراتِ موالات محروم ماند. و دیگر دوستان از وی نومید شوند ـــ

بدکسی دان که دوست کم دارد    زو بتر، چون گرفت، بگذارد
گهچه باز از تو باز گردد یار    سوی او باز گرو چون طومار

ترا بر من نعمتِ جان و منّت زندگانی است، و مادام، که عمرِ من باقی است، حقوق ترا فراموش نکنم. و از طلب فرصت مجازات .... فرو نایستم." سوگندان یاد کرد .... البته مفید نه بود.

موش جواب داد ...: "بدان که خلقتِ ما بر معادات بوده است، اکنون بر دوستی، که برای حاجت حادث شده است، چندان تکیه نتوان کرد. که چون موجب از میان خاست، لاشک بقرارِ عداوت باز گردد. و هیچ دشمن موش را چون گربه نیست، و هر دو تن را اضطرار حال و دواعی حاجت بدین مصالحت کشید، امروز، که موجب از میان برخاست، بی شبهت دشمنانگی تازه شود. و ترا با خویشتن آشنائی نمی شناسم، جز آنکه میخواهی بخوردنِ من ناهار بشکنی و به هیچ تاویل در عقلِ خود روا نمی دارم،

که به زرقِ تو مغرور شوم؟ ع

گربه را با موش کی بوده است مهرِ مادری؟

و به سلامت آن نزدیک تر که ناتوان از مصاحبتِ توانا، و عاجز از مقاومتِ قادر، پرهیز نماید، و هیچ چیز به حزم و سلامت از آن لائق تر نیست، که من از تو بحذر باشم، و تو از صیاد محترز - بر این اختصار باید نمود، که اجتماع ممکن نگردد ؛

گربه اضطرابی و جزعی و قلقی ظاهر گردانید، و گفت :

دلِ من همی داد گوئی گوائی
که باشد مرا روزی از تو جدائی
جدائی گمان برده بودم، و لیکن
نه چونان، که یک سو نهی آشنائی
نگارا ! من از آزمایش به آیم
مرا باش، تا بیش ازین آزمائی
ملی هر چه خواهد رسیدن به مردم
بر آن دل دهد هر زمانی گوائی

زمانی یک دیگر را برین کلمه وداع کردند و بپراگندند ؛

# انتخاب

از

# لطائفُ الطّوائف

مُصنّفهٔ

## مولانا علی بن صفی بن مُلّا حُسین واعظ کاشفی

(م سنہ ۹۳۹ ھجری)

# باب نهم

## فصل دوم - در لطائفِ شعرا نسبت بتوانگران و بخیلان

شاعری از برای بزرگی، که به بخل منسوب بود، قصیدهٔ گفت و در آنجا او را ستایش بسیار کرد - بعد از آن براو خواند' او نمی خواست که شاعر را صله دهد، بلکه میخواست که به تحیّتی برگذراند، و از سر باز کند - گفت: "ای فلان! نیک شعری گفتهٔ، اَحسَنَ اللهُ اِلَیکَ". (یعنی نیکی کند خدایِ تعالیٰ با تو، مرادش آنکه نیکی از خدا چشم بدار و بمن طمع مکن) - شاعر مرادش دریافت، و گفت: "اَحسَنَ اللهُ الیّ من مظهرك" (نیکی کند

خدا بمن لیکن از مظہر تو یعنی واسطۂ روزی من بسازد)۔ آن بزرگ را جواب او بغایت خوش آمد، و او را رعایت کلّی نمود۔

**شاعری** در مدح خواجۂ بخیل قصیدۂ بگفت، و بر او خواند، ہیچ صلہ نداد، یک ہفتہ صبر کرد، اثری ظاہر نشد، و قطعۂ تقاضای بگفت و بگذرانید، خواجہ التفات ننمود، بعد از ہفتۂ ہجو کرد، خود را بہ آن نیاورد۔ و شاعر بیامد، و بر درِ خانۂ او مُربع نشست۔ خواجہ بیرون آمد، او را بدید کہ بفراغت نشستہ است گفت: "ای مبرم بیحیا! قصیدۂ بگفتی، ہیچ ندادم؛ قطعۂ تقاضای آوردی، پروا نکردم؛ ہجو کردی، خود را بآن نیاوردم، دیگر بچہ اُمید اینجا نشستۂ؟" گفت: "بدان اُمید، کہ بمیری، و مرثیہ ات نیز بگویم، و بر مردم خوانم و بروم"۔ خواجہ بخندید و او را صلۂ نیکو بخشید۔

**خواجۂ** بیمار شد و بر بسترِ مرض اُفتاد، و آن بیماری امتداد یافت، و شاعری کہ آشنا و دوستِ او بود، در آن مُدت بعیادت او نیامد۔ چون خواجہ صحت یافت، با او ملاقات کرد، از رُوی گلہ مندی گفت: "این ہمہ بیماریِ صعب کشیدم، و تو یک بار مرا عیادت نکردی"۔ گفت: "معذور دار کہ بمرثیہ گفتن تو مشغول بودم"۔

**شاعری** را دیدند کہ از کوچۂ بخیلی بیرون آمد، خلعتی نو پوشیدہ۔ گفتند: "خواجہ این خلعتِ نو بہ تو دادہ باشد و این

کرم از و غریب و عجیب بوده است" شاعر گفت: "لا والله! بخل او بمرتبه ایست که اگر او را سرای باشد مشتمل بر چند صُفّهٔ بزرگ و خانهای بسیار، و تمام آن مالامال بود از سوزن، و یعقوب پیغمبر جمیع انبیاء مرسلین و ملائکهٔ مقربین را، علیهم الصلوات والسلام، بشفاعت آرد، و همه را ضامن خود گرداند، و از خواجه یک سوزن بعاریت خواهد که به آن پیراهن دریدهٔ یوسف صدیق علیه السلام را بدوزد، خواجه قبول نکند. اینچنین کسی چگونه مرا خلعت دهد". همان شاعر این مضمون را نظم کرده، بدینوجه ؎

لوانّ دارك انبتت لك واحتشت ابرا يضيق بها فضاء المنزل

واتاك يوسف واستعارك ابرة ليخيط قد قميصه لم تفعل

(معنی بیت اول آن است که): "اگر چنانچه در سرای بروید برای تو، و مملو شود سرای تو از سوزنها، بمثابهٔ که تنگ شود بسبب آن فضای منزل تو".

(معنی بیت دوم آنکه): "بیاید نزدیک تو یوسف علیه السلام، و طلب کند بعاریت از تو یک سوزن، تا بدوزد پیراهن دریدهٔ خود را، تو آن کار نکنی و به عاریت یک سوزن ندهی".

## فصل سوم - لطائف شعرا و ظرافتهای ایشان بایک دیگر

سلمان[1] ساوجی در هجو عبید[2] زاکانی که هجوگوی بی حیا و هزّال

[1] جمال الدین محمد سلمان متوفی ۷۷۸ هجری. [2] نظام الدین عبیدالله متوفی ۷۷۲ هجری.

بی محابا بوده است، این قطعه بگفت که ؎

جهنمی هجاگو عبید زاکانی مقرر است به بی دولتی و بی دینی
اگرچه نیست ز قزوین و روستازاده است ولیک می شود اندر کلام قزوینی

و در خراسان مشهور است که "فلان قزوینی شد" یعنی "در قهر شد و غلیظ گشت". چون این قطعه به عبید زاکانی رسید، برای تعرض سلمان از قزوین ببغداد رفت. اتفاقاً سلمان را بر کنار دجله یافت که به حشمت تمام با جمعی از اعیان بغداد و گروهی از شعرا و ظرفا نشسته بود پیش رفت و سلام کرد. سلمان گفت: "چه کسی و از کجائی؟" گفت: "مردِ مسکینم، و از ولایتِ قزوینم". گفت: "هیچ شعر سلمان یاد داری؟" گفت: "دارم". و این دو بیت بخواند. ؎

من خراباتیم و باده پرست در خراباتِ مغان عاشق و مست
می کشندم چو سبو دوش بدوش می برندم چو قدح دست بدست

پس گفت: "سلمان مردیست از اهلِ فضل و بلاغت، مرا گمان نیست که این شعر او گفته باشد، بلکه غالباً ظنِ من آنست که این شعر را زن او حسب حال خود گفته"......

سلمان در حضور ظرفا و اعیان عظیم بهم برآمد، و بغایت خجل شد و منفعل گشت، چنانچه عرق تشویر از جبین او روان گشت، و به فراست دریافت که او عبید زاکانی است، سوگند

بە او داد: "که تو فلان نیستی؟" گفت: "هستم"۔ پس با سلمان آغازِ عتاب کرد، که "تو خود را مردی فاضل و دانا می گیری، کسی که هرگز او را ندیدهٔ و حقیقتِ حالِ او ندانستهٔ و میانِ تو و او کلفتی که موجب مذمّت باشد واقع نشده، ہجو کردن چه معنی دارد؟ و من عزیمت بغداد خاص از برای گوشمال تو کرده بودم، و میخواستم که در مجلسِ بادشاه ترا سزا دهم، لیکن طالعِ تو قوی بود که بر کنارِ دجله بچنگِ من اُفتادی، تا اندکی بتو پرداختم"۔ سلمان برخاست و عذر خواهی کرد و با وی معانقه نمود و بخانه بُرد و بروی او صحبت ها برآورد۔

روزی حکیم انوری در بازارِ بلخ می گذشت۔ حلقهٔ دید که مردم بسیار جمع آمده بودند۔ پیش رفت، و سر درمیان آن حلقه کرد۔ مردی دید که در آن ایستاده و قصاید انوری بنام خود میخواند، و مردم او را تحسین می کردند۔ انوری پیش رفت وگفت: "ای مرد! این اشعار کیست که می خوانی؟" گفت: "اشعار انوری"۔ گفت: "تو انوری را می شناسی؟" گفت: "چه میگوئی؟ انوری منم"۔ انوری بخندید [و] گفت: "شعر دزد شنیده بودم، امّا شاعر دزد ندیده بودم"۔

طوس را به گاو نسبت کنند، روزی در مجلس میرزا بابر لطفی شاعر پهلوی طوسی شاعر اُفتاده بود، طوسی برسبیلِ

ظرافت از لطفی پرسید: "کہ کجائی؟" گفت: "پہلوی گاو"۔

میرزا میران شاہ فرزند امیر تیمور چون بحکومت تبریز رفت بملازمت مولانا محمد شیرین[1] مغربی رسید کہ از عرفاء شعرا است و آنجا مرید شد، و ہر ہفتہ یک بار بخانۂ او می رفت، بعد از چند وقت کہ بصحبت خواجہ کمال[2] رسید و لطافتِ صحبتِ او دید از مریدیِ مولانا محمد خود را باز چید و بر ملازمتِ خواجہ بپیچید، ہ ہر ہفتہ دو بار بخدمتِ خواجہ میرفت، و مولانا محمد از آن صورت بغایت برنجید۔ و داب خواجہ آن بود، کہ ہر صباح سفرۂ می نہاد و تمام اکابر و اعیان نیز بر سفرۂ او حاضر میشدند و ہر روز خواجہ را از آن جہت خرج کلی می اُفتاد۔ روزی میرزا میران شاہ کمر زرین مرصع بجواہر قیمتی بطریق نذر گویان پیش خواجہ فرستاد، کہ این را خرج سفرۂ کنند۔ خواجہ بفرمود تا آن را بفروختند، و بہای آن را کہ زر بسیار بود بہ تمام خرج یک سفرہ کردند۔ تمام خواص و عام تبریز را بر آن سفرہ حاضر گردانید، و ہیچکس نماند کہ نیامد، الّا مولانا محمد شیرین و اتباعِ او، کہ از آن سفرہ تخلف نمودند۔ در آن مجلس میرزا میران شاہ از بزرگی پرسید کہ "سبب چیست کہ مولانا محمد

---

[1] شاعر و صوفی مشہور متوفّی ۸۰۹ھ ہجری +

[2] یعنی کمال خجندی متوفّی ۸۳۰ھ ہجری +

نیامده اند؟» گفت: «غالباً درد مندی دارند.» میرزا از خواجه پرسید: که «مولانا! چه درد دارد؟» خواجه گفت که «دردِ کمر دارد».

## فصل چهارم - در لطائفِ عارفِ جام¹ نسبت به طوائفِ انام و شعرای ایّام

وقتی که ایشان در سفرِ حجاز به بغداد رسیدند، پیر جمال عراقی باجمعی از مریدان بدیدن ایشان آمد، و وَی شیخ معظّم بود که معتقد فیه اکثر خواص و عوام بود، و پوششِ او و مریدان او از سرتاپای همه پشمِ شتر می بود، چون چشمِ پیر بر ایشان اُفتاد، گفت: «جمالِ الٰهی دیدیم». ایشان نیز گفتند: «ما نیز جمال الٰهی دیدیم» (یعنی شتران خدا)

مولانا شیخ حسین در زمان میرزا سلطان ابو سعید محتسب باستقلال بود، چنانچه میرزا گفته بود که مولانا شریکِ ملکِ من است. روزی گبری را مسلمان ساخته بود و دستارِ خود بر سرش نهاده، و از خزانهٔ میرزا جامهٔ برای او گرفته بود، و سوار کرده با دُہل و نقاره و سرنای و کرنای، گرد بازارها میگردانید. پیش ایشان گفته شد، که مولانا امروز گبری را مسلمان ساخته و دستار خود بر سرش نهاده، ایشان گفتند: «مولانا شصت سال است که دستار به سرِ گبر می نهد».

روزی شیخ صدر الدین رواسی، که از جملهٔ خلفاء شیخ

¹ مولانا نور الدین جامی رح

زین‌الدین خوافی[1] بود، بسر میرزا آمده بود، پیش ایشان در رنگِ کرامات می گفت: "در نیمهٔ ماه رمضان این سال امکان دارد که وبا شود". یکی از اهلِ مجلس گفت: "امکان دارد که نشود". شیخ گفت: "امکان عقلی ندارد". حضرت مخدوم فرمودند: "امکان بی عقلی دارد".

روزی حافظ غیاث‌الدّین محدّث، که از مشاهیرِ علماءِ زمان بود، بیمار شد و ایشان بعیادتِ وی آمدند، حافظ از حقایق و معارفِ صوفیه سخن درمیان آورد، و چون تتبّعِ آن علم کم کرده بود و اصطلاحاتِ ایشان، کم ورزیده، بعضی مسائل ایشان مخالف اصطلاح گفت. ایشان در مقابلهٔ آن گفت و گوی سکوت کردند، چون از پیشِ حافظ رفتند، حافظ با جمعی از علما و فضلا، که بعد از آن بعیادتِ او آمده بودند گفت: "مولانا عبدالرّحمٰن جامی امروز اینجا حاضر بود، چندان از مسائل غامضهٔ صوفیه گفتم که گوش گرفت". این خبر بایشان رسید، فرمودند: "از آن سخنان که او گفت، گوش می باید گرفت".

شیخ الاسلام هرات، مولانا سیف‌الدّین احمد شنید، که ایشان بخانهٔ بعضی از مقربان سلطان حسین میرزا به عیادت رفتند و از طعام او خورده. گفت: "تا مولانا عبدالرّحمٰن جامی از طعام فلان تناول کرده ما دست از طعام اسلام شسته ایم".

[1] برای تذکرهٔ احوالش رجوع کنید به نفحات الانس (طبع کلکته) صفحه ۵۶۹، وفات شیخ در ۸۳۸ھ واقع شد.

این خبر بایشان رسید، فرمودند: که "تا مولانا سیف الدین احمد شیخ الاسلام شده است ما دست از اسلام شسته ایم".

**شیخی** پیش ایشان می گفت، که علماء و فقهاء مرا از سماع منع می کنند، حال آنکه من از طرفِ مادر شافعی مذہبم، و در مذہب شافعی سماع رواست۔ ایشان گفتند: "تو از طرفِ مادر سماع می کن".

**یکی** از شعراءِ سمرقند پیش ایشان نشسته بود، یکی از اہلِ مجلس ازو پرسید: "که در شہرِ شما شاعر بسیار ہست یا نی؟" گفت: "در شہرِ ما شاعر از سگ بیشتر است"۔ ایشان فرمودند: که "در شہرِ ما باری از سگ کمتر است".

**شاعری** مہمل گوی پیشِ ایشان گفت: که "دوش خواجہ خضر را، علیہ السّلام، بخواب دیدم، که آب دہانِ مبارک در دہنِ من انداخت"۔ ایشان گفتند: که "غلط دیدہ، خضر میخواست که تف بر روی و ریش تو افگند، تو دہن باز کردہ، در دہانِ تو اُفتادہ".

**یکی** از شعرا پیشِ ایشان گفت: "دیوانِ کمال و دیوان حافظ و صد کلمۂ حضرت امیر را، رضی اللہ عنه، جواب گفته ام"۔ ایشان فرمودند: که "خدا را چه جواب خواہی گفت؟"

**شاعری** پیشِ ایشان غزلی بخواند، گفت: "می خواہم که این غزل را در دروازۂ ملک بیاویزم تا شہرت کند"۔ ایشان

فرمودند: "چه دانند که این شعرِ تست، مگر آنکه ترا نیز پهلوی شعر بیاویزند"

شاعری مهمل گوی پیش ایشان می گفت: "چون بتخانۀ کعبه رسیدم، دیوان شعر خود را، از برای تیمّن و تبرّک، در حجر الاسود مالیدم" ایشان فرمودند: "که اگر در آب زمزم می مالیدی بهتر بودی"

یکی از شیخ زاده‌های شهر، که خالی از بلادتی نه بود، و دعویٔ شاعری و شعر می کرد، این غزل ایشان را تتبّع کرده بود، و پیش ایشان آورد که **بیت**

بس که در جان فگار و چشم بیدارم توئی
هر که پیدا می شود از دُور پندارم توئی

بعد از آنکه این غزل خود را تمام گذرانید، بر مطلع ایشان اعتراض کرد، که شما فرمودید:

"هر که پیدا می شود از دُور پندارم توئی"

شاید خری یا گاوی پیدا شود، ایشان گفتند: "پندارم توئی" آن شیخ زادۀ ساده این قدر نه دانسته بود، که همچنانکه در کلام عرب لفظِ "مَن" در غالب احوال از برای ذوی العقول میباشد و لفظِ "مَا" برای غیر ذوی العقول، در کلامِ فارسیان نیز لفظِ "که" برای ذوی العقول است و لفظِ "چه" برای غیر ذوی العقول ست، پس "هر که پیدا می شود" این معنی داشته باشد که "هر که از

جنسِ آدمیان پیدا شود".

**مولانا ساغری**، شاعری بود که بایشان بازگشتِ تمام داشت، وایشان گاه گاه باوی مطایبه می کردند.... و مولانا ساغری به بخل مُتّهم بود، وغرّهٔ رمضان پیش ایشان نشسته، و در آن روز شکّی اُفتاده بود در رویتِ هلال، وحاکمِ شرع منادی فرمود که مردم باید که تا وقتِ زوال چیزی نخورند. ایشان فرمودند: "مولانا ساغری باری علی الصبّاح چیزی خورده". یکی از اصحاب گفت: "به فراموشی خورده باشد". ایشان گفتند: "اگر در حجرهٔ خود خورده بفراموشی خورده".

**ایشان** درشانِ مولانا ساغری این قطعه فرموده اند:

ساغری میگفت: دزدان معانی بُرده اند،
هر کجا در شعرِ من معنی رنگین دیده اند،
دیدم اکثر شعرهایش را، یکی معنی نداشت،
راست میگفت آنکه" معنیهاش را دزدیده اند"

این قطعه شهرت کرد، چون بر مولانا ساغری خواندند پیشِ ایشان آمد، گله آغاز کرد و گفت: "خادمِ دیرینهٔ این آستانم، وشما قطعه فرموده اید، که در تمام شهر شهرت کرده، و مردم یاد گرفته اند، و هر جا میرسم، بر من میخوانند و میخندند، و این قطعه مرا رسوای عالم ساخته. ایشان فرموده اند که ما گفته ایم. "شاعری

میگفت "کاتبان و ظریفانِ شہر آن را بہ تصحیف "ساغری" ساختہ اند۔

روزی مولانا ولی نام کسی، نزدِ ایشان آمدہ بود، و او قوی نادان و سادہ لوح بود، کہ الفاظ ناموزون بریکدیگر می بست و آنرا نظم خیال میکرد، و بقید کتابت در می آورد، و ہمہ جا میخواند، و مردم میخندیدند۔ پس از ایشان منشور نامہ طلبید و ابرام و مبالغہ از حد گذرانید و بروح عزیزان سوگند داد، کہ البتہ برای من چیزی نویسید، کہ بآن درمیانِ شاعران و ظریفان مفاخرت و مباہات کنم، ایشان دوات و قلم و کاغذ طلبیدند۔ برای مراعات خاطر او این رقعہ در مجلس نوشتند: کہ "خدمت مولانا ولی فقیران را بحضور خود مشرّف ساخت و بخواندنِ اشعار دلآویز ولپذیر خود بنواخت، پایۂ شعرش از آن بلند تر است کہ در تنگنای وزن گنجد، یا کسی تواند کہ آن را بمیزانِ طبع سنجد"۔

# فصل ششم در بدیہہ گفتنِ وزرا و بدیہۂ شعرا پیش ایشان

(بزرگان گفتہ اند ہرگز وزیری باستحقاق نظام[۱] الملک ماضی کہ وکیل سلطان جلال الدین ملک شاہ سلجوق است برمسندِ وزارت ننشستہ۔ در آخر کار اہلِ سعایت مزاج سلطان را بر و متغیر ساختند۔ و ترکان خاتون کہ حرمِ بزرگ سلطان بود،

[۱] نظام الملک طوسی۔

بتربیت ابو الغنائم تاج الملک فارسی مشغول شد، و سُلطان او را برای استرضای خاطرِ ترکان خاتون بجای نظام الملک نصب کرد، و منصب خطیرِ وزارت و نقابت بوی ارزانی داشت۔

یک سال و چهار ماه ابو الغنائم بی استحقاق، وزارت و نقابت کرده۔ خواجه نظام الملک در آن مدّت مصادرها داد۔ در یورش بغداد، جمعی از ملاحده در حدودِ نهاوند خواجه را کارد زدند، و به آن زخم بدرجۂ شهادت رسید، و در وقت نقل از عالم قطعه بر بدیهه بگفت، و نزدِ سُلطان فرستاد و در دلِ سُلطان اثر عظیم کرد، و بسیار بگریست، و بر کردۂ خود اظهارِ ندامت کرد، و آن قطعه اینست: قطعه

چل سال باقبالِ تو ای شاه جوان بخت زنگِ ستم از چهرۂ آفاق ستردم
طغرای نکونامی و توقیع سعادت نزد ملک العرش بالطاف تو بردم
چون شد ز قضا مدّتِ عمرم نو و دو شش در حدّ نهاوند بیک زخم بمردم
بگذاشتم آن خدمت دیرینه بفرزند او را بخدا و بخداوند سپردم

خواجه شمس الدّین محمد صاحب دیوان که بعد از نظام الملک، باستعداد و قابلیتِ او وزیری کم بوده است و به غایت کرم پیشه و عالی همّت بود، و رساله شمسیّه[1] در منطق، بنامِ اوست۔ روزی در دیوانِ وزارت بر مسندِ حکومت نشسته بود، یکی از فضلاءِ شعرا رقعۂ بدستِ او داد که در آن رباعیی در مدح

---

[1] نجم الدین علی الکاتبی نے یہ رسالہ خواجہ شمس الدین محمد کی فرمائش پر لکھا تھا۔ سپرنگر نے اُسے شائع کیا ہے۔

او گفته بود، و آن این است: رُباعی

دریا چو محیط است، کفِ خواجه نقط — پیوسته بگرد نقطه میگردد خط
پروردهٔ تو که و مه و دون و وسط — دولت ندهد خدا کسی را به غلط

خواجه قلم برداشت، و بی تامّل در جواب او این رباعی نوشت، و بر ظهر رقعهٔ شاعر نوشت، و مُهر کرده بدستِ وی داد: رُباعی

سیصد برهٔ سفید چون بیضهٔ بط — کانرا ز سیاهی نبود، هیچ نقط
از گلهٔ خاصِ ما نه از جای غلط — چوپان بدهد بدست دارندهٔ خط

خواجه شمس الدین محمّد را در قراباغ تبریز چهارم ماه شعبان سنه ثلث وثمانین وستمایة بحکم ارغون خان بقتل رسانیدند و مجد همگر که فاضل و دانشمند و بی نظیر وقتِ خود بود، و ملک الشعراء عراق وفارس و معاصر شیخ مصلح الدّین سعدی، و ندیم مجلسِ سعدِ زنگی، که شیخ کتاب گلستان را بنامِ او نوشته، در مرثیهٔ خواجه شمس الدّین محمّد رباعی بر بدیهه گفته شیخ سعدی آنرا شنیده، وبسیار گریسته، و مجد همگر را بر آن شعر تحسین و تعریف کرده،

رُباعی

در ماتمِ شمس از شفق خون بچکید — مه چهره بکند، و زهره گیسو ببرید
شب جامه سیاه کرد در ماتم، و صبح — بر زد نفس سرد و گریبان بدرید

و شعراءِ متاخرین اتفاق دارند، که هیچ شاعری از متقدّمین و متاخّرین، در مرثیهٔ اکابر، مثل این را رُباعی نگفته است، الّا

امیر شاهی سبزواری، که در فوت میرزا بایسنغر این رُباعی گفته، والحق گوهری قیمتی سُفته و آن این ست: **رُباعی**

در ماتم تو دهر بسی شیون کرد    لاله همه خون دیده در دامن کرد
گل جیب قبای ارغوانی بدرید    قمری نمد سیاه در گردن کرد

**شاهفور نیشاپوری** شاعر فاضل بود، شاگرد ظهیر فاریابی است، و تربیت یافتهٔ خواجه نورالدّین منشی که وزیر با استقلال سُلطان جلال الدّین محمّد خوارزم شاه است ـ و خواجه بغایت فاضل و دانا بوده، امّا به ادمان شرب مبتلا بود، چون نوبت اوّل شاهفور بدر خانهٔ او آمد، بار نیافت، همچنین پنج بار پیاپی آمد، و ملاقات میسّر نشد ـ آخر خواجه را خبر کردند که شاهفور نیشاپوری مردی فاضل و شاعر و مشهور عراق و خراسان است، و پنج بار شد که بدر خانهٔ تو می آید، و بار نمی یابد، مناسب آن ست که التفات فرموده، او را بخوانی، و در مجلس خود بنشانی ـ خواجه کسی بوی فرستاد که اوّل مناسب حال ما بدیهه بگوی، تا قوّت طبع تو از شعر معلوم کنم، پس با تو صحبت داریم ـ شاهفور بر بدیهه این رُباعی بگفت و نوشته پیش خواجه فرستاد: **رُباعی**

فضل تو و این باده پرستی باهم    مانند بلندی است و پستی باهم
حال تو بچشم ماه رویان ماند    کانجاست مدام نور و مستی باهم

خواجه نورالدّین را این رُباعی بسیار خوش آمد، و او را پیش

خود خواند و به تربیت او متوجه شد.

**جلال الدّین عضد** از افاضلِ شعراست و از ساداتِ یزد است، و پدرش در زمانِ دولتِ محمّد بن مظفر مقدّم ساداتِ ولایتِ خود بود. روزی محمّد بن مظفر بمکتب خانه در آمد، سیّد زادهٔ را دید با روی چون ماه و دو گیسوی سیاه، که خط می نوشت. از معلّم پرسید که: "این جوان چه کس است؟" گفت: "پسر سیّد عضد یزدی است، و جلال الدّین محمّد نام دارد، درین سن بسی فضائل کسب کرده، و انواعِ شعر را بغایت نیک می داند، و اصنافِ خط را بسیار خوب می نویسد." محمّد بن مظفر گفت: "چیزی بر بدیهه بگوی و بنویس، تا شعر و خطِ ترا ملاحظه و مشاهده کنم."
او بر بدیهه، این قطعه بگفت و نوشت و بدستش داد: **قطعه**

چار چیز است که در سنگ اگر جمع شود　　لعل و یاقوت شود سنگ بدان خارائی
پاکیِ طینت و اصلِ گهر و استعداد　　تربیت کردنِ مهر از فلکِ مینائی
با من این هر سه صفت هست، چه می باید؟　　تربیت از تو، که خورشیدِ جهان آرائی

محمّد بن مظفر از لطفِ شعر و حُسنِ خط او متحیّر شد، و پدرش سیّد عضد را طلبید و گفت: "می خواهم، که فرزندِ تو پیشِ من باشد، تا به تربیتِ او، چنانکه شاید و باید، قیام نمایم، که عجب قابلیتی دارد و اگر تربیت یابد نادرهٔ زمان و اعجوبهٔ دوران می شود، و بعد چندی اورا نزدِ من آر." پس ده هزار دینار صله بوی داد، و او تحصیلِ

علوم اشتغال نمود، و متداولات بورزید، وکسب فضائل بسیار کرد، و در فنونِ شعر ماهر شد. برای آل مظفر قصاید غرا بگفت، و رعایتهای کلّی یافت *

سیّد شرف الدّین رضاءِ سبزواری از ساداتِ عریضی بوده، که بصحّتِ نسب مقرّرند، و در شعر طبع بلند داشت، و پدرانِ او در عهدِ سربدارانِ سبزوار وزارت کرده اند. و در زمانِ میرزا شاهرُخ پیشوائی و کلان تری مردم سبزوار تعلّق بوی داشت، و از و پیش خواجه امیر احمد خوافی، که چهل سال وزیر با استقلال میرزا شاهرخ بود جمعی سعایتی کرده. خواجه کسی فرستاد تا سیّد را بند گران بر پای نهاده، از سبزوار به هرات آوردند. و کسی پروای او نکرد، و مُدّتی آن بندِ گران بر پای او بماند. و در آن وقت در هرات پیری بود، هفتاد ساله، در کمال برودت و خنکی، که او را میر ویس صدر میگفتند. و عادتِ او آن بود، که هنوز آفتاب در حوت بُودی که کلاهِ نوروزی از نمد سفید بر سر می نهاد، و در آن سن بآن برودت که او داشت، آن کلاهِ نوروزی بر سرِ او عظیم خنک می نمود. و آن کلاهِ نوروزی او در برودت و خنکی در هرات ضرب المثل بود. روزی خواجه پیر احمد فرمود، که تا سیّد را بآن بند گران بر سرِ دیوان آوردند. اتّفاقاً در آن مجمع میر ویس صدر کلاهِ نوروزی بر سر نهاده حاضر بود. خواجه رو به سیّد کرده و

گفت: "شنیده ام که تو شعر را نیک می گوئی، و بدیههٔ روان داری، بگوی در حسب حال میرویس و کلاهِ نوروزيِ او- سید فی الحال این رُباعی را بگفت: رُباعی

ای آصف جم مرتبهٔ کیوان قدر     مانند هلال، حلقه در گوش تو، بدر
بسیار خنک شداست در شهر هرات     زنجیر من و کلاه نوروزیِ صدر

خواجه را آن رُباعی بسیار خوش آمد، بفرمود تا بندِ گران از پای او برداشتند، و او را خلعتِ خاص و صلهٔ کلی دادند، و نشان امضا کرده به آبروی تمام بسبزوار باز فرستادند+

# فصل هفتم- در بدیهه گفتنِ شعرا با یک دیگر

فردوسی طوسی بی نظیر زمان خود بُوده، و شاهنامه بر فضل و کمالِ او دلیلی واضح است ولایح- نام وی حسن بن اسحٰق بن شرف شاه است، و از دهقان زادهای طوس بوده، و در مبادیِ حال بامر زراعت شغل گرفته- و گویند عمید والی طوس چار باغی در غایت خوبی ساخته بود، آنرا فردوس نام نهاده، و پدر او اسحٰق بن شرف شاه بتربیتِ آن باغ مقرر بود، و وی باین نسبت و مناسبت فردوسی تخلّص کرده- و عاملِ طوس برو ظلمی کرده، وی بغزنی رفته از برای دادخواهی، و آنجا بوسیلهٔ عنصری بمجلس سلطان محمود غازی رسید، و شعر گذرانید، و

سلطان او را بنواخت، و بنظم شاهنامه مشغول گشت ـ روز اوّل، که بغزنی رسید، ب.. درگاه سلطان سیر میکرد، و وسیلهٔ می جست که خود را بنظرِ سُلطان رساند ـ ناگاه مجمعی دید واز کسی پرسید: که "اینها چه مردم اند، که این جا جمع شده اند؟" گفت: "شعراءِ پای تخت سلطان اند، واین مرد عنصری ملک الشعرا ست، با دو شاگرد خود فرّخی و عسجدی، که هر دو فاضل وقادر بر سخن اند ـ پیش رفت و سلام کرد ـ عنصری گفت: "چه کسی که غریب می نمائی؟" گفت: "مردی شاعرم، واز جانب طوس آمده ام" ـ گفت: "بیا بنشین، که تا باهم بدیهه گوئیم وطبع آزمائی کنیم" ـ فردوسی بیامد، و پهلوی عسجدی بنشست ـ عنصری گفت: "ما چهار شاعریم ـ رُباعی بمشارکت بگوییم، که هر کس یک مصراع بگوید" پس عنصری آغاز کرد، مصراع اوّل را چنین گفت: ع

چون طلعتِ تو ماه نباشد روشن

مصراع دوم را فرّخی گفت: ع

چوُن قامت تو سرو نخیزد ز چمن

مصراع سویم را عسجدی گفت: ع

مژگانت همی گذر کند از جوشن

مصراع چهارم را فردوسی گفت: ع

مانند سنانِ گیو در جنگِ پشن

ن مانند رخت گل نبود در گلشن +

چون عنصری از فردوسی این مصراع شنید، بر سبیل تعجب در یاران نگریست - بعد از آن فردوسی را گفت: "ازین مصرع چنان معلوم می شود، که ترا بر تاریخ ملوک عجم اطّلاعی تمام است." و این بدیهه را بسمع سلطان رسانید، و فردوسی را بمجلسِ او برد - چون سُلطان بر فضائل و کمالاتِ او وقوف یافت - و قوّتِ طبع او را بر سخن معلوم کرد، بنظمِ شاهنامه حکم فرمود - و او در آن نظم داد سخن داد +

شمسُ الدّین طبسی ماضی، عالم و فاضل و خوش طبع بوده است، و چون آوازهٔ علم و فضل و شعر و طبع صدر الشریعه شنید، از خراسان بعزم صحبت او به بخارا رفت، و از گرد راه بمدرسهٔ او در آمد، سلام کرد، و در حوزهٔ درس بنشست - وقتی که او بشاگردان قصیدهٔ میخواند که آنرا شب تمام کرده بود، و هر یکی از شاگردان بقوّتِ طبع خود در آن سخنی می گفتند، و دخلی میکردند، و از آن قصیده است این [سه] بیت: ؎

برخیز که صبح است و شراب است مُن و تو
وآواز خروس سحری خاست ز هر سُو

برخیز که برخاست پیاله به یکی پا
بنشین که نشسته است صُراحی بدو زانو

از شیشهٔ مینائیِ زنگین خور و بفگن
سنگی تو برین شیشهٔ گردندهٔ مینو

درین اثنا صدر الشریعه در او نگریست، او را نیک متوجّه یافت، گفت: "ای مردِ غریب! در شعر هیچ وقوفی داری؟" گفت:

"موزونی از ناموزون فرق می توانم کرد". گفت: "این شعر چون شعریست؟" گفت: "کلام موزون است". طلبۂ درس دراو افتادند که چرا به ازین صفت نکردی؟ گفت: "اگر من بدیهۃً به ازین بگویم، شما چه میگوئید؟" گفتند: "ترا در شعر مسلّم داریم والّا ترا بیازاریم". او کاغذ و قلم و دوات را طلبید، وبی تاٴمّل آن قصیده را پنجاه بیت جواب داد در مدّت یک دو ساعتِ نجومی، و ازآن قصیده چهار بیت این است: ؎

از روی تو چون برد صباطره به یک سو — فریاد برآورد شب غالیه گیسو
از شرم خط غالیه بوی تو فتادست — در وادی غم با جگر سوخته آهو
آن زلفِ شب آسا، رُخ روز نمایت — چون عنبرو کافور بهم ساخته هر دو
جانان دل مجنون مرا چند باری — زنجیر کشان تا بسر طاق دو ابرو

چون صدر الشریعه قوّتِ طبع او دید او را بر همه شاگردان متقدم نشانید. بعد ازان او را بشناخت، و بخانه بُرد، وکما ینبغی بحال او پرداخت. و او چندگاه در حوزۂ درسِ اُستاد بود و استفادۂ علوم نمود +

امامی هروی عالمی بوده است بعلومِ نقلی وعقلی، و از اقرانِ شیخ مصلح الدّین سعدی ست، و مجد همگر شعر او را در برابر شعر شیخ سعدی ترجیح کرده، چنانچه درین رُباعی گفته: رُباعی

ما گرچه بنطق طوطیِ خوش نفسیم — بر شکّر گفتهای سعدی مگسیم
در شیوۂ شاعری به اجماعِ اُمم — هرگز من و سعدی بامامی نرسیم

روزی فخر الملک، که از اکابر افاضل زمان بود، قطعهٔ گفته و بدست قاصدی داده، بطریق استفتاء نزد امامی فرستاد- قاصد را وصیت کرد، که از پا ننشینی تا جواب نگیری- قطعه این ست: ؎

سر افاضل دوران، امام ملت و دین، پناه اہل شریعت، درین چه فرماید
که گربهٔ سرده قمری و کبوتر را به شب، زتن، بتعدی وظلم، برباید
خدایگان کبوتر بحکم شرع و قصاص، به خون گربه اگر تیغ برکشد، شاید؟

قاصدِ فخر الملک چون این قطعه گذرانید و جواب را فی الفور طلبید، امامی قلم برداشت و بدیهه جواب او را بر ظهر رقعه این قطعه نوشت و فی الحال باز فرستاد: ؎

ایا لطیف سوالی! که در مشامِ خرد زبوی نکہت خلقت نسیمِ جان آید
بگربه نیست قصاصی، که صاحبِ ملت چنین قصاص بشرع متین نه فرماید
نه کم زگربه بیدست گربهٔ صیاد که مرغ بیند بر شاخ و پنجه نکشاید
اگر بساعد و بازوی خود سری دارد بخون گربه ہمان به که دست نالاید
بقاءِ قمری و عمر کبوتر ار خواہد قرار گاه قفس را بلند فرماید

سلمان ساوجی و سراج قمری قزوینی در مجلس بعضی حکام که جمعی اکابر و افاضل حاضر بودند، بایک دگر مناظره و مشاعره کردند- میر مجلس حکم کرد که ہر دو برین مصراع مشہور که ع

"ای بادِ صبا این ہمه آوردهٔ تست"

طبع آزمائی کنند و دو رباعی بگویند- اوّل سلمان بدیہه گفت: رباعی

ای آب روان سرو برآوردهٔ تست ای سرو چمان چمن سراپردهٔ تست
ای غنچه عروسِ باغ پروردهٔ تست "ای بادِ صبا این همه آوردهٔ تست"

بعد از او سراج قمری بی تأمل گفت: رباعی

ای ابرِ بهار خاره پروردهٔ تست ای خار درون غنچه خون کردهٔ تست
گل سرخوش ولاله مست ونرگس مخمور "ای بادِ صبا این همه آوردهٔ تست"

ناصر بخاری شاعری فاضل درویش مشرب بود و عمری در سیاحت گذرانیده، و این بیت مشهور از وست: ؎

درویش را که گنج قناعت مسلّم است
درویش نام دارد و سُلطان عالم است

و این مطلع قصیده ایست که در او ابیاتِ نیکو درج کرده. گویند وقتی بسفرِ حج می رفت، ببغداد رسید، و بر کنار دجله سلمان را با جمعی از فضلا و شعرا نشسته دید، پیش ایشان رفت و سلام کرد. اتّفاقاً فصل بهار بود، و آبِ دجله طغیان عظیم داشت، سلمان گفت: "چه کسی؟" گفت: "مردِ شاعرم." گفت: "بدیهه می توانی گفت؟" ناصر فرموده: "تواند بود" سلمان بر بدیهه این مصراع گفت: ع

دجله را امسال رفتاری عجب مستانه بود

ناصر علی الفور گفت:

پای در زنجیر و کف بر لب مگر دیوانه بود

سلمان را و سائر حضّار را حیران ساخت سلمان گفت: "از کجائی؟" گفت: "از بخارا" گفت: "ناصر بخاری نباشی؟" گفت: "بلی ناصرم" سلمان برخاست، او را در برگرفت و پہلوی خود بنشاند، پس او را بخانہ برُد۔ تا ناصر در ہمان جا بود، سلمان بخدمتِ وی قیام نمود +

خواجہ علی بن شہاب ترشیزی شاعر فاضل بودہ و میانِ وی و شیخ آذری کہ حمزہ نام اوست، مناظرہ و مشاعرہ واقع شد۔ روزی در مجلسی کہ بسی از فضلا و شعرا بُودند، شیخ آذری او را مخاطب ساختہ این رُباعی بر بدیہہ گفت: رُباعی

سرِ دفتر ارباب ہنر خواجہ علی ست     ای آنکہ ترا لطف طبیعت ازلی ست<br>
خواہی تو مرا پسند و خواہی مپسند     داند ہمہ کس کہ حمزہ اُستادِ علی ست

و خواجہ علی بن شہاب، از روی بدیہہ، بی توقف جواب او گفت: رُباعی

ای حمزہ بدان کہ عرش حق جای علی ست     بر دوش رسُول از شرف پای علی ست<br>
اُستاد علی ست حمزہ در جنگ، ولی     صد حمزہ بفضل و علم، لالای علی ست

مولانا حسن شاہ بدیہہ گو درین فن بی نظیر زمان بود، روزی از خیابان ہرات بشہر می آمد، و میرزا منوچہر، جوانی صاحب جمال و خوش طبع از اولادِ امیر تیمور، از شہر بخیابان می رفت۔ بر روی پل روان دروازۂ ملک بہم رسیدند۔ میرزا، کہ مولانا حسن شاہ

را دید، فی الحال چشم پوشید، و گفت: "چشم نخواهم کشاد الّا وقتی که بر بدیهه بیتی گفته باشی". مولانا حسن شاه فی الفور گفت:

ازآن چشم پوشیده شاه از گدا — که پوشیده‌نی چشم داریم ما

مرزا بخندید، و چشم بکشاد و خلعتی گران مایه داد۔

# فصل ہشتم۔ در بدیهه که عرفا و شعرا در وقتِ وفات گفته اند

چون اوکتای خان در شهر اصفهان قتل عام کرد، خواجه کمال الدّین اسماعیل آنجا بدرجهٔ شهادت رسید۔ و وی عالم و فاضل و قادر بر سخن و ماهر در فنونِ شعر بوده است، چنانکه بزرگان وی را "خلّاق المعانی" گفته اند۔ و گویند که در آن وقت که یکی از لشکریان وی را زخمی کاری زده بود، این رباعی بر بدیهه بگفت، و بخون خود بر دیوارِ خانه نوشت: رُباعی

دل خون شد و شرطِ جانگدازی این است — در حضرتِ او کمینه بازی این است

با این همه خود هیچ نمی یارم گفت — شاید که مگر بنده نوازی این است

راقم این رساله و قائل این مقاله از والدِ خود، علیه الرحمة، چنین شنیده، که این رُباعی از حضرت فرید الدّین عطّار ست، قدّس سرّهٗ، که در وقت قتلِ عام نیشاپور یکی از لشکریانِ هلاکو شیخ را شهید کرد، در آن وقت شیخ برین وجه خواند: رُباعی

در راه تو رسم سرفرازی این است  عشاقِ ترا کمینه بازی این است
با این همه از لطفِ تو نومید نیم  شاید که ترا بنده نوازی این است

چون ہلاکو خان در نیشاپور قتل عام کرد، یکی از مغولان تاتار دست شیخ عطّار گرفته بود، و می برد که او را در مقتلِ عام سر از تن بردارد۔ شیخ را درآن حال وقت خوش گشته بود، و توحید غلبہ کردہ، روی در قاتل کرد و گفت: "باین کہ تاج نمدی بہ سر نہی، و تیغ ہندی بر کمر بندی، واز جانب ترکستان بہ مکرو دستان بر آئی، پنداری کہ ترا نمی شناسم"۔ پس درآن محل کہ آن لشکری تیغ از نیام برکشید و شیخ را بر سر پا نشانید، شیخ قدس سرہٗ، بدیہہ این رُباعی گفتہ: **رُباعی**

دلدار بہ تیغ بُرد دست ای دل بین  بر بند میان و بر سر پا بنشین
وانگہ بزبانِ حال میگو کہ بنوش  جام از کفِ یار و شربت بازپسین

**پہلوان** محمود پوریا از مجرّدان و مفردانِ روزگار بود، چون بدر مرگ رسید و بر بستر مرض بغلطید و اصحاب گردِ او در آمدند، وقتی کہ محتضر شدہ بود، بو الفضولی گفت: "ای مخدوم! وقتِ رفتن است دلت را چہ می بُر باید، و خاطرت بچہ میکشاید؟ تا بخدمت جان فشانیم و بایستِ ترا بتو برسانیم" پہلوان درآن حالت بر بدیہہ این قطعہ بگفت: **قطعہ**

چہ پُرسی چہ می بایدت وقتِ مرگ  بجز وصلِ جانان چہ می بایدم

جدائی مبادا مرا از خدا　　دگر هرچه پیش آیدم، شایدم

**مولانا لطف الله** نیشاپوری از شعراء خوش گویست، وقصاید او مشهور - گویند وی را ضعف طالعی بوده است، ودرآن باب ازو حکایاتِ غریبه آرند- از آن جمله این است: که روزی با جمعی از یاران وشاگردان به لب آبی رفته بود، که جامها بشوید- بعدازان که یاران از جامه شوئی فارغ شدند، در صحرا جامها را بر آفتاب انداختند، و مولانا دستاری نیکوداشت، که اوّل بار بود که آن را شسته بود، بر صحرا تنک ساخته - ناگاه گرد بادی پیدا شد و به هیچ جامه تعرّض نه کرد، و دستار مولانا را درهم پیچید، و به هوا بالا برد بمثابهٔ که از نظرِ یاران غایب شد، و هر چند در حوالی و نواحی بگشتند، ازآن دستار نشانی نیافتند- و درآن محل مولانا این رُباعی را بر بدیهه گفت، در شکایتِ روزگار و گردشِ فلکِ دوّار:

## رُباعی

فریاد زدستِ فلکِ بی سروبُن　　کاندر برمن نه نوگذارد نه کهن
با این همه هیچ بر نیارم گفتن　　گرزین بترم کند که گوید؟ که مکن

مولانا در آخرِ عمر در قریهٔ اسفریس از اعمالِ نیشاپور منزوی شد و از آمیزشِ خلق کناره کرد- بعد از چندگاه جمعی یاران عزیمتِ زیارتِ او کرده از شهر رُو بآن دیه کردند و بدرِ باغ

او آمدند. در بسته بود، هرچند در زدند و فریاد کردند کسی جواب نه داد. یکی به دیوار بالا رفت واز درونِ باغ در را کشاد. یاران در باغ در آمدند و بدر خانهٔ او رفتند، و دیدند که آنرا نیز فرد بسته. در بسیار زدند و فریاد ها کردند، کسی جواب نه داد و در نکشاد. و یکی بحیلهٔ بسیار ببالای بام بر آمد، و از راه زینهٔ بام بخانهٔ او در آمد. دید، که مولانا بر سجادهٔ خود سجده کرده. زمانی ایستاد. مولانا سر بر نه داشت. دوید، و برای یاران در بکشاد و قصه بگفت. یاران بر سرِ او آمدند و ملاحظه کردند، دیدند که مولانا سر بسجده نهاده و جان به حق داده. بسیار گریستند و کس به شهر دوانیدند تا مردم را ازان حال خبردار گردانیدند. و خلق شهر تمام بآن دِه آمدند تا برو نماز گذارند. یاران چون خواستند که او را بخوابانند در کفِ دست راستِ او کاغذ پارهٔ دیدند که در وقتِ جان دادن این رُباعی گُفته بُوده است: **رباعی**

دی شب ز سرِ صدق و صفای دلِ من        در میکده آن روح فزای دلِ من
جامی بمن آورد که بستان و بنوش        گفتم: "نخورم". گفت: "برای دلِ من"

مردم بر آن رُباعی گریها کردند و فغانها بر آوردند، و بعد از غسل و تکفین و تجهیز برو نماز گذاردند و او را هم در آن باغ دفن کردند. در شهور سنهٔ ست عشر و ثمانمایه (۸۱۶ھ) +

# انتخاب از نگارستان

مصنفۂ

## مولانا احمد غفاری

(م. ۹۷۵ھ)

## (۱)

درحینی که شیخ ابو علی سینا در اصفهان بود، علاء الدوله ابو جعفر بن کاکویہ دیلمی، والی آنجا، نسبت بدو در مقام تعظیم و تبجیل بوده اصناف رافت و کرمت بتقدیم رسانیدی، تا آنکه روزی کمر نقرۂ زر نشان با کارد و آویزهای مرصّع بدو عنایت نمود۔

پس از چند روز ہمان را درمیان یکی از خواص غلامان خود دید، علاء الدّوله حقیقت سوال کرده، وی گفت: "حکیم این را به من بخشیده"۔

علاء الدّوله ازین معنی بغایت بر آشفته، غلام را آزارِ بلیغ نموده حکم جزم بقتل شیخ فرمود۔ یکی ہم از اصحاب وی شیخ را خبیر گردانیده، وی ہم آن ساعت در زیِّ صوفیه در آمده بصوبِ رَی فرار نمود۔ چون بدان حوالی رسید، بنا بر تحصیل قُوت ببازار آنجا در آمده بہر طرف می نگریست۔ ناگاه

نظرش بر جوانی موزون افتاده، ملاحظه نمود که جمعی نزد او مجتمع گشته به استعلاج اشتغال داشتند، تا آنکه عورتی قارورهٔ در دست پیش آمده - جوان پرسید: "این قارورهٔ یهودی است؟" عورت تصدیق کرد، بعد از آن گفت: "او امروز ماست خورده؟" زن گفت: "چنین است". بعد از آن فرمود: که "خانهای شما درین شهر در مقام پستے است؟" عورت گفت: "آری!" شیخ ازآن متعجب شده، ناگاه جوان را نظر بروی افتاد، پس روی بدو آورده گفت: "تو بوعلی سینا نیستی که از علاء الدوله گریختهٔ؟" شیخ را حیرت زیاده شد، جوان چون از کار و بارِ خود فراغت یافت، دستِ شیخ را گرفته بصوبِ منزل شتافت - بعد از شرایط میزبانی و طیِّ تکلّفات، شیخ از وی پرسید: "که از چه دانستی که آن زن یهودی است؟" جوان گفت: "در دستِ آن عورت پیراهنی دیدم و در آن پیراهن وُصلهٔ[1] یهود، لاجرم بخاطر تافت، که دور نیست که این از آن یهود بوده باشد" پس گفت: "از کجا دانستی که ماست خورده است؟" وی جواب داد: که "آن را هم آلودهٔ ماست دیدم، بنابرین گفتم که ماست خورده" پس از پستیِ خانه سؤال کرد و گفت: "چون درین شهر محلّهٔ یهودان در مقامِ پستی است، لهذا گفتم که منازلِ شما این حال دارد -

[1] پارچهٔ زرد که یهودان بر جامه نزدیکِ دوش می دوزند تا معلوم شود که از قومِ یهود است۔

شیخ دیگر باره پرسید: که" از چه دانستی که من ابو علی ام و از علاء الدّوله گریخته ام؟" جوان گفت:"چون صیتِ شمایل و آوازهٔ اصنافِ فضایل، و کمال حدس و فراستِ تو شنیده بودم، در ناصیهٔ تو شمّهٔ ازین اوصاف مشاهده نمودم، بنابرین بخاطرم گذشت که شاید تو شیخ باشی، علاءُ الدّوله باختیار از تو تجویز جدائی نمی کرد، و دور نباشد که از وی فرار کرده باشی." صاحب صوان الحکمة گوید: که" شیخ بوی گفت: که"مسئولِ تو از من چیست تا مبذول اُفتد؟" وَی فرمود: که" علاء الدّوله دست از تو برنخواهد داشت، التماسِ من آن است که چون نزدِ وی روی ماجرای که منظور تو شد، به عرضِ وی رسانی و مرا در سلکِ ندمایش منتظم گردانی." بعد از چند روز علاء الدّوله کسان به عذرخواهی نزد شیخ فرستاد، وی جوان را همراه بُرده در صحبّت علاء الدّوله چندان تعریف او کرد، که در جرگهٔ ندما منسلک گردید.

(۲)

در **مقامات حریری** مذکور است: که ایاس بن معاویه مُزَنی، قاضی بصره که بکمال ذکاء و فراست درمیانهٔ عرب، انگشت نما بُود، یک مرتبه بمدینهٔ طیّبه رفته در مسجد رسول الله، صلّی الله علیه وسلّم، بُنیاد نماز کرد. جمعی در آنجا حاضر بود و بر حقیقت حالِ وی واقف نه. بعضی از روی فراست گفتند: که

"وی قاضی ست" و بعضی فرمودند: که "معلّم است" پس شخصی را جهت استکشافِ حال نزد وی فرستادند- آن شخص وی را از گفت وشنید آن جماعت خبیر ساخت- او گفت: "آن فرقه که مرا قاضی گفته اند درست گفته اند، امّا بیا، تا حقیقتِ هر یک را از ایشان بیان کنم- و دُور ایستاده، یگان یگان را، به صنعتی که موصوف بودند، بیان کرد- تا آنکه یکی از آن جماعت را گفت: "نجّار است" آن شخص گفت: "درینجا غلط کردی، چه او مردی بزرگ است از قریش" گفت: "هر که هست، البتّه نجّار است" آن کس نزد قوم آمده خبرداد، که این مرد از اعاجیب دهر است، زیرا که کیفیّت حالِ شمارا، چنانچه باید، بیان کرد، امّا نسبت به فلانی غلط کرده- وی را گفت: "نجّار است" او گفت: "غلط نه کرده، من سابقاً نجّاری میکردم، و عود تراشیده ام" پس همگنان را حیرت زیاده شده، بکمالِ حدس او تصدیق نمودند +

(۳)

گویند، سلطان محمود غزنوی در اوانِ کودکی در باغستان غزنین طوف نموده، بر کنار چشمه نزول نموده- احمد حسن میمندی که از اقران و ملازمان بود، همراه او می بود، ناگاه نظرِ سلطان بر شخصی که درآن حوالی می گشت، اُفتاد- سُلطان از خواجه احمد سؤال کرد: که "آیا این شخص چه کس است؟" گفت: "نجّار است"

باز پرسید: کہ "چہ نام دارد؟" گفت: "احمد" سلطان پرسید: "کہ اورا مگر می شناسی؟" گفت: "ہرگز اورا ندیدہ ام" سلطان گفت: "از چہ میگوئی کہ نامِ او احمد است، و نجّاری میداند؟" وی گفت: کہ "چون سلطان مرا آواز داد، او می خواست کہ جواب دہد، پس معلوم شد کہ احمد نام دارد - و چون ہموارہ بگرد این درخت خشک میگردید، و نظّارۂ آن میکرد و با خود تخیّلی می نمود، با خود گفتم، کہ دُور نیست کہ نجّار باشد" سلطان گفت: "اگر بگویی کہ چہ خوردہ است کمال حدس باشد" احمد گفت: "عسل یا دوشاب خوردہ" پس سلطان آن شخص را طلب داشتہ، اوّلاً استفسار نمود، کہ "تو این کودک را می شناسی؟" گفت: "ہرگز اورا ندیدہ ام" پرسید: کہ "چہ نام داری، و چہ کارۂ، و چہ خوردۂ؟" گفت: "احمد نام دارم، و نجّارم، و امروز عسل خوردہ ام" سُلطان را حیرت افزودہ، از خواجہ احمد پرسید: کہ "از چہ دانستی کہ عسل خوردہ است؟" وی عرض کرد: کہ "ہموارہ دہن را پاک می کرد، و مگس را از حوالیٔ خود میراند، بنابرین دانستم کہ عسل خوردہ است"

(۴)

در مآثر اوکتای قاآن مذکور است کہ شخص پیری بہ درگاہِ قاآن آمدہ التماس دوبیست بالش زر نمود کہ برسم مساعدہ بدو دہند، تا بدان تجارت کند - نُوّاب او در آن باب مضایقہ نمودند-

قاآن بر تسلیم آن وجه اشارت کرده گفت: "این پیر سالها در آرزوی این فرصتی بوده، اکنون که او را دریافته، او را محروم ساختن از مکرمت و مروّت دُور است، و لایق بشان سلطنتی که خدای جاوید بما ارزانی داشته، نیست - چون وجه را تسلیم وی کردند، گرفتن همان بود و مُردن همان

(۵)

**ابن جوزی** در **منتظم** ذکر کرده که بغداد در زمانِ ابوجعفر بمثابۂ معمور بود که درو شصت هزار حمّام دائر گشت - و چون شهر رُوی بخرابی نهاد، بعضی اوقات به بیست هزار و شش هزار رسید، و بعضی ایام بهفده هزار رسید - امّا در ایّام رشید، سواد بغداد به چهار فرسنگ طول و یک فرسنگ عرض رسید - صاحب **نزهت القلوب** آورده است که هرات، در عصر سلاطینِ غور بمرتبۂ معمور بود که دوازده هزار دُکان، و شش هزار حمام، و کاروانسرا، وطاحونه درو دائر گشت - و ششصد[1] و پنجاه و سه مدرسه و خانقه و آتشخانه داشت - و درو چهار صد و چهل هزار خانۂ مردم نشین بود ؛ و در زمانِ پادشاه مغفرت انتما سلطان حسین میرزا بایقرا آن جمعیّت و معموری بسرحدّ کمال رسیده - از جمله، در اندرون شهر یک حرفت خبازی بمرتبۂ بود که بقول رُواتِ ثقات، هر روز موازی بیست و یک خروار تخم بروی نان می کردند - و دوازده

[1] ششصد (نزهه)-

هزار طالب علم موظّف بودند، گویا در آن زمان گفته اند: ؎

گر کسی پرسد ز تو، کز شهرها بهتر کدام؟ — گر جواب راست خواهی گفت او را گو "هری"
این جهان را همچو دریا دان، خراسان را صدف — در میانِ آن صدف، شهرِ هری، چون گوهری

(۶)

## وَمِنْ مَآثِرِ الکَرَم

آورده اند که جعفر[۱] در استیصال مروانیّه کوشید، اکثر را به تیغ انتقام از هم بگذرانید۔ امّا از جملۀ ایشان معن بن زائده شیبانی که در پهلوانی چون رستم بی بدل و در کرم همچون حاتم ضرب المثل بوده؛ چنانکه گفته اند: ؎

ای چو حاتم بجود گشته سمر — پیش تو صد چو معن بسته کمر
چیست جود کف تو در عالم — طعن معن ست و ماتم حاتم
نزد تو یاد معن بی معنی است — هر گدای ز جود تو مغنی ست (جامی)

متواری شده، عمرها در زاویۀ خمول، بخون خوردن مشغول بودی۔

از وی منقول است که در اوانِ انزوا خواستم که از شهر روی بصحرا آرم۔ هیئاتِ خود را بالضّرورة تغییر داده، از درب حرب بغداد روی ببادیه نهادم۔ چون از پیشِ راه داران گذشتم، شخصی سبز فام، دست در زمامِ شترِ من زده، گفت: "تو آن کس نیستی، که جعفر به پیدا کردنِ تو زری بجد و مر وعده کرده" گفتم: من

[۱] در همۀ این حکایت جعفر بجای ابو جعفر (یعنی منصور عباسی) نوشته است،

کیستم؟" گفت: "تو معن بن زائده نیستی؟" چون اصرار بانکار موجب اضرار بود، عقد جواهری که داشتم، بدو دادم و گفتم: "این را بگیر، و دست از من باز دار، و به پرهیز از آنکه بوسیلهٔ تو خونِ من بریزد." وی چون آن را گرفت، و بر قیمت آن مطلع شد، گفت: "بشرطی دست از تو باز دارم، که جواب آنچه از تو بپرسم راست بگوئی." گفتم: "سمعنا و اطعنا." گفت: "تو بصفتِ جود موصوفی و به شیوهٔ سخا معروف، بیا! بگو، که هرگز تمامی اموالِ خود را بکسی بخشیدهٔ؟" گفتم: "نی." گفت: "نصفی؟" گفتم: "خیر." همچنین سؤال کرد تا به عُشر رسید." شرمم آمد، که قبول نکنم. گفتم: "می تواند بود که بدین وجه رسیده باشد." گفت: "این خود سهل است، چه من پیاده ام، جعفر هر ماه بیست درم می دهد، و ثمنِ این عقد که بمن دادهٔ، چندین هزار هزار درم میشود، اکنون من این را بتو بخشیدم، تا بدانی که از تو کریم تری هست."

این بگفت و آن عقد را در کنارِ من انداخته، روان شد من او را فریاد کردم، که "واللّٰه! پیشِ من کشته شدن بخواری، بهتر از این شرمساریست، باز گرد، و این را رد مکن، که این بتو اولیٰست. از این سخن متبسّم گشته گفت: "میخواهی که دعوی مارا فاسد کنی؟ این التماس از تو نپذیرم، و مدّت العمر جزاءِ نیکی از تو باز نگیرم." القصّه بعد از آن که جعفر از تقصیراتِ من گذشته،

مرا از حضیض حقارت، باوجِ امارت رسانید، هر چند او را طلب داشتم که تلافی و عذر خواهی نمایم، پیدا نه شد ٭

(۷)

## مِنْ مآثرِ البُخل

گویند، ازهر بن سعد باهلی، که از ارباب حدیث است، در وقتی که ابوجعفر رتبهٔ نداشت، همواره با او شیوهٔ موالات مرعی میداشت و چون ابوجعفر بحکومت رسید، ازهر، بنا بر سابقهٔ مقرّر، خواست، که خود را به مجلسِ او رساند و مرتبه یابد۔ در مرتبه اوّل راه نیافت۔ در روزی که بار عام بود، ازهر به صحبت ابوجعفر رسیده از وی سؤال کرد: که "بچه کار آمدهٔ؟" گفت: "به تهنیت آمده ام"۔ ابوجعفر هزار دینار بدو داده گفت: "دیگر خود را کلفت و زحمت مده"۔ و ازهر سال دیگر همچنان خود را به مجلسِ او رسانیده۔ ابوجعفر را از دیدنِ او کدورت بیشتر از پیشتر دست داده۔ پرسید: که "باز سبب تصدیع چیست؟" گفت: "شنیدم، که تو مریضی، بعیادت آمده ام"۔ ابوجعفر باز هزار دینار بدو داده گفت: "دیگر باره ما را بقدومِ خود میازار"۔ و او سالی دیگر، بدستور به مجلسِ ابوجعفر حاضر شد، درین نوبت، که چشم ابوجعفر بدو افتاده، در تاب شده پرسید: که "باز باعث این تصدیع چیست؟" گفت: "یکباری من از تو دعای شنیده بودم، اکنون التماس تعلیم آن

دارم" ابوجعفر گفت: "ای ازهر! این دعا را اصلا اثری نیست، چراکه من بواسطۀ ندیدنِ تو مواظبت نمودم، مطلقاً اثری بران مترتّب نه شد."

(۸)

## مِنْ بَدَائِعِ الْوَقَائِع

آورده اند، که در زمان مهدی بن جعفر، شخصی حکیم[1] بن ہاشم نام که سابقاً در دیوانِ ابومسلم بامر کتابت مشغول بودی، خروج کرد - چون کراہیت دیدار داشت، و مع ہذا در یکی از حروب زخمی قبیح بر روی او آمده بود، بنابرین بُرقعی فرو میگذاشت و به بُرقعی معروف شده بود - ؎

آن رُوی را بهرکس منمای اللہ اللہ

یا بُرقعی بر افگن یا پردۀ فرو ہل (جامی)

امّا اعتقاد آن سرحلقۀ ارباب فساد آن بود که حضرت حق سبحانہ تعالیٰ در جسم آدم حلول نموده، لاجرم مسجود ملائکہ گشتہ و ابلیس بنابر مخالفت مردود شده، و ہمچنین بصور انبیاء و حکما متمثّل گردیده، تا نوبت به ابومسلم و حالا آن کیفیّت بمن منتقل شده -

القصہ آن ضالّ مضلّ خلق را اضلال نموده، به پرستاری خود دعوت میکرد، (تعالیٰ شانہ عمّا یقولون) و آن مردود درمرو آغاز

[1] صواب‌ش ہاشم بن حکیم است که به حکیم برقعی یا المقنع اشتهار دارد +

دعوت کرده - چون در سحر و سیمیا بی قرینه و همتا بود، عامه را بدان فریب داده، جمعی کثیر در ظلالِ شقاوت مآل آن ملعون ضال مجتمع شدند - واز آنجا به ماوراء النهر شتافته، از چاهِ نخشب بشکل ماه صورتِ منوری که در دو فرسنگ پرتو انداختی، بیرون می آورده - حکیم سوزنی بدین معنی ایما می نموده - ؎

سودا فتاده خیره سری را هم از خری
تا آفتاب و ماه بر آرد ز چاه کش
دعوی کند خدائی و مر هیچ خلق را
نتوان که دست گیرد از جوع واز عطش

و آن صورت موجب ازدیادِ فساد اعتقاد آن گمراهان شده، روز بروز کارِ آن نابکار بالا می گرفت، تا چند حصن حصین آنجا بدست آورده ندای "انا ولا غیری" در میداد، تا آن که مهدی عباسی، مُسَیَّب بن زُهَیر را بدفعِ او فرستاد، و مُسَیَّب کار برو تنگ گرفته - برقعی چون دانست که از آن ورطه نخواهد جست، واز آن مهلکه نمی تواند رست، بنا برین در شهور سنهٔ ستّ وستّین و مأیه اتباعِ خود را در شراب زهر داده خود در خُمِ تیزابی نشست، و اجزاءِ اعضاءِ ناپاکش بتحلیل رفته بغیر از موی سر هیچ اثری نماند، والله اکبر! ع

بس رنگ بوالعجب که درین نیلگون خُم است

(۹)

# مِنَ المُضحِکات

آورده اند که مهدی روزی در شکار، از اعوان و انصار باز مانده، تشنه و گرسنه بخانۂ اعرابي رسید، و از کمال بیتابی از عرب نان و آب طلبیده - وی قدری گاورس و ظرفی شیر پیش مهدی آورده نهاد، آنرا بکار برده، پرسید: که "دیگر چه داری؟" اعرابی کوزۂ شرابی که داشت، حاضر کرد - مهدی جرعۂ از آن آشامیده گفت: "هیچ می دانی که من چه کسم؟"

گفت: "لا واللہ!" فرمود: که "من یکی از نزدیکان خلیفه ام" اعرابی گفت: "مرحبًا بك اهلًا و سهلًا" چون جرعۂ دیگر درکشید، گفت: "مرا می شناسی؟" گفت: "شما فرمودید که یکی از مقربانِ خلیفه ام" گفت: "خیر! یکی از اُمراءِ خلیفه ام" باز اعرابی شرطِ تحیّت بجای آورده - چون پیالۂ سیُم خورد، گفت: "هیچ پی بردهٔ که من کیستم؟" اعرابی گفت: "شما فرمودید، که من از امراءِ خلیفه ام" مهدی گفت: "من اینها نیستم، بلکه بادشاه روی زمینم" عرب فی الفور شراب را از پیش برداشته - وی پرسید: که "چرا چنین کردی؟" گفت: "می ترسم که اگر قدحِ دیگر بیاشامی، دعوای نبوّت بلکه بالا تر فرمائی" مهدی در خنده شد ٭

مقارنِ آن حال، جوق جوق، ملازمانش از اطراف و

جوانب جمع آمدند. اعرابی از آن جرأت ترسیده - و مهدی او را به عواطف خود اطمینان داد، و بخلعت و بخرجی خوشحال گردانید. اعرابی از آن انعام و اکرام مسرت تمام یافته گفت: "أَشْهَدُ أَنَّكَ صَادِقٌ وَ لَوِ ادَّعَيْتَ الرَّابِعَةَ وَ الْخَامِسَةَ" (یعنی گواهی میدهم که تو راست میگوئی اگرچه دعوی مرتبهٔ چهارم را که نبوّت ست و پنجم را که الوهیت است، نیز میکردی)۔

(۱۰)

## مِنْ مَآثِرِ الکَرَم

در فرج بعد الشدّة از یحییٰ نقل کرده اند، که در عهد مهدی، احوالم بغایت پریشان بود، چنانچه کار به جای رسید که پیراهن از تن بدر کرده بفروختم، و صرفِ معاش کردم، شمهٔ از حالِ مختلّ به ابی خالد احول که در آن حین کاتب ابو عبدالله اشعری، وزیرِ مهدی، بود، درمیان نهادم - وی اصلا التفاتی نکرد - من خود را ملامت کرده بغایت اندوهناک گشتم. امّا وی در اندیشهٔ من بوده، هم در آن چند روز، در یک معامله، بمن سی هزار درم رسانید، و عذر بسیار خواست۔

گویند که آن مددِ معاش موجب انتعاشِ یحییٰ شده، در ایامِ حکومت پسرِ وی احمد را بمکافات آن تربیت تمام کرده، در اواخر حال او را به شغل از وی فرستاد۔

از احمد منقول است: که "چون از آنجا معاودت کردم با من شش هزار دینار منافع آنجا بود - به لطائف الحیل خود را به زندان رسانیده یحیی را بدان موضع دیدم، گریان گردیده، در برابر حقوق او وجه مذکور را بدو تکلیف نمودم - وی سه هزار دینار قبول نمود، و گفت: "ای فرزند! چنان می بینم که رشید رخت زندگانی بسر منزل جاودانی خواهد کشید، و میانهٔ فرزندانش هم بوحشت انجامیده کار بر مامون قرار خواهد گرفت و فضل بن سهل در سرکار او اقتدار خواهد یافت - پس رقعه نوشت دو پاره کرده نصفی بمن داد و نیمهٔ دیگر در زیرِ مصلّی نهاده گفت: "در آن حین اگر این را بدو رسانی دور نیست" من از آنجا بیرون آمده بجهت سه هزار دینار ندامت داشتم و آن را بی فائده می انگاشتم، تا آن که روزگاری بر آن گذشت و میانهٔ فرزندانِ رشید رسید بدانجا که رسید - و طاهر ببغداد آمده والی گردید *

من در آن اوان از غایتِ افلاس و بیکاری در خانهٔ خود نشسته و درِ خروج و دخول بر خود بسته بودم - در آن اثناء کسی حلقهٔ در من زد - آن قدر کسی نداشتم که در باز کند - عورت خود را گفتم: "بنگر تا چه کس است؟" وی باز آمده گفت: "سرهنگی چند می نمایند" مرا توهم تمام روی داده، بالضرورة بیرون رفتم - چنان ظاهر شد که طاهر مرا طلبیده، و مرا خود الاغی نبود که سوار

شوم، ایشان مرکبی دادند، برنشستم، چون چشم طاهر بر من اُفتاد، تعظیم فراخور نموده مثالی که فضل در طلب من ارسال داشته بود، نمود +

خلاصۂ آن: "که احمد را پنجاه هزار درم و بیست مرکب داده بصوب خراسان روانه کن"! من بخاطر خوش بمنزل آمده، یراق کرده، متوجه خراسان شدم۔ بعد از وصول بمقصد، چون به صحبتِ فضل رسیدم، مرا نزد مامون بُرده تعریف بیش از بیش نمود۔ و هم در آن مجلس مهم دیوانِ توقیع را جهت من قرار داد۔ فضل که شب بمنزل آمد، مرا طلبیده، در اثناءِ سخن از من پرسید: که "هیچ میانۂ تو و اُستاد من، یحییٰ، آشنائی بُود؟" مرا وصیّت یحییٰ بخاطر رسیده، نصف رقعه که نوشته بود از بغل بدر آورده بدستنش دادم۔ فضل دست در زیرِ مصلّیٰ کرد و نصف دیگر را بدر آورده بر پهلوی هم نهاده، نگریست۔ مضمونِ آن: که "عمر و دولتِ ما بآخر رسید، اکنون زمان ظهور دولتِ تست، چون احمد و پدرش ابی خالد را بر ذمت ما حقوق ثابت است و توفیق عذر خواهی از مافایت، اگر آن فرزند عذر بخواهد دور نیست"+

(۱۱)

## مِنْ مَآثِرِ الصَّدَاقَة

از واقدی صاحب سیر و اخبار که در ایّامِ مامون، در سنۂ سبع و مائتین رحلت نموده، منقول است که گفت: "من دو

دوست داشتم که یکی ازانجمله هاشمی بود، و هر سه خود را کنفس واحدۃ تصور میکردیم۔

**حکمت:**

حکیمی را پرسیدند: که "اصدقاء کیستند؟" گفت: "نفسی واحد درابدانِ متفرقه"! ؎

بسی دوستان را بود جان یکی	جو باران که باشد در اجزاءِ میغ

و ناظر باین معنی مضمون شعر مولانا جامی: ؎

من کیم؟ لیلی، و لیلی کیست؟ من	ما دو رُوحیم، آمده در یک بدن

نکته۔ مردم بدوست در همه حال محتاج اند، در رفاهیت بنابر استلذاذ بحضور ایشان و موانست، و در هنگام شدت بنابر امداد و معاونت، ؎

مرد را دوستانِ صاحبدل	زیورِ دین و زینتِ دُنیاست)

القصه در حینی که افلاس من درجۂ کمال داشت و در آن عیدی که نزدیک ما آمده بود مادرِ فرزندان با من گفت: "ما در شدتِ فقرمی توانیم صبر کرد، ولیکن دلِ من تحملِ بینوائیِ اطفال ندارد، چه ابنای جنس ایشان درین عید اثواب ملوّن خواهند پوشید و این بی چارگان با جامهای دریده خواهند بود، اگر می توانی تدبیری کن تا محقّری بدست آوری، و در وجه مصالح جگر گوشگان مصروف داری"۔ وی گوید که سخن او درمن تاثیر کرد و دو کلمه بدوست هاشمی نوشتم و ایماءِ احتیاج

کردم - ع بینوائیم و عید می آید

چون رقعه بدو رسید، کیسهٔ سر بمهر نزد من فرستاد و آورنده گفت: "درین جا هزار درم است".

اتّفاقاً هنوز سر او را نگشوده بودیم که از دوست دیگر بهمان مضمون رقعهٔ رسید: ؎

شد مدّتی که خستهٔ تیغ تجرّدم گر هیچ ممکنست، مرام هی فرست

من آن کیسه را همچنان سر بمهر نزدِ او فرستادم و از شرمندگي فرزندان بخانه نرفته آن شب در مسجد بسر بردم، و روزِ دیگر دوستِ هاشمی، کیسه را همچنان سر بمهر پیش من آورده، گفت: که "بگوی که وجهی را که دیروز برای تو فرستادم چه کردی؟"

من صورت واقعه را با او درمیان نهادم، وی گفت: "چون نوشتهٔ تو بمن رسید، با آنکه غیر ازین هیچ نداشتم، مروّت تقاضای آن نمی کرد که آن وجه را بالتّمام نزد تو نفرستم، و چون مرا نیز اخراجات ضروری واقع بود، تدبیری جز این نداشتم که نزد فلان، که دوستِ من و تو است، فرستم، و چیزی ازو التماس کنم. چون نزد او ارسال داشتم، او همین کیسه را سر بمهر نزد من فرستاد، ؎

بسیار بوده است که مرد از رهِ وفا پا بر سرِ محافظت سیم و زر نهاد

لاجرم در تعجب اُفتاده پیش تو آمدم که حقیقت استکشاف نمایم." ؎

A Hyderi

مشرق و مغرب، همه پُر همدم است — لیک از آن گونه که باید، کم است
دیدهٔ بد دُور! از آن ارجمند — کو شود اندر سر یاران سپند
(خسرو)

واقدی گوید: "بعد از آن، آن دوست دیگر را طلب داشته بعد اخراج یک صد درم که در وجهِ اطفال مقرّر شد، آن مبلغ را با ثلاث تقسیم کردیم."

(۱۲)

## مِن مآثر التّهوّر

چُون در تهوّر و شجاعت شاه منصور بی قرینه بود، فصلی درین باب گفته می شود که

چون در سنهٔ خمس و تسعین و سبعمائة (۷۹۵ھ) بادشاهِ جهان، امیر تیمور گورگان، از راهِ شوستر به حوالیِ شیراز رسید، همگنان را گمان آن بُود که چون شاه منصور بن شاهِ مظفّر بن مبارز الدین محمّد خبر موکب صاحبقران را دریابد، عنانِ سلامت را بصوب هزیمت "تابد، تا آنکه در روزِ جمعه، چهاردهم جمادی الاوّل سنهٔ مذکوره، صاحبقران با سی هزار جوان که در آن وقت ملازم رکاب ظفر انتساب او بودند، به حوالیِ شهر رسیدند. ناگاه شاه منصور که به شجاعت و تهوّر مشهور بود، با پنج هزار جوان، که هر یک را از اقلیمی گزیده بود: ~

هر یک بجای جامهٔ دیبا و جامِ می — در بر فگنده جوشن و بر کف گرفته تیغ

وقت نماز جمعه، در کوه پاتیله بر قول مغول حمله آورده صفوف را برهم زد- و از پس پشت صاحب قرآن در آمده خود را چون شیر ژیان بدو رسانید و شمشیر حوالهٔ سر آن سرور کرده عادل اختاجی و خماری یساول سپر بر سر او کشیده، آن حمله را رد کردند، و بغیر ازین دو کس، باقی مقربان، بهزیمت رفته بودند، چنانچه نوّاب امیر میخواست که به نیزه دفع صدمهٔ آن جهان پهلوان کند- فولاد چهره که از نیزه داران آن کامگار بود، فرار کرده حاضر نبود+

الققصّه آن نهنگ دریای وغا، و آن شیر بیشهٔ هیجا، چون به صاحب قران آشنا نبود، او را نشناختہ بطرفی دیگر تاخت، و قشون قشون بهادران (كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ) از حملهٔ ضرغام انتقام او رُوگردان شده، خال عار بر رُخسار روزگار خود می گذاشتند، و اقتدا به مضمون این بیت می کردند: ع

گریزی بهنگام و سر بر بجای به از پهلوانی و سر زیر پای،
حاصل که درآن معرکه کارزاری نمود که داستان هفت خوانِ پور دستان بر طاقِ نسیان ماند، ع

چون که سعادت نبود، کوشش بی حد چه شود؟

آخر الامر او را تیری بر گردن و شمشیری بر رخسار آمد-

قوم

جوژه

و در اثناءِ گیر و دار یکی از ملازمانِ شاه رُخ میرزا او را از اسپ فرود آورده سرش را از تن جُدا کرد۔ ؎

بدخواهِ تو قصدِ سرِ خود داشت، ولیکن
تیغِ تو زیک دیگرشان نیک جدا کرد (سلمان)

و سرپر تهوّرِ او را بملازمت حضرت صاحب قران آورده ؎

سری که گردن از امرت کشید، گرد و نش
بر آستانِ تو اینک کشان کشان آورد

و امیر علاء الدّین ایناق در تاریخ آن تهمتن آفاق گوید: ؎

شهریار عصر منصور آن که او   در زمینِ ملک تخم داد کِشت
ملک هشت از دارِ دُنیا چون برفت   لاجرم تاریخ او شد "ملک هشت"
۷۹۵

(۱۳)

## حکایت

در روضة الصّفا مذکور است که شاه یحییٰ بن شاه مظفّر بن مبارز الدّین محمّد روزی در شکارگاه از ملازمانِ خود دور افتاده بدهقانی رسید، پُرسید: کہ "آیا عملهٔ دیوان بخلاف حساب خود درینولا چیزی از تو نمی گیرند؟" چون دہقان فقیر آن مکّارِ پُر تزویر را نمی شناخت، شکایت بی نهایتی از نُوّاب وی اظهار کرده۔ شاه یحییٰ گفت: "پادشاه در فلان جایگاه نزول کرده، من متعهّدم که چون بدیوان آئی در باب رفع تعدّی و تخفیفِ

خراجات از برای تو حکمی حاصل کنم، البته بیائی۔" وی گفت: "البته نخواهم آمد۔" او سبب نیامدن پرسید. گفت: "بنا بر آن که تو جوانی نیک می نمائی و آن میش چشم سر در پیش افگنده چشم بر زمین خواهد انداخت، و گوش به سخن تو نکرده شرمندۂ من خواهد ساخت۔" شاه یحییٰ گفت: "مرا در مزاج پادشاه بقدر تصرّفی هست، تو بیا که البتّه هم ترا می سازم۔" القصّه آن درویش به اُمید وعدۂ آن دفاکیش بدرگاه شتافت. و چون او را ببارگاه در آوردند، نظرش بر چهرۂ حریف افتاد، او را بشناخت، و از کمال دهشت و بیم لرزه بروی اُفتاده۔ شاه یحییٰ را بر حالِ آن مستمند ترحّم آمده، نشانِ معافی و مبلغی گران مند بوی مکرمت فرمود و گفت: "الحمد لله! که میش چشم سر در پیش و چشم بر زمین نینداخت و مُدّعاءِ ترا بر حسب دلخواه ساخت۔"

خواهی که خدا در دو جهان پاسِ تو دارد
زنهار که در پاسِ دلِ خسته دلان کوش (جامی)

مشهور است، که چون خبر ولادتش بجدّش مبارز الدین محمد رسید، به مصحفی که در دست داشت، تفاؤل نمود، این آیه بر آمد: "اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۨاسْمُهٗ يَحْيٰى [1]" لاجرم بدان مستبشر و مسرور گشته وی را مسمّٰی بشاه یحییٰ گردانید۔

[1] هم تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔

(۱۴)

## من نوادر الآثار

صاحب قران در شوال خمس و تسعین و سبعمایه (۷۹۵ھ) بعزم تسخیر عراق عرب توجه نموده، صبح شنبه بیست و یکم ماه مذکور به بغداد رسید۔ سلطان احمد، والی آنجا از آن معنی واقف شده از دجله بگذشت و جسر را بریده چون اثر لشکرِ بیگانه دید، پشت داده بطرف حِلّه بدر رفت۔ امیر فوجی از امرا را از عقب او فرستاد، و ایشان ایلغار نموده از فرات بگذشتند۔ و در دشت کربلا بسلطان احمد رسیدند۔ چون در آن وقت به تعجیل رانده بودند، چهل و پنج نفر امیر و نوئین بودند۔ و با سلطان احمد دو هزار سوار جرّار همراه۔ از آنجمله دویست جوان برگشته، حمله بر ایشان آوردند۔ و امراء بزیر دویده مخالفان را بزخم سهام حوادث انجام یک تیر پرتاب باز داشتند۔ و چون ایشان پشت دادند، بهادران سوار گشته تعاقب نمودند۔ ایشان باز گردیده حمله آوردند و لشکر منصور بدستور پیاده شده معاندان دیونشان را بتدبیر صایب و سهام نصر عواقب فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ روگردان ساختند۔[۱]

خدنگ از سینه جان می کرد غارت کمان می کردش از ابرو اشارت
نیِ ناوک نوای زار می کرد نوای او بدل ها کار می کرد
(خسرو)

[۱] ملاحظہ کریں ظفر نامہ یزدی ج ۱ ص ۶۳۲،

نوینیان همچنان سوار گردیده به دنبال ایشان شتافتند- و آن گروه بستوه آمده درین نوبت بروجهی عطفهٔ عنانِ عزیمت کردند که امراء را مجالِ فرود آمدن نشده بالضرورة درهم آویختند- وطرفین داد مردی دادند- امّا چون همیشه نصرت و اصطبار شعار لشکر جرّار امیر نامدار بود، بمقتضای مؤدّای: "وَإِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ"، نسیم ظفر بر پرچم رایاتِ نصرت آیات نوینیان وزیده، حریفان عنان به وادیِ فرار معطوف داشتند، وایشان سالماً غانماً مراجعت نمودند-

. . . . . . . . . . . . . . . . . . . .

لیکن در آن دشت بی آب از غایت شدّت حرارت آفتاب بی تاب گشته- ع

زبس کافتاب از هوا یافت تاب    دل سنگ می سوخت بر آفتاب

از کمال تشنگی بی طاقت شدند، ع

در دشت دلم آه چنان شد که زگرمی    مرغانِ خدنگ تو کشودند دهان ها

بالضّرورة، هریک، بشتاب، از پی آب روان شدند، ایباج[۱] اوغلان و امیر جلال حمید که از اعاظمِ جوجی نژادان و معارف نوینیان بودند، جمعی را به تفحّص آب فرستادند- وآن جماعه بعد از سعی تمام دو شربت یافته بدیشان رسانیدند- ایباج اوغلان حصّه

[۱] در صحت این اشتباه است، در ظفرنامه مطبوعه ایباج نوشته است، ودر نگارستان (نسخهٔ مطبوعه) اسباج، ودر یک نسخه خطّی از آن ایناج و ابناج،

خود آشامیده، تشنگی او بدان تسکین نیافته، جلال حمید را گفت: "حسبةً لله! از تشنگی بخواهم مُرد. اگر حصّهٔ خود را بمن تفقد فرمائی، هر آینه نام تو در جریدهٔ ارباب "طُوبیٰ لَهُمْ وَ حُسْنُ مآب" مرقوم گردد." امیر جلال گفت: "درین باب از صاحب قران حکایتی شنیده ام":

گفت: "یک نوبتی عربی با عجمی رفیق شد، در بادیه بدین گونه نایبه فرو ماندند، اتفاقاً عرب را قدری آب مانده بود، عجمی بدو گفت: "جوانمردی و مکرمتِ عرب شهرتی تمام دارد، چه شود؟ اگر بشربتی آب مرا از ورطهٔ هایلِ ممات نجات دهی و رقبهٔ اهلِ عجم را به ربقهٔ منّت خود آوری." عرب بعد از تامّل گفت: "اگرچه یقین میدانم که این مکرمت مستلزمِ عدمِ من است، امّا به هیچ وجه روا نمی دارم که .... این فضیلت موروث از ما ساقط گردد. پس افناءِ ذات در ابقاءِ صفات اختیار کرده آب بدو داد و دل بر هلاک نهاد.[۱]

بهر رفیق ترک سر خویش گو، بگو هر کس که در طریق محبّت زند قدم
باشد حرام دوستی و مهر بر دلی کو در وفاء دست کند فکر از عدم"

غرض که من نیز مثل آن عرب عمل نموده حق بر دودمان جوجی و چنگیز خان ثابت میگردانم. بشرطِ آنکه چون به مجلس صاحب قران

[۱] در ظفر نامه افزوده است: تا این نیک نامی الوس چغتائی را باقی ماند +

رسی، از جانبازی ما یاد آری، و این حکایت را بر صحیفۂ تاریخ نگاری"۔ ایباج اوغلان قبول کرد، و امیر جلال دل بر استیصال نهاده آب را بدو داده او را که بسرحدّ هلاک رسیده بود، خلاص ساخته، و خود نیز به یمن آن مکرمت از آن لجۂ هائل به ساحل رسید، ؎

میل کسی کن که وفایت کند | جان هدف تیر بلایت کند
بهر چنین دوست که جانی بود، | دوستی جان زگرانی بود [۱]

(۱۵)

## مِنَ البدائع

چون امیر بی نظیر و همال [یعنی تیمور] در یک سال صبحِ اقبالِ فرمان دهِ مصر و شام را بشامِ زوال رسانیده، آن بلاد را لگدکوب عساکرِ بیداد گردانیده، بغداد را بسرپنجۂ قهر و غلبہ مسخّر و مفتوح ساخته، قتل عام بتقدیم رسانید۔ چنانچه در آن دیار از دیّار اثر نه گذاشته، زمستانش در قراباغ قشلاق کرد۔ در آن اثناء ارادۂ تسخیر روم از خاطرش سرزده۔ امراء و ارکانِ دولت این معنی را کاره بودند۔ بتوسط ایلچیان و مقربان معروض داشتند: که اکنون سه سال شد که همواره چریک در زحمتِ یورش و تشویش جنگ و جدل اند۔ و عرصۂ روم مملکتی

---

[۱] رک به ظفر نامۂ یزدی ج ۲ ص ۳۹۶ بعد۔

است عریض، و پادشاه آنجا را نسبتی بدیگر سلاطین نیست؛ چه از کمال ابهت و کثرت عدّت و حشر از سائر قیاصره و جبابره ممتاز است، و نیز مظنّهٔ اهلِ نجوم آن است که لشکر چغتائی را از یورش روم بیم ضرر است. صاحب قران چون آن یورش را با خود مصمّم داشته بود، از آن سخنان اعتبار نگرفته، بنا بر رفعِ غائلهٔ امراء و نوینیان مولانا عبدالله لسانیؒ را طلب داشته حقیقت سوال کرد، مولانا مذکور که در شهور و سنین چون او شهابی از افق اختر شناسی طالع نگشته بود. ــه

همه زیج فلک جدول به جدول باصطرلابِ حکمت کرده مُدحل

معروض داشت: که "درین ولا ذو ذوابه در برج حمل ظاهر میشود. چنانچه در آخر روز تا انذهاب شفق می ماند. و حکمِ آن در رسائلِ اُستادانِ این فن، بتخصیص مولانا محی الدّین مغربی مسطور است"؛ و آن نسخه را به مجلس آورده. در آنجا مرقوم بود که ذو ذوابه در برجِ حمل دالّ است بر آن که لشکری از جانب مشرق بر روم مستولی گردد، و والیِ آنجا اسیر شود. لاجرم آن معنی صاحبقران را خوش اُفتاده، به استصواب رای صواب نما آن نیّت را به امضا رسانید. و روز یکشنبه هفتم شعبان سنهٔ اربع و ثمانمایه موافق روزِ فوروز سلطانی ایت ئیل از حوالی یورت قشلاق

ــه کذا در ظفرنامه و نگارستان (مطبوعه)، امّا در یک نسخهٔ خطّی نگارستان لبنان نوشته است،

قراباغ که عزمِ تسخیر ولایات روم توجّه نمود۔ ؎

شاه انجم چو مشرّف کند ایوان حمل
عامل نامیه را باز فرستد به عمل (سلمان)

اوّل افتتاح از قلعه کماخ که کمندِ تسخیرِ خواقین صاحب تدبیر به شرفاتِ کاخش نرسیده است، کرد۔ آن قلعه را که از امّهاتِ قلاعِ آن ولایت و بر ذروۂ کوہی منیع واقع است که وہمِ تیزتگ در ارتقاءِ معارجِ آن چند نوبت به سنگِ تفرقه برآید، و نفسِ طائرِ خیالِ سبک بال از عروج بر بروجِ فلکِ مثالش به تنگ آید، ؎

از چهار ارکان و از سبعِ سمواتِ طباق
زدبانی گر کند ترتیبِ عقلِ دُور بین
ناید از دستش که پا بر گوشۂ بامش نهد
گر شود آن سبعه اش سبعین و آن چار اربعین

القصّه حصنِ حصین چنین را که قاضی نشنجان گوید : ؎

سپهرِ منقّش پلنگی درو چو البرز هر پاره سنگی درو

ونعم ما قال : ؎

بخود فروشده صد بار وہمِ دور اندیش
که تا کمندِ نظر چون توان بران افگند

عُلوِّ کنگرۂ آن به غایتی برسید،

که آسمان را از چشم اختران افگند

زمرهٔ از مبارزان امیر کبیر قلعه را بسر پنجهٔ قهر و غلبه تسخیر کردند و بموجب: ع

سالی که نکوست از بهارش پیداست،

پیکر ظفر در عرصهٔ دلها جلوه گر گشت ٭

صاحب ظفر نامه گوید: "از غرایب آن سرزمین است که هر سال در فصل بهار سه روز متوالی صغار طیور مثل بچهٔ عصفور که از نو پر برآورده باشند، از هوا فرود می آیند، و اهالی آنجا، آنرا جمع نموده نمک سود میکنند، و در اوانی و ظروف ذخیره می سازند- و هرچه در آن سه روز گرفته نمی شود، پرش بزرگ شده می پرد ٭

بالجمله در روز جمعه، نوزدهم شهر ذی الحجّه سنه مذکور، آفتاب در ششم درجهٔ اسد، در حوالیِ انگوریه با ایلدرم بایزید مصاف داده غالب آمد- و او را وقتِ خفتن شبِ شنبه دست بسته نزد صاحبقران آوردند مضمون "اَصْبَحْتُ اَمِیْرًا اَمْسَیْتُ اَسِیْرًا" در باب او به ظهور رسید" ؎

تاب تو صد هزار سلاطین نداشتند

قیصر چه گونه دارد و فغفور تابِ تو؟ (انوری)

در ظفر نامه مسطور است: که چون مصاف میانِ این دو

لشکر عظیم واقع شد، اوّل کسی که با قشون خود حمله کرده خصم برابر خود را متفرّق ساخت، قرا عثمان پایندری بود. قیصر پسری داشت موسوم به کرشیخی[۱] که در جلادت بر برادران تفوّق داشت، از دست راست قیصر و سپرلاس[۲] افرنجی از دست چپ او با ده هزار فرنگی[۳] که جبّه های ایشان از فرق تا قدم آنچنان به یک دیگر مربوط و مضبوط می شود که بغیر از قفلی که قریب به ساق پای ایشان است، از جای دیگر نمیتوان کشاد، کوششهای بهادرانه کردند. آخر کرشیخی به مردم خود گفت: که "مردم روم حریف این سپاه نیستند، و هزیمت کرده بدر رفت. و سپرلاس افرنجی نیز تا قریب شام کوشش نموده او نیز مغلوب شد. درین حالت قیصر بر بلندی برآمده، نظاره بر چپ و راست لشکر خود کرد، دید که اکثر کشته و بسته گشته اند، و کار از دست رفته. چندان کوشش نمود، که شام نزدیک شده راه گریز پیش گرفته بدر رفت. امّا روز دیگر اسیر شده بنظر صاحب قرانش آوردند؛

۱- کذا در نگارستان (مطبوعه)، امّا در ظفرنامه کرشجی نوشته است،

۲- کذا در نگارستان و در ظفرنامه "پسر برلاس" است، بقول صاحب ظفرنامه (۲: ۲۷۴) این "پسر برلاس افرنجی" برادر زن ایلدرم بود، غالباً صوابش سپرلازر (Stefan Lazarevic) است که شاه سربیا و برادر (Despina or Roxana) زن ایلدرم بود،

۳- نصّ عبارت ظفرنامه (۲: ۲۷۴ سطر آخر): از سر تا قدم به فولاد و آهن می پوشند که بغیر از چشم عضوی دیگر پیدا نیست و بندهای آن را بر پشت پای بهم پیوسته قفل می زنند و تا آن قفل باز نمی کنند جیبا و خود از ایشان جدا نمی شود،

**حکایت** - در رسالهٔ دیدم نوشته بود: که" در وقتی که ایلدرم بایزید را دست بسته پیشِ محمود خان که امیر کبیر او را از نسل اوکتائی خان به خانی برداشته بود، آوردند- امیر کبیر بدو به نظرِ رحمت نگریسته گفت:" هرچه کردی بخود کردی، ندانستهٔ: ؎

هر که با فولاد بازو پنجه کرد ساعدِ سیمینِ خود را رنجه کرد

حالا دغدغهٔ بخاطرِ خود راه مده، که بشکرانهٔ فتحی، که واهبِ منّان به من کرامت کرده، هیچ بدی بتو نمی رسانم" وقیصر روی تضرّع بخاک نهاده، بگناه خود معترف شده، بعرض رسانید: که" سه پسرِ من، موسیٰ و عیسیٰ و مصطفیٰ، درین جنگ بوده اند، از مُرده و زندهٔ ایشان خبری ندارم" امیر کبیر جمعی را تعیین نمود، که تفحّص کنند- موسیٰ را، که گرفته بودند، پیشِ ایلدرم آوردند- عیسیٰ و مصطفیٰ جان به تگِ پا بدر برده بودند +

(۱۶)

## مِنَ البَدَایِع

میرزا شاه رُخ از غایت صفائی نیّت و خلوصِ طویّت، هر جمعه بواسطهٔ اداءِ نماز جمعه بمسجد جامع رفتی، تا در روزِ جمعه، بیست و سیم ربیع الثّانی سنه ثلاثین و ثمانمایه، وقتی که از نماز فارغ شده، متوجّه بیرون بود، و اکثر امراء بیرون شتافته، سواره ایستاده بودند، و نقّاره چیان بقاعدهٔ معمول و مقرّر، بنیاد

نقّاره زدن کردند. ناگاه شخصی نمد پوش، احمد لُر نام، از مریدانِ مولانا فضل الله استرآبادی، بطریقِ داد خواهان بر سر راه آمده. پادشاه به یکی از مقرّبان گفت: "که مُدّعای وی را معلوم کن". لُرک جُرأت نموده پیش دویده کاردی بر شکم میرزا رسانید. اُمراء مضطرب گشته بعد از رخصت او را پار پاره کردند. بیکبار غوغا و رستخیز عظیم برخاست و خلائق سراسیمه گشتند، و نقّاره چیان را دست از کار باز ماند. و غریو مردم بیرون و اندرون بگردون رسیده. پادشاه امیر فیروز شاه را طلب داشته. او از غایت دهشت سواره به اندرون راند. میرزا می خواست که در محفه نشیند. دولت خواهان نظر بر رفع مظنّهٔ بداندیشان نگذاشتند. و آن زخم را بسته باز بطریق سابق پادشاه را سوار کردند. و نقّاره چیان بهمان طریق پیش پیش نقّاره می نواختند، تا بباغِ زاغان شتافته آن جراحت را معالجه کردند تا در اندک فرصتی آن جراحت به راحت مبدّل شد، و یکی از شعرا در آن واقعه گفته: ع

سال تاریخ هشتصد و سی بود  روزِ جمعه پس از اداءِ صلوٰت
قصّهٔ بس عجیب واقع شد  در خراسان ولی بشهر هرات
کجروی در بساط چون فرزین
خواست تا شه رُخی زند، شد مات

# انتخاب از مجلّۂ مہر (طہران)

## جشن مہرگان

پس از آن کہ تاریخ اوستائی بقول "وسٹ"[1] مستشرق آلمانی (؟) در حدود سال ۵۰۵ ق۔م (زمانِ داریوش بزرگ یا بقول "گوت شمید"[2] المانی در حدود سال ۴۲۸ ق۔م (زمانِ داریوش دوم) مقبول دربار شاہانِ ہخامنشی گردید، ماہ ہای پارس بہ شہور اوستائی مبدّل شد۔ اسامی ماہ ہای اوستائی یعنی شہوری کہ فعلاً معمول ایرانیان است ماخوذ از اسامیِ امشاسپندان[3] و ایزدان مذہب زردشتی است۔

در تقویم اوستائی ہر ماہ را سی روز بودہ است، و از آنجا کہ سال در نزدِ ایرانیان شمسی تقریبی یعنی ۳۶۵ روز و کسری بود، چار پنج روز را باسم "اندرگاہ" یا پنجۂ[4] دزدیدہ بر ایام سالی می افزودند۔ و درین امر پیرو آیین خاصی بودند کہ ذکرِ آن

---

[1] West [2] جرمنی کا مشہور مستشرق ہے۔

[3] فرشتگان و ملایک، [4] بتازی خمسۂ مسترقہ گویند۔

از موضوع بحث ما خارج است - درین تقویم بجای این که ایام سی گانهٔ ماه به هفته ها تقسیم شود، هریک نامی مخصوص دارد، این اسامی نیز ماخوذ از اسامی خداوندان و امشاسپندان و فرشتگان است، و بدین ترتیب می باشد :-

هورمزد[۱]، بهمن[۲]، اردی بهشت[۳]، شهریور[۴]، اسفندارمذ[۵]، خرداد[۶]، مرداد[۷]، دیباذر[۸]، آذر[۹]، آبان[۱۰]، خور[۱۱]، ماه[۱۲]، تیر[۱۳]، گوش[۱۴]، دی مهر[۱۵]، مهر[۱۶]، سروش[۱۷]، رشن[۱۸]، فروردین[۱۹]، بهرام[۲۰]، رام[۲۱]، باد[۲۲]، دیبدین[۲۳]، دین[۲۴]، ارد[۲۵]، اشتاد[۲۶]، آسمان[۲۷]، زامیاد[۲۸]، مارسفند[۲۹]، انیران[۳۰] +

بنابرین می بینم، که در هریک از شهور اسامی یکی از ایام با اسم ماه مطابقت می کند - و بنا بر توصیهٔ زردشت در اقسام این ایام، زردشتیان ناگزیر از برپا داشتن جشنی بودند، و ایرانیان نیز معمولاً باین گونه از اعیاد نام همان روز را داده و به آخر آن ادات "گان" را اضافه میکرده اند، تا نشانهٔ عید باشد - چنانچه درباره "اردی بهشتگان" و "خردادگان" و "تیرگان" وغیره کرده اند +

مهرگان نیز در جزو همین اعیاد هست، زیرا در شانزدهمین روز ماه مهر که بنام "مهر" موسوم است، می باشد و چنانکه می دانیم در اثر توافق اسم این روز با نام ماه مهر پیدا

شد - ولی این عید را نباید از جنبهٔ مذهبی نگاه کرد، چه بعضی از حوادث خارجی اهمیّت خاصّی به آن داده است، و از آنجا که شناختن مقام و مرتبهٔ عظیم فرشتهٔ "مهر" در اوستا در تشخیص اهمیّتِ مذهبیِ عید مهرگان کاملاً مؤثّر است، ما بدواً بشرح آن می پردازیم *

## مهر

مهر از ایزدان بسیار مهمّی است که در اوستا بنام وی برمی خوریم - دو ایزد در اوستا از تمام ایزدان مهم تر دانسته شده اند، یکی از آن دو "سروش" و دیگری "مهر" است - این دو در مذهب بهدینان[1] از حیث مرتبت بلا فاصله بعد از امشاسپندان قرار دارند *

اسم مهر در سانسکریت "میترَ" آمده، و بعد از "وارونا" (آسمان) از سایر فرشتگان مهم تر دانسته شده است، و معنی آن دوستی و پیمان، و او خود طرفدار جدّی و راستی - دوستی و عقیدهٔ پاک، دشمن قادر دروغ و نفاق معرفی گردیده *

و در اوستا مهر بنام "میثر" و در پهلوی بنام "میتر" یاد شده است، معنی آن را "پیوستگی[2]" واسطه و رابطهٔ مابین فروغ

[1] بهدین = دین خوب، و پارسیان آئین کیش خود را بهدین میگویند * [2] ما، ۳ علائی *

محدث و فروغ ازلی" می داند، ولی وندیداد آن را به معنی "عهد و پیمان" ذکر می کند *

بقول دارمستیتر[۱] این فرشته بنام 'میترای' و "مترهه" و "مترم" نیز خوانده شده و معنی آن "محبت و دوستی" است *

در وِدا[۲] نیز مانند اوستا برای مهر اهمیت و مقام مخصوصی فرض شده است، و علاوه برین وظائف او در ودا اندکی شبیه به وظایفش در اوستا می باشد، و در اثر وجود همین شباهت می توان گفت که مهر در یک عهدی خدا، یا فرشتهٔ مشترک نژاد های ایرانی و هندی بوده است - قدمت مهر از همین جا درمیان قوم ایرانی معلوم و هویدا ست *

یکی از جمله اشتباهاتی که درمیان فرهنگ نویسان و ادباء بعد از اسلام ایرانی بشدّت ریشه دوانیده است، یکی دانستن مهر با خورشید است، و این اشتباه به حدی قدمت دارد، که گاه شخص را به تردید می اندازد، مثلاً استرابون یکی از مؤرخین محقق قدیم یونان درمیان مهر و خورشید فرقی نگذاشته است ولی در اثر قدمت این عقیده نباید به صحت آن حکم کرد، چه مندرجات و مسطورات اوستا خلاف این عقیده را کاملاً آشکار می سازد، و فی المثل مادر مهر یشت[۳] می خوانیم :

---

۱- مستشرق مشهور فرانسوی * ۲- وید کتاب مقدس هندوان * ۳- یکی از اجزاء اوستا *

"مهر را می ستائیم ..... اولین ایزدی که پیش از خورشید فنا ناپذیر تیز اسب در بالای کوه هرا[۱] بر میآید و از آنجا آن مهر بسیار توانا بتمام منزل گاه های آریائی می نگرد."

آیین مهر به تدریج در اثر غلبهٔ ایرانیان بر بابل، به بابل، و از آن جا به آسیای صغیر، و بالآخره از همان راه به اروپا رفت و در قرون اولیهٔ میلادی اهمیّتی فراوان یافت، و امروز وجود مجسمهٔ مهر در قصر واتیکان[۲] روم درجهٔ اهمیّت و مقام مهر را درمیان پرستندگانِ مهر برای ما بیان می کند.

به عقیدهٔ مهر پرستان مهر از تختهٔ[۳] سنگی به وجود آمده و برای رفاه بشر با بدی ها از پیِ جنگ برخاست. و معتقد بودند که عاقبة الامر فتح و ظفر او را خواهد بود - و از آن جا که از اطالهٔ کلام بیم داریم، در باب آیین مهر که در جای خود دارای اهمیّت فراوانی است، سخن نمی رانیم، و ناگفته از سر آن می گذریم.

صفاتِ مهر در اوستا بسیار است و ما اگر بخواهیم

---

[۱] نام کوهی است که آن را به اختلاف کوه البرز یا یکی از جبال شرقی فلات ایران دانسته اند. و بظن قوی این کوه باید در قسمت شرقیِ فلات ایران قرار داشته باشد.

[۲] Vatican قصر پاپای روم. [۳] Rock.

به ذکرِ تمامیِ آنها به پردازیم، این مقاله مفصّل خواهد شد، ولی بجا است که مختصری از آنچه را که از مهریشت بر می آید، در این جا بنگاریم۔ القاب و صفات مهیّ که در مهریشت برای مهر یاد شده است، بدین ترتیب می باشد:۔

دارندۀ دشت های فراخ - قوی ترین موجودات - آگاه از کلام راستین - زبان آور - هزار گوش - خوش اندام - دارندۀ هزار چشم - زور مند - پاسبان بیدار - بسیار توانا - ایزد مینوی فر بخشنده - سر کوبی کنندۀ دیوان - نیرو و قوت دهندۀ مملکت - بی رونق کنندۀ مملکتِ خصم - توانا - از همه چیز آگاه - حافظِ ستون های کاخ های مرتفع - توانا تر - توانا ترین - فریفته شدنی - آرایندۀ سپاه - دارندۀ هزار چستی - شهریار توانا و دانا - پاسبان بیدار دل تر - بسیار هوشمند - بخشندۀ زندگی و سعادت و نعمت و راستی - سزاوارِ ستائش - سزاوارِ باشکوه - دارندۀ دو هزار چشم - بزرگ جسمانی و روحانی - قوی ترین و دلیر ترین و چالاک ترین و تند ترین و فیروز مند ترین ایزدان - پاسبان و نگهبان سعادت کلیۀ نوعِ بشر - دارندۀ دست های بسیار دراز - تیز گوش - آراستۀ به هزار مهارت - در بردارندۀ زهِ زرّین - صاحب سپرِ سیمین - سرورِ نیرومند - دلیرِ رزم آزما - حامیِ مزدیسنای - نیک - نخستین دلیر - بسیار رحم - ایزد بزرگ

نیک منش - وغیره ........

این ایزد را به نام "سردار محبت" و "تمام دانندهٔ کار عدل" نیز یاد کرده اند.

بنابر آن چه از مسطورات اوستا و مخصوصاً مهریشت بر می آید، خداوند مهر را در شائستگی ستائش مانند خویش آفریده است و او را طرفدار دوستی معرفی کرده می گوید: که "اگر کسی به مهر دروغ نگوید مهر به او اسب های تیز رفتار، خوش خرام می بخشد، و ایزد آذر راه راست را بدو نشان می دهد، و فروَهر[۱] های مقدس وی را صاحب فرزندانِ کاری و نیک فطرت می کنند، و احتیاجات وی از هر حیث رفع می شود.

هشت تن از یارانِ مهر از جانب او بر فراز کوه ها و برج ها برآمده در آن اماکن می نشینند و مراقب پیمان شکنان و مخصوصاً دروغ گویان به مهرند. - اهورمزد مهر را هزار چستی و چالاکی و ده هزار چشم بخشید، تا به نیروی آنها نگهبانِ احوالِ اشخاص پیمان شکن و دروغ گو شود. - و او را هزار دیدبانی است، و ازین رُو، هیچ کس بدو دروغ نتوان گفت. - حتّی بزرگان و رؤسای خانواده و ده کده ها و نواحی و ایالات.

---

[۱] جوهر ضد عرض.

و اگر احیاناً یکی از آنان به وی دروغ بگوید، مهر غضبناک می شود و خانه و ده و ناحیه و ایالات و رؤساء آنها را تباه می کند. و اسبان آن مردم نسبت به ایشان نافرمانی میکنند، و پای از رفتار می کشند، و نیزهٔ آنها در حال پرتاب شدن بسوی دشمن به عقب باز می گردد، و اگر نیز به بدن خصم رسد بدان آسیبی نخواهد رساند.

مهر حامی ممالک آریائی و سر و سامان دهندهٔ آنها است. و نخستین ایزدی است که پیش از خورشید جاودان تیزاسب از فراز "کوه هرا" سر برآورده از آن جا به تمام منزل گاه های آریائی می نگرد. و اهورمزد از برای مهر در بالای کوهی بلند و رخشان (که در آن نه تاریکی و نه شب و نه گرما و نه مرض، و نه پلیدی دیو، هیچ کدام وجود ندارد، و مه و بخار از آن متصاعد نشود) آرام گاهی قرار داد. این آرام گاه را امشاسپندان. یاری خورشید به طیب خاطر بر فراز کوه مزبور بر پای کردند، تا مهر از آن جا بر سراسر دنیای مادّی بنگرد.

مهر را گردونه ای است که چهار اسب سفید یک رنگ آن را در فضاء به حرکت در می آرند. و رانندهٔ آن ارد[1]

[1] فرشتهٔ ثروت.

می باشد. - و چنانچه از مهریشت بر می آید تمام آلات و ادوات جنگ در آن وجود دارد. - و در همان جا راجع به این گردونه و تشریفاتِ مهر به تفصیل سخن گفته شده است +

مهر برانگیزانندهٔ جنگ و دوام دهندهٔ آن می باشد، و در جنگ پایداری کرده، صفوفِ اعدا را از هم می شگافد. - و در دشمنان وحشت و اضطرابی عظیم تولید می کند +

این ایزدِ بزرگ همیشه بیدار است، و بر فراز بُرجی بزرگ ایستاده پاسبانی جهان می کند. - و یکی از کارهای او این است که آب ها را فراوان می کند و باران را از آسمان می باراند، و گیاه را می رویاند. - و او را از عقل طبیعی چندان بهره است که کسی را در جهان به پایهٔ وی نتوان یافت، و گوش او در شنوائی نظیر ندارد +

باری، چنانکه بطورِ کلّی از نتیجهٔ آن چه گفتیم، بر می آید. - ایزد مهر، فرشتهٔ راستی و درستی و عهد و پیمان و فروغ و جنگ و شجاعت و مهر و محبّت و نگهبان خان و مان و قبیله و جنگ جویان راست گفتار و طرفدار راستان و درستان و دلیران قوم ایرانی و پاسبانِ ممالکِ آریائیِ ایران می باشد +

چون وظایف مهر بسیار زیاد است، برای او هزار گوش و ده هزار چشم تصوّر شده، و مقصود ازین خیال این است،

که هزار ایزد هر آنچه را که می شنوند، به او می گویند، و ده هزار ایزد هر آنچه را که می بینند بدو نشان می دهند.

علاوه برین چون در اجراء بعضی از مقاصد دیگر خود محتاج به همدستانی ایزدانی "داموئیش اومین" (نمایندهٔ اندیشهٔ نفرین و لعن از طرف دانا) و فرشتگان آب ها و گیاه ها، چیستا (فرشتهٔ علم)، آذر (فرشتهٔ آتش)، فرکیانی (فرشتهٔ شکوه و جلال سلطنت ایران)، سروش (مظهر فرمانبرداری و نمایندهٔ صفت رضا و تسلیم، و موکل بر حساب و ثواب گناه خلق در روز رستاخیز)، اشن (فرشتهٔ عدالت)، بهرام (فرشتهٔ پیروزی)، ارد (فرشتهٔ ثروت)، باد (همکار امشاسپند)، خرداد (نگهبان آب)، و بعضی دیگر از ایزدان درگرد مهر بوده، او را در اجراء نیات کمک و مساعدت می کنند. اسامی ایزدان مزبور در مهریشت بتکرار ذکر شده است.

اهمیت جشن مهرگان از حیث جنبهٔ مذهبی، از نتیجهٔ مقالات فوق بر ما کاملاً هویدا می شود، زیرا جشنی که مربوط به چنین فرشتهٔ بزرگی باشد، پیداست، که در بزم مزدیسنان[۱] چه مقامی خواهد داشت، و در نتیجهٔ همین اهمیت است، که پارسیان را در باب روز مهرگان پندارهای مخصوص بود، و

---

[۱] خدایان.

علماء زردشتی روز مهرگان را فضیلتی مخصوص قائل بودند، و می گفتند که در قلۀ کوه شاهین با آنکه در تمام ایام تابستان سیاهی دیده می شود، در بامداد روز مهرگان سفیدی مشاهده می گردد که در تمام احوال، چه در تاریکی و چه در روشنائی و چه در ابر بودن هوا، پیدا و آشکارا است .

دارمستتر می گوید که اهمیت این روز از آن جهت است که ابتداءِ ایامِ زمستان بزرگ ("زین"[۱]) می باشد، و از حیث موقعیت در نقطۀ مقابل نوروز قرار دارد - امّا از اتفاقاتِ تاریخی آنچه که بنا بر عقیده پارسیان سبب اهمیت جشن مهرگان شده است، ظفر یافتن فریدون بر ضحاک و قیام نمودن کاوه بر بیور اسب (ضحاک) و پیدایش "مشیه و مشیانه" (آدم و حوّاء) درین روز است، چنان که بعد بیاید .

باری اهمیت مهرگان به حدّی است که آن را تالی جشن نوروز می دانند و جهتش این است که بین دو عید دو حد

[۱] هَمَ (Hama) و زین (Zayana) بنا بر آنچه در بوندهشن آمده است دو فصل می باشد که اوّلی یعنی هَمَ تابستان و مشکل از هفت ماه، یعنی ۲۱۰ روز و دومی زمستان مرکّب از ۵ ماه و پنج روز یعنی ۵۵۰ روز بوده است، و همین دو فصل است که در عصر ساسانیان چهار فصل، "وهار" و "هامین" و "پائیز" و "زمستان" تبدیل یافته است .

فاصل از سال می باشد۔ نوروز برآمدن فصل گرما یعنی بهار وتابستان (هَمْ)، و مهرگان دلیل بر دخول فصل سرما یعنی پائیز وزمستان (زین) می باشد ٭

واز نویسندگان عمرو بن حجر جاحظ بصری دریک جا بدین امر اشاره می کند۔ امّا جای تعجّب است که" برخی مهرگان را بر نوروز برتری داده اند۔ هم چنانی که پائیز را به مرتبت از بهار برتر شمرده اند، و اعتماد آنان در احتجاج برای اثبات این عقیده قول ارسطو است در جواب اسکندر (وقتی که از او در باب بهار و پائیز سوال کرد)، ارسطو در جواب اسکندر گفت: "که" ای بادشاه! بهار ابتداء نشو پشگان است و پائیز اوّل نابودگشتن آنان، پس به همین جهت پائیز از بهار برتر است" ٭

ولی بنا بر قولِ دیگر پارسیان، چنان که سلمان پارسی از صحابۂ بزرگ محمدؐ بن عبد الله گفته است، نوروز و مهرگان را در مقام یکی فرض کرده می گفتند: "که" خداوند در نوروز یاقوت را برای زینت بندگانش ظاهر کرده و در مهرگان زبرجد را، پس فضل این دو روز بر سایر ایّام مثل برتری یاقوت و زبرجد است بر سایر گوهرها" ٭

# سبب پیدایش جشن مهرگان

بهترین سببی که می توان برای پیدایش جشن مهرگان بیان کرد، وقوع روز مهر است در ماه مهر، چنان که قبلاً گفته شده است - ولی بعضی گویند که جهت پیدایش مهرگان غلبهٔ فریدون است بر ضحاک و حبس کردن او در کوه دماوند- و نیز برخی گویند که درین روز فریدون قبل از دفع ضحاک بر تخت جلوس کرد و ازین روی مردم آن را جشن گرفتند- و دسته ای سبب آن را استبشار مردم به خروج فریدون بر ضحاک بعد از قیام کاوه دانسته اند- و پارسیان گویند که در این روز خداوند زمین را بگسترانید و اجساد را خلق کرد، تا این که قرارگاه ارواح باشند، و درین روز ملایکه یاری و مددگاری کاوهٔ آهنگران کردند - و چنان چه از مندرجات بندهشن بر می آید "مشیه و مشیانه" درین روز بوجود آمده اند +

اُستاد ابوالقاسم فردوسی جشن مهرگان را منسوب به زمانِ فریدون دانسته می گوید :

به رسم کیان تاج و تخت مهی | بیاراست با کاخ شاهنشهی
زمانه بی اندوه گشت از بدی | گرفتند هر کس ره بخردی
به روز خجسته سر مهر ماه | به سر بر نهاد آن کیانی کلاه

می روشن و چهرهٔ شاه نو — جهان نور داد از سرِ ماه نو
نشستند فرزانگان شادکام — گرفتند هریک ز یاقوت جام
دل از داوری ها بپرداختند — به آئین یکی جشن نو ساختند
به فرمود تا آتش افروختند — همه عنبر و زعفران سوختند
پرستیدنِ مهرگان دینِ اوست — تن آسانی و خوردن آئینِ وست

وگویند که دریں روز خداوند ماه را روشنی داد و حال آن که پیش ازین کرهٔ تاریک بود. وایران شهری گفته است که خداوند میثاق نور و ظلمت در روز های نوروز و مهرگان گرفته است ٭

## وجه تسمیه مهرگان

در وجه تسمیهٔ مهرگان که این که این کلمه چگونه پدید آمده است، اغلب در فرهنگ ها و بعضی از کتب قدیمه عقایدی اظهار شده است که چندان به حقیقت نزدیک نمی نماید. و بهترین وجه تسمیهٔ مهرگان همان است که قبلاً ذکر کرده ایم ٭

فقط چیزی که هست، اهمیّت و مقام شامخ مهرگان در نزد پارسیان باعثِ ایجاد افسانه های راجع به این جشن گردید، وقلم را به دست افسانه سرایان داد - به هرحال اقوال دیگری که در وجه تسمیهٔ مهرگان ومعنی آن آمده است،

و بعضی از آن ها تا حدّی به صواب نزدیک، و اغلب از حقیقت دُور است، به قرار ذیل است:

گویند که چون فریدون پس از دفع ضحاک بر تختِ سلطنت نشست، مردم به شکرانهٔ این اتفاق جشن گرفتند- و بعد از آن حکام نسبت به رعایا مهربان شدند، و چون مهرگان بمعنی محبّت و پیوستن است و بنابر این جشن جلوس فریدون بدین نام خوانده شد- و برخی گویند که پارسیان را پادشاهی بود که مهر نام داشت و او که مردی ظالم و ستم پیشه بود، در نیمهٔ ماه مهر رخت از جهان بر بست- و مردم شادمان شدند- و چون مهر بمعنی مرگ و گان مترادف "پادشاه" یا "پادشاه ظالم" است این روز به "مهرگان" یعنی "مرگ پادشاه ظالم" موسوم شد.

ابوریحان مهرگان را محبّت روح می داند و در باب نامیدن این روز به مهرگان می گوید: "گویند که مهر اسم آفتاب است و آفتاب درین روز برای عالم ظهور کرد و ازین جهت این روز موسوم به مهرگان گردید...

..... و کسروی[1] گفته است که موبد متوکلی را شنیدم که

---

[1] یعنی حمزه بن حسن اصفهانی، بعضی نام کسروی را موسی بن عیسی ضبط کرده اند (تاریخ سنی ملوک الارض و الانبیاء).

می گفت: "چون روز مهرگان فرا رسد، آفتاب در دائره ای که درمیان نور و ظلمت فاصله است، طلوع کرده ارواح را در اجساد تباه می کند و ازین روی پارسیانش "میرگان"[۱] نامیده اند".

## زمانِ پیدایش جشن مهرگان

درین باب چنان که باید، نمی توان عقیدهٔ ثابتی اظهار کرد، زیراکه درین موضوع نه سندی درست است و نه قرائنی قوی - ولی باز به اتکاءِ یکی دو قرینه می توان زمانِ آن را از تقریب و حدس معلوم ساخت - اگر مهرگان را، چنان چه مشهور است، از جشن های مذهبي دین زردشت بدانیم، ناچاریم که زمانش را از اواسطِ قرن ششم قبل از میلاد فروتر نیاوریم[۲].

امّا چنان که می دانیم، تمام مؤرّخین سلف مهرگان را به فریدون پادشاهِ داستانیِ ایران نسبت داده اند، و ما از آنجا که نمی توانیم قلم سهو بر جملهٔ عقایدِ آنان درین باب بکشیم، مجبوریم که بدواً فریدون را، چنان که باید، بشناسیم، و آنگاه

---

[۱] "میر" چنانکه امروزه در مازندران و سمنان (و شاید در بعضی از ولایات دیگر) مرسوم است اسم مصدر "مردن" و به معنی "فنا و زوال" است،

[۲] چراکه زمان زردشت را از شش تا هشت هزار سال قبل از میلاد گرفته تا نیمهٔ قرن ششم قبل از میلاد باختلاف نگاشته اند.

برای یافتن زمان پیدایش جشن مهرگان به جستن عهدِ سلطنت فریدون همّت بگماریم +

بنا بر این مقدمه باید دانست که :

این شخص را (که اغلب از نویسندگان و مؤرّخینِ قدیم، صاحبِ سلطنت پانصد ساله اش می دانند)، می توان مؤسّس سلسله ای شمرد که پانصد سال دوام کرده باشد - راجع به فریدون سخنان اغلب نویسندگان قدیم یک نواخت، و از آن جا که تکرار اقوال آنان را نتیجه ای نیست، ما در این جا فقط به ذکر آن چه که از آثار ایرانی ماقبل از اسلام راجع به فریدون می آید اکتفا می کنیم +

قضیّهٔ ضحاک و فریدون از داستان های بسیار قدیمِ آرین هایِ[۱] هند و ایرانی می باشد، و از آن جا که در زبان سنسکرت و اوستا هر دو ذکر شده است، باید آن را راجع به ایامی دانست که هنوز هندوان و ایرانیان از یک دیگر جُدا نه شده بودند +

چون ضحّاک بر جمشید[۲]، پسرِ ویوانهات[۳]، تسلّط یافت، و

---

۱ Indo-Iranians +

۲ Yima +

۳ Vivanhat +

دستیاری "سپئی تی یور" برادر جمشید او را با ارّه دو نیم کرده، دست به ظلم و جور کشود، تا اینکه اهورمزد فریدون را از پئ قلع و قمع ضحّاک برانگیخت، اسم این مرد در اوستا "ترئ تئون"[۲] و اسم پدرش "اثویه"[۳] آمده است +

و بنا بر آنچه از هوم یشت بر می آید، عقیده مذهبی زردشتیان بر این است که "اثویه" دومین کسی است که عصارهٔ گیاه "هوم"[۴] را در تشریفات مذهبی بکار برد - و در پاداش این کار فرزندی به وی عطا شد موسوم به "ثری تئون" که "ازی[۵] دهاک" سه پوزه و سه سر و شش چشم را بکشت +

اسم فریدون در حماسهٔ ملّی[۶] هندوان "تری تنه" و نام پدرش در ویدا[۷] "اپ تیه" آمده است، و همین کلمهٔ اخیر میباشد که در پهلوی به "آسپیان" مبدّل شده +

---

۱ Cpityura برادر جمشید است که برای خاطر ضحاک برادر خود را، بنا بر آن چه از اساطیر ایرانی بر می آید، با اره دو نیم کرد و معنیٔ این لفظ "مرد سپید سینه" می باشد + ۲ Thraetanod ۳ Athwya

۴ Haoma - عصارهٔ این گیاه، فقط اختصاص به یک ایزد یا یکی از عبادات مذهبی نداشته و در جملهٔ تشریفات مذهبی بکار می رفت +

۵ اساطیر ایرانی کے مطابق "ازی دہاک" (ضحاک) کے تین منہ، تین سر اور چھ آنکھیں تھیں +

۶ یعنی مہابھارت + ۷ وید، کتاب مقدّس هندوان +

محلّ تولّد فریدون شهر "ورن[۱]" است، و تفسیر های پهلوی این شهر را در جنوب دریای خزر قرار می دهند، و معهذا ذکر می کنند که بنا بر بعضی مآخذ ' ورن ' نام قدیمی " کرمان " می باشد.

. . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . .

امّا در باب زمان حکمرانی فریدون عقیده صریحی نمی توان اظهار کرد و فقط به حدس می شود گفت که این شخص در بین قرون ۱۴ و ۲۰ ق.م می زیسته است. و این حدس در اثر بدست آوردن زمان های تقریبی سلطنت جمشید و ایام تسلّط منوچهر پیدا می شود (زمانِ منوچهر را که باید پس از انقراض سلطنت فریدونیان به سلطنت رسیده باشد، قرن نهم قبل از میلاد تصوّر کرده اند)، و چون نمی توان سخن را درین باب بیش ازین به درازا کشانید، دیگر راجع به این موضوع بحثی نکرده و خوانندگان را به قرائت کتاب داستانهای قدیم، که در امثال این مواضیع بحث های مفصل و مفیدی می کند، هدایت می نمائیم.

در نتیجهٔ دانستن زمان تقریبیِ فریدون چنین معلوم می شود که جشن مهرگان با دو جشن سده و بهمنجه، اگر واقعاً از محدثات زمان فریدون باشد، تقریباً در سنینِ ما بین قرونِ

---

[۱] Varena

۱۴ و ۲۰ قبل از میلاد مسیح به وجود آمده است. و نیز اگر در پدید آمدن جشن مهرگان معتقد به وجود اعقاب فریدون باشیم، می توانیم زمانِ تداول آن را در بینِ قرون نهم و چهاردهم ق - م قرار دهیم.

باری به هیچ وجه نمی توان زمان پیدایشِ جشن مهرگان را از اوائل عهد هخامنشی فروتر آورد، زیراکه آثار مؤرخینِ یونانی چنانکه بعد خواهیم دید، به ما اجازهٔ این تفریط و سهل انگاری را نمی دهند.

دارمستتر می گوید: که "این عید طبیعی همان قدر قدیم است، که ملّت ایران"، ولی باید مذعن بود که قدمت این عید متناسب است با قدمت نیایش مهر.

## سیرِ جشنِ مهرگان از شرق تا غرب

پس از آن گاه آئین مهر در اروپا ریشه دوانید، و گروهی از مردم به نیایش مهر پرداختند. به عنوان روز ولادت خدای خویش در هر سال جشنی بر پا کردند، و در حقیقت به متداول ساختن جشن مهرگان در اروپا مبادرت جستند. و "جشن روز ولادت خورشید مغلوب نه شدنی" در روم که مصادف با بیست و پنجم دسامبر[۱] می باشد، و بعد از نفوذ دینِ عیسیٰ در

[۱] ماه دسمبر.

اروپا به جشن "روز ولادتِ مسیح"[۱] مبدّل شده است، همین جشن مهرگان است.

## عدد ایام مهرگان بزرگ و کوچک

عدد ایّامِ مهرگان را به اختلاف ذکر کرده اند، و درین مورد دو عقیدهٔ مختلف می توان تشخیص داد- عده ای (از علماء)... مُدّت جشن مهرگان را شش روز دانسته و گفته اند که ابتداءِ این عید از روز شانزدهم مهر است، و آن را "مهرگانِ عامّه" (مهرگان کوچک)، و انتهایش روز ۲۱، و آن را "مهرگانِ خاصّه" (مهرگانِ بزرگ) می نامند، درین صورت . . . . . . جشن مهرگان جشنی شش روز بوده است.

در مقابل این دسته ای علمای دیگر . . . . . معتقد اند که مهرگان جشنی سی روز بوده است که پنج روز اوّل مهرگانِ عامّه یا مهرگانِ کوچک نام داشت و بقیّهٔ ایّام به ترتیبی که بعد خواهد آمد، به پنج قسمت شده، و هر یک به صنفی مخصوص از طبقاتِ مردم اختصاص داشت، و مهرگانِ خاصّه یا مهرگانِ بزرگ نامیده می شد.

---

[۱] کرسمس.

# مراسم جشن مهرگان

از اختصاصات مهرگان درمیان سایر اعیاد ایرانیان این است که اغلب مراسمش را با نوروز شباهتی کامل می باشد، چنانچه جاحظ در کتاب های "التاج فی اخلاق الملوک" و "المحاسن والاضداد" رسوم مهرگان و نوروز را باهم و در تحت یک عنوان ذکر کرده است. ولی البته بر اثر اختلاف زمان نوروز و مهرگان و بواعث دیگر، اختلافی کوچک درمیان این دو عید، پدیدار شده بود، و ما در جای خود بذکر این رسوم زائده، و شرح رسوم مشترکهٔ نوروز و مهرگان مبادرت می کنیم. واینک برای آن که از قدیم ترین عهدی که تاریخ به ما اطلاعاتی درین باب می دهد، شروع کرده باشیم، به شرح آئین مهرگان در عهد سلاطین ہخامنشی می پردازیم *

# مهرگان در دربار ہخامنشیان

رسوم جشن مهرگان در دربار سلاطین ہخامنشی، مانند این عید در دورهٔ سامانیان کاملاً معلوم نیست، چه اوّلاً در کتب و تواریخی که به وسیلهٔ دورهٔ اسلامی تدوین شده است، به هیچ وجه اثری از آن دیده نمی شود، و این خود در اثر عدم

اطلاعی است که ایرانیان این زمان نسبت به سلاطین هخامنشی داشتند، و ثانیاً مؤرّخین خارجی که در قرون سابقه بذکرِ این مراسم پرداخته اند، چون به جزئیات امور متوجّه نبودند، و خود نیز فی الحقیقه از عظمت این جشن اطلاعی کافی نداشتند، در ذکرِ آن به اختصار کوشیده اند.

بهر حال ما را، چنان که باید، از رسوم این عید در عهدِ سلاطین مزبور اطلاعی کاملی در دست نیست - ولی برخی از مراسم آن درین دوره به قرینه، و بعضی را از روی اسناد تاریخی می توان بیان کرد.

قبل از بیان مراسم مهرگان در دربار شاهان هخامنشی باید متذکر بود که سلاطین مذکور فرشتهٔ مهر را چنان مقدس شمرده، و چندان اهمیّتش می داده اند، که حتّی بنامِ وی قسم یاد می کرده اند - و این مطلب از آن چه که گزنفون[1] مؤرّخ یونانی (سنه ۴۳۰ - سنه ۳۵۲ ق - م) در کتاب "تربیت[2] کوروش" و پلوتارک[3] مؤرّخ یونانی (سنه ۵۰ - سنه ۱۲۰ میلادی) نگاشته اند، بخوبی بر می آید، و چنانکه می دانیم، در دوره های بعد از هخامنشی و حتّی در عهد ساسانیان نیز در بارهٔ تعظیم و تکریم مهر کسی تا بدین حد غلو نه کرده است - بنا بر این مقدمه تصوّر این امر بسیار طبیعی

[1] Xenophone. [2] Cyropedie. [3] Plutark.

است که عیدی را که منسوب به چنین فرشتهٔ بلند مقامی باشد، شاهان هخامنشی بسیار اهمیت می داده، و در اجراءِ مراسم آن به هیچ وجه کوتاهی نمی کرده اند.

یکی از مراسم مهم اعیاد نوروز و مهرگان در عهد سلاطین ساسانی، دادن بار عام بوده است که جز درین دو جشن نامی از آن در میان نمی آید - و چون شاهان ساسانی در اغلب از مراسم درباری تقریباً از اجداد پارسي خویش تقلید می کرده اند، اشکالی ندارد که رسم مزبور را در عهد سلاطین هخامنشی نیز از خصایص درباری شماریم - زیرا اوّلاً شاهان هخامنشی که به شهادت مؤرّخین یونانی جشن مهرگان را با شکوهی تمام برپا می کردند، ناچار از دادنِ بار عام نیز در این جشن خود داری نمی توانستند کرد - بخصوص که هدایاءِ والیان و حکام ایالات و ولایات در این اوقات به دربار می رسید، (چنان که خواهیم دید)، و لازم بود که از نظر شاهنشاه بگذرد - ثانیاً، چنان که از گفتار آقای دکتور ارنست هرتسفلد[۱] برمیآید، شاهان هخامنشی، که برای بار عام عمارتی خاص داشتند، در جشن نوروز به بار نشسته و نمایندگان بادشاهان و شهرداران را که با هدایا به دربار حاضر می شدند، بخدمت می پذیرفته اند -

---

۱- Dr. Ernest Hertsfield

بدین ترتیب چگونه می توان گفت که در مهرگان، که از حیث عظمت و موقعیت طبیعی، تالی جشن نوروز می باشد، بار عام مرسوم نبوده است - بنابراین مقدمات باید مذعن بود که بادشاهان هخامنشی در جشن مهرگان به بار عام می نشسته اند +

از جملهٔ مؤرخین قدیم اروپا که راجع به رسوم مهرگان در دربار هخامنشی چیزی نگاشته اند، یکی "کتزیاس"[۱] یونانی طبیب اردشیر دوم است که خود مدتی در دربار بادشاه هخامنشی می زیست - او می گوید: که" شاهان هخامنشی نمی باید مست شوند- مگر در روزی که ستایش و نیایش مهر را جشنی برپا می کنند" و به ترتیبی که آقای پور داؤد از" کتزیاس" نقل کرده است، شاه در این روز لباس ارغوانی می پوشید +

در جشن مهرگان شهرداران (والیان ایالات و ولایات که به یونانی ساتراپ شده، و در فارسی هخامنشی "خشتر پاون" بوده است ) و بادشاهان دست نشانده و مطیع هریک به نوبهٔ خود هدایا ای را که لایق خدمت بادشاهان بلند مرتبهٔ هخامنشی باشد، بوسیلهٔ نمایندگان خود بخدمت می فرستادند- و شاید به همان ترتیبی که در نوروز مرسوم بود، صاحب بار، هریک از نمایندگان مذکور را، به نوبت بحضور شاهنشاه می برد، تا هدایاءِ

---

[۱] Ktesias +

خود را از نظر وی بگذرانند +

باری استرابون[۱]، جغرافیادان مشهور یونانی در کتاب یازدهم از جغرافیای خویش می گوید که ساتراپ ارمنستان هر ساله برای شاهنشاه هزار کرهٔ اسب می فرستاد، تا آن که در جشن مهرگان از نظر وی بگذرد +

"آتنه[۲]" از "دوریس[۳]" که در قرن چهارم میلادی می زیسته است، شرح مفصلی راجع به مهرگان نقل می کند و مخصوصاً می نویسد که بادشاه هخامنشی در جشن مهرگان بنفسه می رقصید +

و روز مهرگان در جزء اشیای که به حضور شاه می آوردند، یکی گیاهی بود، که شاید سینسبر باشد، چه در "بوندهش" آورده اند که این گیاه مقدس مخصوص بهرام ایزد است +

امّا پس از تسلط یونانیان، چنان که مشهور است، تاریخ اوستائی در دربار متروک گردید، و تاریخی بمیان آمد، که در نزد ما به تاریخ اسکندری معروف است - و مبدأ آن شاید سال ۳۱۲ ق - م، یعنی سال تاسیس سلسلهٔ "سلوکی" باشد +

ماه های این تاریخ مقدونی بوده است - بدین ترتیب دیده می شود که ماه های اوستائی، و به تبع آنها اعیاد ملّی و مذهبی ایرانیان، در دربار سلاطین از نام و نشان نیفتاد - و

---

[۱] Strabon + [۲] Athenee + [۳] Dowris

شاید درین اوقات فقط ملّت ایران را بتوان پشتیبان وضامن بقاءِ آنها دانست - از این جهت نمی توانیم در باب اعیاد ایرانی، ومخصوصاً مهرگان که موضوع بحث ما است، به تحقیق چیزی بگوئیم ومراسم آن را در این هنگام معلوم سازیم +

در عهد اشکانیان پارتی، باز مهرگان سر از بالش احتقار برداشت و دوباره پای در دربار شاهان نهاد - و این معنی، از حکایتی که ثعالبی در کتاب "غرر اخبار ملوک الفرس و سیرهم" در باب موبدان موبد وقت و خسرو پسر فیروز اشکانی می نویسد، بخوبی برمی آید، و برای اطلاع از آن، باید به صفحات ۱۷۴ و ۲۷۴ از کتاب مزبور رجوع کرد - مطلب مهمی که ازین حکایت برمی آید این است که شاه در روز مهرگان بار می داد، و بزرگانِ مملکت به تقدیم هدایا مبادرت می کردند، و موبدان موبد نیز در این کار از دیگران پیروی می نمود، وشاید هدایاء او زودتر از سایر پیش کشی ها، بخدمتِ شاه فرستاده می شد +

بهرحال وجود جشن های تاریخ اوستائی در دربار اشکانی، از وجود اسامیٔ شهور تاریخ مزبور بر روی سکّه ها و اسناد دولتی، و نیز از اقدامی، که در کتاب "دین کرت" به "وُلگش" بادشاه اشکانی (سنه - سنه میلادی) در باب

جمع آوری اوستا نسبت داده شده است، بر ما ثابت میشود. و ازین روی می توان قولِ ثعالبی را قبول کرد، و حکایت فوق را، اقلاً، دلیل مرسوم بودن جشن مهرگان در دربار شاهان اشکانی دانست *

# مهرگان در عهد ساسانیان

در بار شاهان ساسانی برای مهرگان مراسمِ مخصوصی قائل می شد، و اساساً، از آن جا که سلاطین ساسانی پایهٔ قدرت شان بر اصل مذهب استوار بود، و در احیاءِ مراسم قدیم ایران، و قوانین مذهب زرتشت سعی بلیغ داشتند، تشریفات جشن های ایران و مخصوصاً نوروز و مهرگان را به اقصی الغایة افراط رسانیده بودند. - بجز در موقع نوروز و مهرگان، که یکی در هنگام بهار، و دیگری به فصلِ خزان است، بار عام معمول نه بود، و شاید شاهان ساسانی، در این امر، پیروی از سلاطین هخامنشی کرده باشند *

یکی از خصایصِ دربارِ ساسانیان این است که هر روز از ایام سال را شعری جدید و نواختنی تازه در خدمتِ شهنشاه مرسوم بود - و بنا بر این در هریک از ایام اعیاد آوازها و آهنگهای وجود داشت که به همان روز

اختصاص داده می شد، چنان که در ایام نوروز، آهنگ های "نوروز بزرگ" و "نوروز کیقباد" و "نوروز خردک" و "ساز نوروز" و "باد روز" واقسام این الحان نواخته می شد، و نیز چنان که جاحظ می گوید:

در این ایام مغنّیان به آواز های از قبیل "غنا و مخاطبه" و "آواز های بهاری" و آواز های که اخلاف زردشتیان از آنها یاد کرده اند و به اغانی "آفرین" و "خسروانی" و "ماذرستانی" و "ماژندرانی" مترنم می شدند.

در ایام مهرگان نیز ناگزیر از اقسام این آهنگها نامی به میان می آید که امروزه از آن جمله جز اسامي الحان "مهرگانی" و "مهرگان بزرگ" و "مهرگان خردک" برای ما چیزی نمانده است.

در روز های مهرگان و نوروز معمولاً پارسیان مشک و عنبر و عود هندی به یک دیگر هدیه می دادند و ملوک روغن بان را تبرّکاً بر خود می مالیدند. وگاه عوام الناس نیز بدین کار مبادرت می نمودند.

رسم بادشاهان ساسانی در مهرگان بر سر نهادن تاجی بود که صورت آفتاب بر خود داشت. و سببش اعتقادِ ایرانیان است به این که در روز مهرگان خورشید در جهان آشکار شد، و به قولی، اوّلین کس که درین روز بنزد شاه

می آمد، موبدان موبد بود، و او طبقی با خود می آورد که در آن ترنج و قطعهٔ شکر و کنار و بهی و عناب و سیب و خوشهٔ انگور سفید و هفت دستهٔ مورد که بر آن زمزمه خوانده باشد، وجود داشت ......

درین روز شاهان ساسانی جامهای از بردِ یمانی و وَشْیِ می پوشیدند - و...... درین روز (و نیز در روز جشنِ نوروز) چون بادشاه زینتِ خود را می پوشید و به مجلس حاضر می شد، مردی خجسته نام و مبارک قدم و گشاده صورت و نیکو بیان که از هنگامِ شب تا صبح گاهان، بر در خانهٔ شاه توقف می کرد، بامدادان، بدون اجازه، بر شاه داخل می شد، و چندان بر پای می ایستاد، تا شاه وی را به بیند - پس شاه از او می پرسید که: "کیستی؟ و از کجا آمده ای؟ و ارادهٔ کجا داری؟ و نامت چیست؟ و که ترا آورد؟ و با کدامی کس آمده ای؟ و با تو چیست؟" آن مرد در جواب می گفت:

"من نیروِیِ فتح و ظفرم و از جانب خدا می آیم، و ارادهٔ بادشاهِ نیک بخت کرده ام، اسمم خجسته، و آورندهٔ من نصرت و ظفر می باشد و سالِ جدید به همراه من است، و سلامت و بشارت و گوارائی ره آوردم". پس بادشاه می گفت: "اجازهٔ ورودش دهید". و سپس خود به وی می گفت

که: "درون آی". آن مرد درون رفته می نشست. و بعد از او مردی داخل می شد که با وی طبقی سیمین بود که در اطرافش نان های گردی که از انواع حبوب، مانند گندم و جو و ارزن و زرت و نخود و عدس و برنج و کنجد و باقلی و لوبیا پخته می گردید، جمع بود و از حبوب مزبور نیز، هر یک هفت دانه، و هفت خوشه، و قطعه ای از شکر، و دینار و درهم جدید، و شاخه ای از اسپند برین طبق گذاشته می شد. درمیان طبق هفت شاخه از درخت های که بدانها و به اسم آنها تفاؤل کنند، و نظر کردن بدانها نیکو است، مثل بید و زیتون و بهی و انار گذاشته می شد. بعضی ازین شاخها بر یک گروه، و بعضی بر دو گروه، و برخی بر سه گروه بریده می شده و هر یک را به نام شهری از شهرها می نامیده و بر روی آنها "اپزود" و "اپزاید" و "اپزون" و "پردار" و "فراخی" و "فراهیة" می نوشته اند، که معنی آنها عبارت است از "بیفزود" و "بیفزاید" و "افزون" و "رزق" و "فرح" و "سعة".

آن مرد تمام این چیزها را به دست گرفته، خلود و دوام ملک، و سعادت و عزّت شاه را می خواست. و بادشاه درین روز درباب هیچ کاری به مشورت نمی پرداخت، از ترس این که مبادا ازآن چیزی پدید آید که ناپسند باشد و در تمام

سال جاری شود ٭

اولین چیزی که درین روز برای شاه آورده می شد، سینیٔ زرین یا سیمینی بود که بر آن شکر سفید و جوز هندی مقشر تازه و جامهای سیمین یا زرین قرار داشت. بادشاه از شیر تازه ای ابتداء می کرد که در بعض آن خرمای تازه خیسانیده بود و نارگیل و خرمای چند بر می داشت و به کسی که در نزدش از همه عزیزتر بود، می داد - و از شیرینی آنچه را که می خواست، می خورد - پس ازین مقدمات هدایا به عرض شاه می رسید ٭

امّا در باب هدایا ای که درین عهد به خدمت شاه فرستاده می شد، باید دانست که این هدایا را یا بادشاهان ممالک مجاور و متعاهد، و والیانِ ایالات و ولایات، و امراء دست نشاندهٔ شاهانِ ساسانی به دربار می فرستادند، یا خواص و اطرافیان و اقرباء بادشاه و سایر مردم به وی تقدیم می کردند ٭

نوع هدایاء دستهٔ اوّل عبارت بود از طرائف هر زمین - چنان که از هند فیل و شمشیرهای هندی و مشک و پوست حیوانات، و از سندھ طاؤس و طوطی، و از روم دیبا و فرش های قیمتی می فرستادند - قوّاد شاه و مرزبانان، تیرها و شمشیرهای مصمت از سیم و زر تقدیم می کردند - و اگر از عمال کسی بود که بقایاء مالیات سال گذشته در نزد وی باشد، آنها را جمع کرده و در بدره های

شمعی های

حریر چینی بسته و بخدمت می فرستاد، است. و همچنین می کرد از عمّال هر کس که می خواست که به زیادیِ اموال و فزونیِ عمل یا اداءِ امانت خویش تزیین کند.

امّا در باب نوع هدایاءِ دستهٔ دوم باید گفت که معمولاً مردم مملکت، اعم از خواص و عوام، آنچه را که خود بدانها تعلّقی و میلی داشتند، و یا حرفهٔ آنان بدان منحصر بود، به شاه تقدیم می کردند. و ما در این جا مخلوطی از آنچه را که جاحظ در کتابهای "المحاسن و الاضداد" (در تحت عنوان "الهدایا") و در کتاب "التاج فی اخلاق الملوک" نوشته است، نقل می کنیم:

معمولاً وزراء و دبیران و خواص اقرباء شاهنشاه جامهای طلا، و نقره مرصّع به گوهر، و جامهای سیمین مطلا، و بزرگان و اشراف لباس ها و عقابها و شاهین ها و یوزها و زین ها و آلات آنها را به شاه هدیه می دادند. و گاه نیز ممکن بود که بعض از مردم بزرگ تازیانه ای به شاه تقدیم کند. حکماء به شاه حکمت هدیه می دادند، (یعنی شاه را به پند و حکمت متنبه و آگاه می ساختند) و شعراء شعر، و خطباء خطبه، و ندما تحفه و چیز نو و خوش آینده و نوبر، و پرورانندگان نتاج چارپایان، اسپانِ تیز رفتارِ خوش خرام، و دراز گوش مصری و استر و اسپانِ غیر تازی، ظرفها و مشکهای پوشیده از حریر چینی مملو از گلاب،

و جنگ جویان کمان و نیزه و تیر، و آهن گران و زره گران شمشیرها و جوشن ها و سنان ها تقدیم می نمودند. و صاحبان کسوت و ثیاب لباس های بلند از خز و جامه های رنگین و دیبا وغیره، و گوهریان گوهر، و صیرفیان آلات نقره و طلا و جامه های سیمین مملو از دینار، اواسط الناس دینارها و درهم های همان سال، و یا ترنج، یا بهی، یا سیب، به پادشاه اهداء می کردند - از اعیانِ مملکت، آنکه مشک را دوست می داشت، مشک به هدیه می فرستاد، و آن که به عنبر خوش دل بود، عنبر، و اگر از سواران و شجاعان بود، اسب، یا نیزه، یا شمشیر، به رسم هدیه به خدمتِ شاه می فرستاد، و اگر تیر انداز بود، بنا به سنت زمان، تیری نثارِ خدمت شاه می کرد - و مرد ثروت مند سیم و زر هدیه می نمود.

و بر زنان خواص و جواریِ او بود که هر آن چه را که بهتر می دانستند، و بیشتر می پسندیدند، تقدیم خدمت وی کنند، چنان که در ذکر رجال گذشت، مگر اینکه بر زنان بادشاه واجب بود که اگر نزد بعضی از آنان کنیزکی نیکو منظر باشد، و آن زن بداند که بادشاه را به وی تعلّقی و میلی است، و به دیدنش دل خشنود می باشد، او را به اکمل حالات و بهترین زینت ها و نیکوترین هیئت ها به پادشاه به رسم هدیه دهد - و چون چنین می کرد، حق او بر پادشاه این بود که شاه وی را بر زنانِ

خود مقدّم دارد و منزلتی مخصوص دهد، و بر اکرامش بیافزاید- چه پادشاه می دانست که آن زن بر نفس خود سخت گرفته، و چیزی به وی بخشیده است که بر دلش گران می آمد، و کسی را بدو تخصیص داده که جود به آن در وسع زنان نیست مگر برخی از آنان - به هر حال زنی که به اهداء یکی از جواري خود مبادرت نمی کرد، ناچار دُرّی نفیس، و گوهری گران بها، و انگشتری و آن چه سبک وزن و لطیف باشد، تقدیم حضرت شاهنشاه می کرد *

# جشنِ مهرگان در قرون اسلامی

بعد از غلبۀ مسلمین بر ایرانیان و بر اُفتادن اغلب از مراسم و عادات ملّی و مذهبي پارسیان، بعضی از اعیادِ ایران همچنان با رونق اوّلیۀ خویش باقی ماندند- و حتّیٰ از میان اقوامِ ایرانی نیز تجاوز کرده، اعراب غالب را باحترام خود وا داشته اند- و از آن جمله اند نوروز و مهرگان و سده، که در نزد اعراب "نیروز" و "مهرجان" و "سدق" خوانده می شوند *

ایرانیان از همان اوائل عهد اسلام بنا بر عادتِ موروث، به تقدیم هدایاء به خلفاء و اُمراء در ایامِ اعیاد مبادرت کرده اند، چنان که فی المثل در عهد علی بن ابی طالب عده ای از دهگانان

در نوروز هدایا ای بخدمت وی بُروند...... معاویه بن ابی سفیان برای تکثیر عایدات خویش در نوروز هدایا ای بر عهدهٔ مردم گذاشت که در سال به ده ملیون درهم می رسید- و کسی که اوّلین مرتبه هدایائی نوروز و مهرگان در اسلام (بهمان ترتیبی که در عهد ساسانی مرسوم بود) متداول ساخت، حجاج بن یوسف ثقفی است- ولی عمرو بن عبدالعزیز این رسم را منسوخ ساخت- و حال به همین منوال بود، تا اینکه احمد بن یوسف کاتب در عهدِ مامون عبّاسی هدایا ای بخدمتِ او فرستاد......

در مهرگان سال ۱۲۰ هجری، موقعی که اسد بن عبدالله در بلخ بود، دهگانان و اُمراء علی الرسم به تقدیم هدایا مبادرت جستند، و دهقان هرات شخصاً هدیه ای قیمتی بخدمت بُرد.

چنان که از آثارِ نویسندگان سلف بر می آید، دربار خلفاءِ عبّاسی، به نوروز و مهرگان اهمیّت بسیار می داد- در این عهد نیز اُمراء به تقدیم هدایا مبادرت می جستند، چنانکه خالد المهلبی به متوکل (۲۳۲-۲۴۷ ہجری) جامه ای رنگین منسوج از طلا و بعضی از اشیاء قیمتی دیگر به رسم هدیهٔ نوروز تقدیم کرد- و حسن بن وهب در مهرگان جامی زرّین به متوکّل فرستاد که در آن هزار مثقال عنبر بود.

علاوه بر این در این ایام، گاه به نگاشتن تبریک نامه ای

نیز مبادرت می کردند. چنان که همین حسن بن وهب در نوروز چیزی به عنوان تبریک نوشته بخدمت متوکل فرستاد، و نیز ماذنی شعری به عنوان تبریک نوروز فرستاد ......

جشن مهرگان را در نزد تمام سلاطینی که در قرون اسلامی بر ایرانیان حکومت می کردند، اهمیت و اعتباری مخصوص بود. از دورهٔ سامانیان گرفته تا هنگام هجوم مغول، شعراء هر یک به نوبهٔ خویش قصایدی در تهنیتِ مهرگان به اُمراءِ متبوع خود ساخته اند. و نقل آن جُمله در این مختصر نتیجه ای جُز تفصیل و تطویل نخواهد داشت.

شاید مهرگان را در قرون اسلامی گاه بنام "جشن خزان" نیز می خوانده اند چه فرخی در یکی از قصاید خویش میگوید: ـــ

زین جشن خزان خرمی و شادی بیند

چندان که در ایامِ بهاری برآید

ولی باید دانست که در قرون قبل از اسلام جشن خزان یکی از اعیاد مخصوص پارسی و نام دو جشن بوده است که یکی در هشتم شهریور ماه و دیگری در اوّل مهر ماه برپای می شد. و ازین جشن در دربارهای اسلامی ایران رسمی نیست.

اگرچه ما را از هدیه دادن پادشاهان ایران در قرون اسلامی به اُمراء و درباریان اطلاع درستی در دست نیست، ولی در

یکی از قصاید منوچهری که در مدح منوچهر بن شمس المعالی قابوس بن وشمگیر بن زیار دیلمی سروده شده است، به یکی از نظائرِ این امور بر میخوریم. منوچهری در قصیده ای که بدین مطلع شروع می شود:

بینی آن ترکی که چون او بر زند بر چنگ چنگ
از دلِ ابدال بگریزد بصد فرسنگ سنگ

می گوید:

ای رئیس مهربان این مهرگان خرّم گذار
فرّ و فرمانِ فریدون را تو کن فرهنگ هنگ
خز بده اکنون به رزمه مَی ستان اکنوں به رطل
مشک ریز اکنون به خرمن عود سوز اکنون به تنگ

امّا درین نکته جای، هیچ تامّل نیست که پادشاهان به سپاهیان در روز جشنِ مهرگان لباس های فصلی را که مهرگان در آن بود می داده اند +

و ابو ریحان می گوید که چون در زمانِ او مهرگان باوّل پائیز افتاد، سلاطین خراسان لباس پائیز و زمستان هر دو را درمیان لشکریان متفرّق میکردند +

بهترین کتابی که ما را از رسوم درباری عید مهرگان در قرونِ اسلامی آگاه می کند کتاب مقامات مسعودی تالیف ابو الفضل

محمدّ بن حسین بیهقی (متوفی بسال ۴۷۰ هجری) است - درین کتاب اگرچه فقط برسوم مهرگان در دربار سلاطین غزنوی بر میخوریم - ولی می توانیم که این مشت را نمونه ای از خروار دانسته بگوئیم که مهرگان با همین رسوم یا مراسمی نظیر آن ها، در دربارهای سلاطین ایران در قرون اسلامی برپای می شده است - این رسوم را با مراسم قدیمهٔ مهرگان شباهتی کامل، وفقط یکی از وجوه تمایز آن ها با آئین سابقه اینست که شاه در این دوره بیش از یکی دو روز به جشن نمی نشست و این معنی از مطالعهٔ دو کتاب سابق الذکر بخوبی بر می آید +

## خاتمه

درین روزها هدایا ای حُکّام و اُمراء و پادشاهان ممالک اطراف و درباریان و ندماء به عرضِ شاه می رسید - و سفراء و رسولان اُمراء و شاهان بخدمت می آمدند، وشاعران قصاید غرّاء در تهنیت سلطان و وصف مهرگان می سرودند وصلتهای گران می یافتند - و قائع نگاران زمان، قصاید تبریکیهٔ مزبور را در سالناهها (تقاویم) ضبط می کردند، و مطربان و رامشگران به رامشگری می پرداختند و صلت می یافتند - و اگر بادشاه به شراب خوری عادت می داشت، نشاط شراب می کرد - و

معمولاً در ایوان پذیرائی شاه خوانی بزرگ با تکلفات فراوان می نهادند. این نکته را نیز باید در نظر داشت که احترام ایام مذهبی سلام، واعیاد، یا روزهای مقدس، گاه باعث می شد که در جشن های که مصادف به این نوع از ایام می گشت، سرور و نشاط شراب و سماع در کار نه بود بلکه به عوض هدایا اکتفا می شد، واین مطلب از مسطورات صفحهٔ ۵۱۶ تاریخ بیهقی بخوبی بر می آید" ......

در روز چهارشنبه، نهم ذوالحجه امیر به جشن مهرگان نشست (امیر مسعود غزنوی)، و هدیه ها بسیار آوردند، و روز عرفه بود، امیر روزه داشت، کسی را زهره نه بودی که پنهان و آشکارا نشاط کردی".

اینک قطعهٔ ذیل را فقط برای بیان مراسم درباری جشن مهرگان در عهد غزنویان، از تاریخ بیهقی نقل می کنیم:

"در روز دوشنبه، سه روز مانده از ماه رمضان، امیر به جشن مهرگان می نشست، و چندان نثارها و هدیه ها و ظروف و ستور آورده بودند که از حد و اندازه بگذشت. سوری، صاحب دیوان، بی نهایت چیز فرستاده بود، نزدیک وکیل درش، تا پیش آورد. همچنان وکلاء بزرگان اطراف چون خوارزم شاه، و امیر چغانیان، و امیر گرگان و مازندران، و ولاة قصدار و مکران، و دیگران بسیار چیز آوردند، و روزی با نام بگذشت +

روز چهارشنبه عید کردند، و تعبیه فرموده بود سلطان رضی الله عنه چنانکه به روزگار سُلطان ماضی، پدرش رحمة الله علیه، دیده بودم۔ وقتی که اتّفاق اُفتادی که رسولان اعیان و بزرگان عراق و ترکستان به حضرت حاضر بودندی۔ و چون عید کرده بود، سلطان از میدان به صفهٔ بزرگ آمد، خوانی نهاده بودند سخت با تکلف، آنجا نشست، و اولیاء و حشم و بزرگان را بنشاندند و شعراء پیش آمدند، و شعر خواندند، و به اثرِ ایشان مطربان زدن و گفتن گرفتند۔ و شراب روان شد۔ هم بر این خوان۔ و دیگر خوان که سرهنگان و خیل تاشان و اصنافِ لشکر بودند مشرب های بزرگ چنان که از خوان مستان بازگشته بودند۔ امیر قدحی چند خورده بود که مانند آن کسی یاد نداشت۔ و وزیر و عارض و صاحب دیوان رسالت و ندماء حاضر آمدند، و مطربان سرائی و بیرونی دست به کار بردند۔ و نشاطی برپا شد، که گفتی؛ درین بقعت غم نماند که همه هزیمت شد۔ و امیر شاعرانی را که بیگانه تر بودند، بیست هزار درم فرمود، و علوی زینتی را پنجاه هزار درم بر پیلی بخانهٔ وی بردند۔ و عنصری را هزار دینار دادند۔ و مطربان و مسخرگان را سی هزار درم، و آن شعرها که خواندند، همه در دواوین ثبت است۔ اگر این نبشتمی، دراز شدی که اُستادان در وصف مجلس و صفت و تهنیت عید، و مدح

بادشاهان سخن بسیار گفته بودند ...."

در تاریخ بیهقی به امثالِ این موارد بسیار بر می خوریم، و ازآن جمله است توضیحاتی که راجع به مهرگان هائی سال ۴۳۰ (ص ۵۳۹) و سال ۴۳۱ (ص ۶۰۱) می دهد، و مخصوصاً درضمن توصیف مهرگان سال ۴۳۰ می گوید:

"..... وآن قصائد (که در تهنیت امیر مسعود به مناسبت جشن مهرگان گفته بودند) ننبشتیم، واگر طاعنی گوید که چرا از آن امیر محمود، رضی الله عنه بیاورده است، واز آن امیر مسعود نیاورده؟ جواب آن است که این روزگار به ما نزدیک تراست واگر آن همه قصاید آورده شدی، سخت دراز گشتی، و معلوم است که در جشن ما برچه نمط گویند ....."

خلاصۀ کلام این که جشن مهرگان را درآن ایام اهمیتی بسزا بود و حتیٰ سلاطین ترک نژاد ایران واعرابی که بربرخی از ولایات این مملکت تسلط می یافتند، به اهمیت آن معترف بودند. وچنانکه از قصاید شعراء پیش از مغول بر می آید، تا زمان هجوم وحشیان مغولستان، این عید با برخی از اعیاد دیگر، هنوز از سرزمین ایران رخت بدیار نیستی نکشیده بود. ولی چون دورۀ ادبار وتیره بختی فرارسید، وچنگیز خون ریز پای در رکاب بیدادگری وخون آشامی نهاد، ابرهای مظلم اندوه فضاء صاف تعیش ایرانیان را فراگرفت واعیادِ موروثِ آنان مانند مهرگان وجشن های دیگر (بغیر از نوروز) ره سپار دیار عدم شدند +

# انتخاب از منتخب التواریخ

بدایونی

## شیرخان بن حسن سُور

که نامِ او فرید و خطاب شیرخان بُود بر تختِ بادشاهی بنشست و خود را مخاطب به این خطاب ساخت. و "خرابیٔ ملک دلی" تاریخ آن سال شد. او چون به مساعدت زمانه و تدبیر و شجاعت از بکگی به درجهٔ سلطنت رسید، مجملی از احوال او نوشتن ضروری بود.

پدر حسن سُور، ابراهیم نامی، که در زمان سلطان بهلول از روه که عبارت از افغانستان است، به هندوستان رسیده نوکری سلطان بهلول می کرد. و در حدود حصار فیروزه و نارنول می بود. و بعد از فوت او حسن ملازم جمال خان نام امیری از امرای سلطان سکندر شده، پرگنهٔ سهسرام و خواص پور، از توابع قلعهٔ رهتاس شرقی، جاگیر یافت. و پانصد سوار تابعین او بودند، جدا شده و ترک نوکری جمال خان نموده، چند گاه در جون پور به تحصیل علوم و کسب کمالات می گذرانید، تا آنکه کتاب کافیه را با حواشی و دیگر مختصرات می خواند، و از کتب سواد گلستان و

بوستان و سکندر نامه و غیر آن نیز استحضار گرفت. و پیرامون خوانق و مدارس گشته، در صحبت علما و مشائخ کبار آن دیار، به تهذیب اخلاق مشغول بود. و بعد از چندگاه با پدر آشتی کرده از جانب او به پرداختن جاگیر رخصت یافت. و آن جا کار به سویّت و عدالت میکرد. و متمرّدان را به لطایف حیل تنبیه داده ضبط نموده، باز تقریبات روی داد تا فرید از پدر قطع نظر کرده، در آگره با برادر اَعْیانی[1] خویش رفته، خدمت دولت خان نام سرداری از اُمراءِ کبار سلطان ابراهیم اختیار نمود و شکایت از پدر و برادران دیگر بسلطان برد. سُلطان این معنی را نه پسندید و گفت: "بد مردیست اینکه پدر را ازو ناراضی است و او از پدر شاکی". و چون حسن فوت شد، دولت خان به عرض رسانیده آن پرگنات را حسب خاطر خواه برای شیرخان گرفت، و چندگاهی بسر برده، عاقبت از جهت مخالفت برادران، در زمانی که سلطان ابراهیم در میدان پانی پت سر نهاد، و بابر بادشاه فتح هند نموده لوای سلطنت برافراختند، بملازمت بهار خان ولد دریا خان لوحانی[2] که در ولایت بهار خطبه و سکه بنام خود خوانده، به خطاب سلطان محمّد مخاطب شده بود، رفت و نوازش یافت. و روزی که در شکار شیری را به حضور سلطان محمّد کشت، خطاب شیرخانی به او ارزانی داشت، او را اتالیغ

ن نوہانی

پسرِ خود جلال خان نامی ساخت۔ و بعد از ایامی چند محمد خان سور حاکم ولایت چوند بجہت حمایت برادران شیرخان خاطر[1] سلطان محمد را ازو منحرف ساخت، و حکم شرکت برادران در حکومت پرگنات از سلطان محمد گرفتہ، سلیمان بن حسن سور را، با شادی نام غلام خود بجانب خواص پور فرستاد۔ و ٹہکہ[2] غلام شیرخان کہ پدر خواص خان مشہور بود، با سلیمان جنگ کردہ کشتہ شد۔ و باقی مردم فرار نمودہ بہ سہسرام نزد شیرخان رسیدند۔ و شیرخان را چون طاقت مقاومت با محمد خان، و روی ملازمت سلطان محمد نماندہ بود، آن جای و جایگیر را گذاشتہ، بہ ضرورت نزد سلطان جنید برلاس کہ از جانب بابر پادشاہ حکومت کرہ و مانک پور داشت، رسیدہ در خدمت او قیام می نمود، و تحف و ہدایاءِ بسیار گذرانیدہ، و فوجی آراستہ از سلطان جنید بہ کومک بردہ، با محمد خان جنگ کردہ، پرگنہ چوند و غیر آن را نیز از دستِ او گرفتہ، متصرف شد۔ و محمد خان فرار نمودہ پناہ بہ قلعۂ رہتاس برد۔ و شیرخان انتقام از برادران کشیدہ، و با محمد خان در مقامِ عذر خواہی در آمدہ، و او را عم گفتہ، و ممنون ساختہ، پرگنات جایگیر را بہ دستورِ سابق باز بہ وی گذاشتہ، نظام برادر حقیقی خود را در جایگیر گذاشتہ، بارِ دیگر پیش سلطان جنید رفت۔ و سلطان جنید، چون در آن ہنگام

[2] سکہ ٭

متوجه ملازمت بابر پادشاه بود، او را همراه برده داخلِ ملازمان و دولت خواهانِ درگاه پادشاهی ساخت. و در سفر چندیری همرکاب بوده از طرح و طرزِ مغول، و بی پروائیِ پادشاه در وادیٔ انتظام مهامِ ملکی، و رشوت گرفتن اربابِ دخل، و برهم زدن مهمات خلایق، چنان قرار گرفت، که اگر صاحب داعیه باشد، زود کاری می تواند پیش برد. روزی بابر پادشاه از وَی در مجلسِ طعام ادائی دیدند که موجب غیرت پادشاهی و سیاستِ شیرخان شده بود. و حضارِ مجلس کیفیت خودسری و داعیهٔ بعضی تردّدهای او را به عرض رسانیدند. و این معنی باعث توهم شیرخان شده و از اردوی پادشاهی فرار نموده، به پرگنات رفت. و از آن جا خط معذرت آمیز نوشته بسلطان جنید فرستاد و تخلّف خود را بهانه این کرد که چون محمّد خان از روی ستیزه که به من داشت، سلطان محمّد را برین آورده بود که بتقریب نوکریِ مغول، افواج بر سر پرگنات من می باید فرستاد و رخصت من از پادشاه گرفتن میسّر نمی شد، بنا بر آن این گستاخی کردم، و به همه حال داخلِ زمرهٔ دولت خواهانم. و از آن جا نزد سلطان محمّد رفته، و به مزید تقرب و انعامات لایق اختصاص یافته، باز به وکالت جلال خان، پسر خُردش، منصوب گشت. و جمیع مهماتِ او از پیش خود گرفت. و بعد

از وفات سلطان محمّد رائق و فائق تمامی سرکار بهار و توابع آن شد۔ با مخدوم عالم حاکم حاجی پور که از امراءِ والیِ بنگاله بود، عقدِ مصادقت بست۔ و والیِ بنگاله قطب خان نام امیری را به قصد استیصالِ مخدوم عالم فرستاد۔ و شیر خان به کومک مخدوم عالم رفته جنگ عظیم کرده قطب خان را بقتل رسانید و فیل و خزانه و حشم بسیار به غنیمت گرفت۔ و جلال خان و قبیلهٔ او که لوحانیاں باشند برغم شیر خان ولایت بهار را به حاکم بنگاله گذاشته خدمت او اختیار نمودند۔ و شیر خان را به بلا سپرده، خود رخت از میان بسلامت بردند۔ و بنگالیان اوّلا ابراهیم خان ولد قطب خان مذکور را به عزمِ انتقام بر سر شیر خان فرستادند۔ و شیر خان هر روز با ایشان جنگ قلعه می کرد۔ و چون دردی عظیم به بنگالیان رسیده و راهِ گریز نماند، بضرورت جنگ صف با ایشان کرده فتح یافت۔ و ابراهیم خان نیز در آن عالم رفته به پدر ملحق گشت۔ و شیر خان تمامی حشم و فیل خانه و توپ خانهٔ بنگالیان را گرفته، و شوکتِ غریب بهم رسانید، ولایت بهار را بطریق استقلال و انفراد به قبضهٔ اختیار در آورده استعداد سلطنت پیدا کرد۔ و قلعهٔ چنار را با دفاین و خزاینِ آن، از پسرانِ جمال خان سارنگ خانی[ن] تاج خان نام امیری از اُمراءِ سُلطان ابراهیم

ن سارا خانی

لودی که از سالها باز متصرّف بود، در قبض آورد۔ و زن صاحب مال و جمال او را که خزاین و دفاین بی حد داشت نکاح کرد۔ و این معنی نیز موجب مزید شوکت و تمکنت او گشت۔ و داعیهٔ سلطنت در باطن او روز بروز استحکام می یافت، تا آنکه اُمراءِ کبار از افغانان لودی سلطان محمود بن سلطان سکندر لودی را که حسن خان میواتی و رانا سانگا به پادشاهی برداشته به جنگ بابر پادشاه آورده بودند و بعد ازان شکست در قلعهٔ چتور بسر می برد، از آن جا طلبیده در ولایت پٹنہ بر مسند حکومت اجلاس دادند۔ او با جمعی انبوه در ولایتِ بهار درآمده، و آن را از شیر خان گرفته متصرّف شد۔ و شیر خان، به حسب ضرورت انقیاد نموده ملازمتِ او اختیار کرد، و رخصت گرفته به سهسرام آمد و سلطان محمود از راه سهسرام گذشته، و عهد نامهٔ ولایتِ بهار شیر خان را نوشته داده و اُمیدوار ساخته به عزمِ تسخیر جون پور و قصدِ جنگ با اُمراءِ جنّت آشیانی همایون پادشاه روانه گردیده، تمامیِ آن صوبه را تا لکھنؤ به حوزهٔ تصرّفِ خود در آورد۔ و اُمراءِ همایون پادشاه تاب مقاومت نیاورده، به نواحیِ کالنجر رفته به ملازمت پیوستند۔ و همایون پادشاه به دفع و رفع سلطان محمود و بین بایزید که همراه او بود، متوجّه گشتند۔ چون التقاءِ صفّین روی نمود، شیر خان که از

همراهیِ سلطان محمود روزی چند تقاعد نموده باز به لشکرِ او ملحق گشته بود، پیغام به میر هندو بیگ قوچین، امیر الأمراءِ جیشِ مغول، فرستاد که من در روزِ جنگ طرح داده به گوشهٔ خواهم رفت، شما دانید و افغانان، که از سرداریِ سلطان محمود و بابین بایزید استنکاف و استکبار تمام دارم۔ ع

گر گناهی کرده بودم پاک کردم راه را

آخر همچنین کرد۔ و سلطان محمود شکست یافته باز به ولایت پتنه رفت۔ و دیگر کمر نه بست تا در سنهٔ تسع و اربعین و تسعمائة (۹۴۹) در ولایتِ اودیسه به سرحد صحرای عدم خیمه زد۔ و به میعادگاه مقرّری رفته قرار گرفت۔ و همایون پادشاه بعد ازین فتح هندو بیگ را به تقریب طلب قلعهٔ چنهار به طریق وکالت نزد شیر خان فرستادند۔ او عذر لنگ آورد۔ و پادشاه چند اُمراءِ نامی را به جهت محاصرهٔ آن قلعه پیشتر از خود نامزد ساخته از عقب استعداد رفتن می نمودند۔ درین اثنا شیر خان عریضهٔ مشتمل بر اظهار اخلاص و ذکر رعایت بابر پادشاه جانب او را، و تعداد حقوق خدمات سابق و لاحق خویش، خصوصاً مخالفت بابین بایزید نوشته به مصحوب قطب خان پسر بزرگ خود با فوجی عظیم در خدمت همایون پادشاه روانه گردانید۔ و عیسی خان حجاب را که وکیل و وزیر طور بود، نیز

با قطب خان فرستاد - او از گجرات گریخته در بنگاله با پدر ملحق شد - و چون همایون پادشاه عنانِ عزیمت بجانب گجرات تافتند، شیرخان خود قوّت و شوکتِ عظیم گرفته استعداد تمام یافته بود، تا آنکه با پادشاه دو مرتبه جنگ صف کرد و غالب شد؛ چنانکه گذشت - و شیرشاه در اوائل سال جلوس شهر قنوج قدیم را از جای خود ویران کرده بکنارِ آبِ گنگ آبادان ساخت. و حالا به شیرگڑھ مشهور است - و هم چنین قلعهٔ شمس آباد را خراب کرده بجای دیگر برد و رسول پور نام گذاشت - و الحال درین تاریخ بجای قدیم آبادان است - و چون به دہلی کہنہ معمورۀ سلطان علاءُ الدّین رسید، آن را نیز تخریب نموده، مابین قلعهٔ دین پناه که محمد همایون پادشاه ساخته اند، فیروزآباد شهری طولانی آبادان کرد - و دروازهٔ آن قلعه را از سنگ و گچ برآورد، بطول سه کروه - و چون به سلطان پور به کوچهای متواتر رسید و برادرانِ همایون بادشاه و اُمراءِ چغتیه بایک دیگر مخالفت ورزیده، هرکدام راهی پیش گرفتند، چنانچه گذشت - و شیرشاه فرصتِ اجتماعِ ایشان نداده از عقب رانده آمد - و درین سال حکم عام کرد که از ولایتِ بنگاله راست تا رهتاس غربی که چهار ماهه راه است و از آگره تا ماندو در هر کروهی سرائی و مسجدی و چاهی از

خشت پخته آبادان ساخته، مؤذّنی و امامی و مسلمانی و هندوئی برای تهیهٔ سقّایهای آب نامزد کرده، لنگر طعامی برای غربا و فقراء رہگذری مہیّا می داشتند۔ و دو رویه راه درختان بلند سرکشیده خیابانها بهم رسید، تا همه مسافران در سایهٔ آن می رفته باشند۔ و اثرِ آن تا اکنون که پنجاه و دو سال ازآن زمان گذشته، در اکثر جاها باقی است۔ و عدل در عهد او چنان شایع شده بود که اگر مثلاً پیرزالی طبقِ زرین بدست گرفته هر جا که میخواست خواب میکرد، هیچ دزدی و مفسدی را یارای برداشتن آن نبود۔ و بحمد الله که در زمانِ این چنین ملکی کما قال النبیّ علیه السلام: "انا وُلِدتُ فی زمان الملک العادل" تولّدِ صاحب این منتخب در هفدهم شهر ربیع الثانی در سنهٔ سبع و اربعون و تسعمائة (۹۴۷) واقع شد۔ و باوجود آن کاشکی نام آن ساعت و آن روز را از جریدهٔ تاریخ سنین و شهور محو کردند، تا در خلوت خانهٔ عدم با ساکنانِ عالمِ خیال و مثال هم خانه بوده قدم در هستیٔ موهوم نبایستی نهاد، و چندین داغ بلاهای گوناگون که همه بسمتِ خَسِرَ الدُّنیا وَالاٰخِرہ موسوم است و باقی معلوم نبایستی کشید۔ نظم

بر قدِ ما خلعتِ لبس فاخره
خَسِرَ الدُّنیا وَ الاٰخِرہ

## رُباعی

دی آمدم و نیامد از من کاری
امروز زمن گرم نشد بازاری

فردا بروم بی خبر از اسراری — ناآمده به بود ازین بسیاری

. . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . .
. . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . .

و بعد از آن که شیر شاه به کوه بالنات رسید، آن جا قلعهٔ رهتاس بنا فرموده، و پناهی از لشکرِ مغول برای لشکرِ هند خیال کرده و خواص خان را بجهت تعاقب نامزد ساخته باز گشت. و در راه شنید که خضر خان سرک نام سرداری در بنگاله داعیهٔ فاسد در سر داشته سلوک به روشِ سلاطین می نماید که شیر خان حرکت عنانی بدان جانب نمود. و خضر خان به استقبال او شتافته، محبوس گشت. و شیر شاه ضبطِ آن ولایت نموده به چندی از اُمرای معتبر جاگیر ساخت؛ قاضی فضیلت قاضی لشکر را که اسم بامسمی به قاضی فضیحت درمیان عوام مشهور بود، ناظمِ مهمات قلعهٔ رهتاس شرقی گردانید +

و در سنهٔ ثمان و اربعین و تسعمائة (۹۴۸) به آگره، و در سنهٔ تسع و اربعین و تسعمائة (۹۴۹) به عزمِ تسخیر قلعهٔ مالوه و گوالیار رفت. و ابو القاسم بیگ از اُمرای همایون پادشاه که در آن قلعه متحصّن بود؛ آمده دید و کلیدِ قلعه سپرد. و ملّوخان حاکمِ مالوه از جملهٔ ممالیک سلاطین خلج بوده و اقتدار تمام و تسلّطِ کلّی در آن دیار داشت، شیر شاه را ملازمت نموده بانعاماتِ وافر ممتاز گشت. و شیر شاه سراپرده های برای او، نزدیکِ

سراپردهٔ خود برپا فرموده، صد و یک اسپ و دیگر اسباب تجمل و شوکت برای او مهیّا ساخت - درین اثنا وهمی بخاطر ملّو خان راه یافت - شبی خیمه را پاره کرده تنها به روشِ معهود غلامان راهِ فرار پیش گرفت - و شیر خان این بیت گفت : **بیت**

با ما چه کرد دیدی ملّو غلام گیدی

قولی است مصطفیٰ را : "لَا خَیْرَ فِی الْعَبِیْدِ"

و شیر خان، حاجی خان سُلطانی را به ضبطِ ولایتِ مالوه و سزاول خان را به پرداخت مهمّات سرکار ستواس نامزد ساخت - و ملّو خان با حاجی خان و سزاول خان جنگ کرده چنان شکست یافت که باز بحال نیامد - **بیت**

هر آن کهتر که با مهتر ستیزد چنان اُفتد که هرگز بر نخیزد

و خانخانان سروانی که در قلعهٔ رنتهنبور حاکمِ مستقل بود آن قلعه را به شیر شاه سپرده . با اهل و عیالِ خود در قصبهٔ بساور آمد، و میگویند که کسی چیزی در کاسهٔ او کرد ، و قبر او در سوادِ آن قصبه در جای نزه واقع شده و حالا مشهور است - **رباعی**

ای مرگ هزار خانه ویران کردی در ملک وجود غارتِ جان کردی
هر گوهر قیمتی که آمد به جهان بردی و بزیر خاک پنهان کردی

و درین سال شیر خان بتقریب اینکه پورن مل ابن سلهدی، مقدم رای سین شهر چندیری را که از معظم بلاد هندوستان

است تاخته، و اهلِ آن جا را به قتل رسانیده، مقدار دو هزار عورت هندیه و مسلمه در حرم خود نگاه داشته بود. لشکر بر سرِ قلعۀ رای سین برده آن را محاصره نمود، و تاریخ محاصره این مصراع یافتند: **مصراع**

قیام بارگه باشد مبارک

و بعد از امتدادِ ایّام قبل شیرشاه عهد و قول داده پورنمل را از آن جا به وسیلۀ شاهزاده عادل خان و قطب خان نائب فرود آورده در لشکرگاهِ خویش جای داد و صد اسپ و خلعت و زر نقد به او بخشید- و بالآخره بفتوی میر سید رفیع الدین صفوی ایلچی، که از حضرت سکندر لودی حضرت مقدّسه خطاب یافته بود نقضِ عهد کرده، پورن مل را با اهل و عیال و اطفال فیل مالِ گردانیده، متنفّسی از آن هندوان مفسد و متمرّد که قریب به ده هزار کس بودند، در آن معرکه خلاص نیافت- و زن و مردِ ایشان لقمۀ جوهرِ تیغ یا طعمۀ "جوهر" آتش که به زبانِ هندی مشهور است، گشتند، و این کارنامه از آن روز باز بر جریدۀ روزگار به یادگار ماند- و این واقعه در سنۀ خمسین و تسعمائة (۹۵۰) روی نمود- بعد از چند گاه از آگره به نیّتِ جهاد بر استیصال سرکشان ولایت مارواڑ بسته بر سرِ رای مالدیو، عمدۀ رایانِ هند که حکومت ولایت ناگور و

و جودهپور، و بر اهلِ اسلام استیلاءِ تام داشت، لشکری بیشتر از مور و ملخ کشید- و چون یکی از ضوابط شیرشاهی که اصلا تخلّف نمی کرد- ساختن قلعه و خندق بر گردِ لشکرِ خود بود، هرچند غنیم اندک هم باشد، زمانی که مالدیو در نواحیءِ اجمیر با پنجاه هزار سوار چیده و کارزار آزموده، و بر کُشتن و مُردن دل نهاده، درمقابلهٔ شیرشاه آمد، و از ریگ قلعه و خندق ساختن ممکن نبود، شیرشاه با اُمرای صاحب تجربه کار دیده درین باب کنکاش کرد، هیچکدام راهی به آن مقصد نیافتند- به یک ناگاه محمود خان بن عالم خان که نبیرهٔ شیرشاه باشد باوجود خُرد سالی گفت که "شاه عالم! بنجارهای لشکر را باید فرمود تا خروارها از ریگ پُر سازند، و گردِ لشکر بچینند" شیرشاه را این رای ازو بسیار مستحسن اُفتاد، و همان ساعت دستارِ خود بر سرِ او نهاده ولایت عهدی بنامِ او مقرّر ساخت- عاقبت فلک یاری نکرد، و سلیم شاه بعد از رسیدن به سلطنت، ازجملهٔ خویشان وارث ملک، اوّل تختهٔ هستی از نامِ آن طفلِ بیچاره پاک گردانید- و آنچه او با ایشان کرد، روزگار کینه گذار با اولادِ او نیز همان بجای آورد- **بیت**

چو بد کردی مباش ایمن از آفات
که واجب شد طبیعت را مکافات

الغرض شیر شاه چون یک سر سپاهی خویش را به ملکی نمیداد، و افغانان نزد او از هرچه توان گفت، عزیز تر بودند، نخواست، که لشکر خود را حوالهٔ بلای هندوان جاهل سازد. بنابر آن حیلهٔ انگیخته کتابتها از جانب سرداران مالدیو به تعمیه و تلبیس، بنام خود نوشت، به این مضمون که وقت آراستگیٔ معرکه هیچ حاجت نیست که پادشاه خود مباشر قتال و جدال شود، ما خود مالدیو را زنده گرفته می سپاریم، بشرط آنکه فلان و فلان جا را بما انعام فرمایند، و چنان ساخت که آن خطوط بدست مالدیو اُفتاد و مالدیو به یک قلم از تمامی اُمراءِ خود بدگمان شده، شب تنها راه فرار گرفته باز پس ندید و هرچند سرداران لشکرِ او سوگندها برخلاف این معنی خورده می گفتند که از ما هرگز مثلِ این امر واقع نشده و به وقوع نخواهد آمد، و این جمله از تدبیر شیر شاه است که به این فریب سنگ تفرقه درمیانهٔ ما انداخته، فائده نکرد، و خاطر نشانِ مالدیو نشد، و کنهیا که وزیر و وکیلِ او بود. بدرشتی تمام دشنام به مالدیو داده با چهار هزار نفر از سر و جان گذشته بلکه زیاده نیز به قصدِ شب خون بر لشکرِ شیر شاه دلیر رانده آمد و تمام شب راه غلط کرده وقت صبح آگاه شدند که لشکر دُور ترک مانده، و چون کشش قرار داده اُمید زندگانی از خود منقطع ساخته بودند، در آن

هنگام که افواج شیرشاهی طلوع کرد، بنابر بی عقلی خویش، باقوت طالع شیرشاهی هندوان همه از اسپان فرود آمده از سر نو به تجدیدِ عهد بر یک جهتی و یک روئی نموده و دست به دست گرفته، به نیزه ای سردستی (که آن را "برچهه" گویند) و تیغ حمله بر فوج افغانان آوردند. و شیرشاه حکم کرده بود که وای بر آن که به این جماعه به شمشیر جنگ کند، که خونِ وی در گردنش خواهد بود، و افواج فیلان را فرمود تا پیش درآمده پایمال شان کنند، و از عقبِ فیلان توپچیان و تیراندازان، باقی ماندگان را به چاشنی زه کمان نوید اجل داده مهمان عدم آباد گردانیدند. ..............

...........................................

[ و در سنهٔ اثنی و خمسین و تسعمائة (۹۵۲) شیرشاه قلعهٔ کالنجر را که از قلاعِ مستحکم مشهور هندوستان است محاصره کرد- و به جد و اهتمامِ تمام ساباطها در اندک فرصت مهیّا ساخت و هر روز در مورچلها جنگ می انداخت، و در زمانی که ساباط مشرف بر دیوارِ قلعه گشت و نقب ها آماده شد، از هر چهار طرف حمله آورده کار بر درونیان دشوار ساختند. و شیرشاه از جائی که خود ایستاده بود، فرمود، تا حُقّه های پُر از داروی تفنگ اندرون قلعه می انداختند، از قضا حُقّهٔ از آن حقها بر دیوارِ

قلعه خورد و بزور بازگشت شکست- و ریزه های آن در حقّهای دیگر اُفتاد و آتشش درگرفت و سراپای شیرشاه بسوخت- و چون بلمه شد و شیخ خلیل پیرزادهٔ او و مولانا نظامُ الدّین دانشمند نیز درین سوزش با شیرشاه همدرد بودند- و شیرشاه درآن حالت هردو دست پیش و پس گرفته دویده، خود را به خیمهٔ که در مورچل برای او برپا کرده بودند، رسانید- و درآن بی شعوری، هرگاه که اندکی به حال می آمد، فریاد بر مردم زده ترغیب بر گرفتن قلعه می نمود- و هرکس را که به دیدنِ او می آمد، اشارت به جنگ می کرد، تا درغیبتِ او اُمراء مورچل را اهتمام بیشتر از حضور نموده، و جانبازی ها کرده، و با اهلِ قلعه دست و گریبان گشته، و کار به کارد و خنجر رسانیده، دادِ تردّد و مردانگی دادند- و یکی از ثقات به فقیر حکایت کرد که درآن روز حمله که کار هریکی از اهل مورچل ها نمایان، و علامات و صورت ها ازیک دیگر ممتاز بود، می دیدیم که سپاهیی مسلّح، مکمّل که نه هرگز پیش ازآن و نه بعد ازآن، در نظر آمد سرتاپا شعارِ سیاه پوشیده ملبوس و عمامه به همان رنگ بر سر نهاده، و ما را تحریص و ترغیب بر جنگ نموده، از بالای ساباط خود را درونِ قلعه رسانید- و هرچند بعد از فتح نشانِ او جستیم نیافتیم- و اهلِ مورچل های دیگر همین طور نشان میدادند

که سواری چند به این لباس دیدیم که پیش پیش ما می رفتند تا به درونِ قلعه درآمدند، و غایب شدند - و شهرت چنان یافت که در آن جنگ مردانِ غیب به مددِ اهلِ اسلام آمده بودند، و شیر شاه در همان قلق و اضطراب زمان زمان خبرِ فتح می گرفت، و هوا بغایت گرم بود، و هر چند بر وی صندل و گلاب می پاشیدند، فایده از التهابِ اجل نداشت - و تاپاکش[1] ساعت بر ساعت می افزود - بیت

سینهٔ کز فراق می سوزد هیچ سودی نه داردش صندل

و همین که نوید فتح شنید، در ساعت ودیعت حیات عاریتی به داور جان آفرین جان ستان سپرد، و این قطعه در تاریخِ او گفته:

شیر شاه آن که از مهابتِ او شیر و بز آب را بهم می خورد
از جهان رفت و گفت پیر خرد سال تاریخ او از آتش مُرد

و نعشِ او را به سهسرام که گورخانهٔ پدرانِ او بوده، برده مدفون ساختند و مُدتِ حکومت او پانزده سال و سلطنت پنج سال بود - و می گویند که وقتی که در آئینه نظر می کرد، میگفت: "دریغ که در وقت نمازِ شام پادشاهی یافتم"

---

[1] تاپاک = طپیدن - اضطراب، بے قراری - تپ داشتن

# انتخاب از سفرنامهٔ ناصر خسرو علوی

چنین گوید ابو معین الدین ناصر خسرو علوی القبادیانی المروزی تاب اللہ عنہ که من مردی دبیر پیشه بودم و از جملهٔ متصرّفان در اموال و اعمال سلطانی و بکارهای دیوانی مشغول بودم، و مدّتی در آن شغل مبادرت نموده درمیانِ اقران شهرتی یافته بودم- در ربیع الآخر سنهٔ سبع و ثلاثین و اربعمائة که امیر خراسان ابو سلیمان جغری بیگ داود بن مکائیل بن سلجوق بود، از مرو برفتم به شغلِ دیوانی و به پنج دیه مرو الرّود فرود آمدم، که در آن روز قران رأس و مشتری بود- گویند هر حاجت که در آن روز خواهند باری تعالی و تقدّس روا کند- بگوشه ای رفتم و دو رکعت نماز بکردم و حاجت خواستم تا خدای تعالیٰ و تبارک مرا توانگری دهد- چون بنزدیکِ یاران و اصحاب آمدم، یکی از ایشان شعری فارسی میخواند- مرا شعری در خاطر آمد که از وی درخواستم تا روایت کند- بر کاغذی نوشتم تا به وی دهم که این شعر بر خوان- هنوز بدو نداده بودم که همان شعر بعینه آغاز کرد- آن حال بفال نیک گرفتم و با خود گفتم خدای تبارک و تعالی حاجت مرا روا کرد- پس

از آن جا به جوزجانان شدم، و قرب یک ماه بودم، و شراب پیوسته خوردمی. پیغمبر صلی الله علیه و آله و سلم می فرماید که (قُولُوا الحَقَّ وَلَوْ عَلَی اَنْفُسِکُم)۔ شبی در خواب دیدم که یکی مرا گفت: "چند خواهی خوردن از این شراب که خرد از مردم زائل کند، گر بهوش باشی بهتر۔" من جواب گفتم که "حکما جز این چیزی نتوانستند ساخت که اندوه دنیا کم کند،" جواب داد که "بیخودی و بیهوشی راحتی نباشد، حکیم نتوان گفت کسی را که مردم را به بیهوشی رهنمون باشد، بلکه چیزی باید طلبید که خرد و هوش را به افزاید"۔ گفتم "که من این را از کجا آرم،" گفت "جوینده یابنده باشد۔" پس سوی قبله اشارت کرد و دیگر سخن نگفت۔ چون از خواب بیدار شدم آن حال تمام بر یادم بود، بر من کار کرد و با خود گفتم که از خواب دوشین بیدار شدم، باید که از خواب چهل ساله نیز بیدار گردم۔ اندیشیدم که تا همه افعال و اعمال خود بدل نکنم فرج نیابم۔ روز پنجشنبه ششم جمادی الآخر سنهٔ سبع و ثلاثین و اربعمائه نیمه ای دی ماه، پارسیان سال بر چهارصد و ده یزدجردی، سر و تن بشستم و به مسجد جامع شدم، و نماز کردم، و یاری خواستم از باری تبارک و تعالیٰ به گذاردن آنچه بر من واجب است و دست باز داشتن از منهیات و ناشایست، چنانکه حق سبحانه و تعالیٰ فرموده است ؛

پس ازآن جا به شبورغان رفتم. شب به دیه باریاب بودم و ازآن جا به راه سنگلان و طالقان به مرو الرّود شدم. پس به مرو رفتم و ازآن شغل که به عهدهٔ من بود، معاف خواستم و گفتم که مرا عزمِ سفرِ قبله است. پس حسابی که بود، جواب گفتم و از دُنیائی آن چه بود، ترک کردم الّا اندک ضروری. و بیست و سیوم شعبان به عزمِ نیشاپور بیرون آمدم، و از مرو به سرخس شدم که سی فرسنگ باشد. و ازآن جا به نیشاپور چهل فرسنگ است روز شنبه یازدهم شوّال در نیشاپور شدم. چهارشنبه آخر این ماه کسوف بود و حاکم زمان طغرل بیگ محمّد بود برادر جغری بیگ و مدرسه ای فرموده بود به نزدیک بازار سرّاجان، و آن را عمارت می کردند. و او به ولایت گیری به اصفهان رفته بود. بارِ اوّل و دوّم ذوی القعده از نیشاپور بیرون رفتم، در صحبت خواجه موفّق که خواجهٔ سلطان بود، براه کوان به قومس رسیدیم و زیارت شیخ بایزید بسطامی بکردم، قدّس اللّٰه روحه. روز آدینه هشتم ذی القعده به دامغان رفتم. غرّهٔ ذی الحجّه سنهٔ سبع و ثلاثین و اربعمائة براه آبخوری و چاشت خواران به سمنان آمدم. و آنجا مدّتی مقام کردم و طالب اهلِ علم گردیدم. مردی نشان دادند که او را اُستاد علی نسائی می گفتند. نزدیکِ وی شدم، مردی جوان بود سخن به زبانِ فارسی همی گفت به زبانِ اهلِ دیلم،

و موی گشوده جمعی پیش وی حاضر- گروهی اقلیدس می خواندند، وگروهی طب وگروهی حساب- در اثنای سخن می گفت که "بر اُستاد ابو علی سینا رحمة الله علیه چنین خواندم و از وی چنین شنیدم"- همانا غرض وی آن بود تا من بدانم که او شاگردِ ابو علی سینا است- چون با ایشان در بحث شدم او گفت "من چیزی سپاهانه دانم و هوس دارم که چیزی از حساب بخوانم"- عجب داشتم و بیرون آمدم، گفتم، چون چیزی نمی داند چه به دیگری آموزد- و از بلخ تا به ری سه صد و پنجاه فرسنگ حساب کردم- و گویند از ری تا ساوه سی فرسنگ است، و از ساوه به همادان سی فرسنگ، و از ری به سپاهان پنجاه فرسنگ، و به آمل سی فرسنگ، و میان ری و آمل کوه دماوند است مانند گنبدی که آن را لواسان گویند، و گویند بر سر آن چاهی است که نوشادر از آن جا حاصل می شود، و گویند که کبریت نیز- مردم پوست گاو ببرند و پر نوشادر کنند و از سر کوه بغلطانند که براه نتوان فرود آوردن +

پنجم محرم سنه ثمان وثلاثین واربعمائة دهم مرداد ماه سنۂ خمس[۱]

---

[۱] در صفحه سوم گفت که سال ۴۳۷ هجری مطابق بود با سال ۴۱۰ یزدجردی- پس چگونه سال ۴۴۸ هجری مطابق می شود با سال ۴۱۵ یزدجردی- در یکی از این دو موضع لابد تاریخ یزدجردی غلط است +

عشر و اربعمایة از تاریخ فرس بجانب قزوین روانه شدم و بدیه قوهه رسیدم۔ قحط بود و آن جا یک من نانِ جو به دو درهم میدادند۔ از آن جا برفتم، نهم محرّم به قزوین رسیدم۔ باغستان بسیار داشت بی دیوار و خار[1] و هیچ چیز که مانع شود در رفتن راه نبود، و قزوین را شهری نیکو دیدم با روی حصین و کنگره بر آن نهاده، و بازارها خوب، الّا آن که آب در وی اندک بود در کاریز به زیرِ زمین۔ و رئیس آن شهر مردی علوی بود۔ و از همه صنّاعها که در آن شهر بود کفشگر بیشتر بود*

دوازدهم محرّم سنه ثمان و ثلاثین و اربعمایة از قزوین برفتم به راهِ بیل و قبان که روستاق قزوین است۔ و از آن جا به دیهی که خرزویل خوانند۔ من و برادرم و غلامکی هندو که با ما بود۔ زادی اندک داشتیم، برادرم به دیه در رفت تا چیزی از بقّال بخرد۔ یکی گفت که "چه می خواهی بقّال منم"۔ گفتم: "هر چه باشد ما را شاید که غریبیم و بر گذر"۔ گفت "هیچ چیز ندارم"۔ بعد از آن هر کجا کسی از این نوع سخن گفتی گفتمی بقّال خرزویل است۔ چون از آن جا برفتم، نشیبی قوی بود۔ چون سه فرسنگ برفتم، دیهی از حساب طارم بود برز الخیر می گفتند۔ گرم سیر و درختانِ بسیار از انار و انجیر بود و بیشتر خود روی بود۔ و از آن جا

---

[1] مقصود از خار بلاشک پرچین است*

برفتم رودی آب بود که آن را شاه رود می گفتند، بر کنارِ رود
دیهی بود که خندان می گفتند و باج می ستاندند، از جهت امیرِ
امیران، و او از ملوک دیلمیان بود - و چون آن رود از این
دیه بگذرد به رودی دیگر پیوندد که آن را سپید رود گویند - و
چون هر دو رود بهم پیوندند به درّه ای فرو رود که سوی مشرق
است از کوهِ گیلان، و آن آب به گیلان می گذرد و به دریای
آبسکون می رود - و گویند که هزار و چهار صد رودخانه در
دریای آبسکون می ریزد، و گفتند یک هزار و دویست
فرسنگ دور اوست، و درمیان دریا جزائر است و مردم
بسیار، و من این حکایت از بسیار شنیدم اکنون با سر
حکایت و کار خود شوم - از خندان تا شمیران سه فرسنگ
بیابانیست همه سنگلاخ، و آن قصبۀ ولایت طارم است و
به کنار شهر قلعه ای بلند، بنیادش بر سنگ خاره نهاده است،
سه دیوار در گردِ او کشیده، و کاریزی به میان قلعه فرو بریده -
تا کنار رودخانه که از آنجا آب برآورند و بر قلعه برند - و هزار
مرد از مهترزادگانِ ولایت در آن قلعه هستند تا کسی بیراهی و
سرکشی نتواند کرد - و گفتند آن امیر را قلعه های بسیار در ولایتِ
دیلم باشد، و عدل و ایمنی تمام باشد، چنان که در ولایتِ او
کسی نتواند که از کسی چیزی ستاند - و مردمان که در ولایتِ وی

به مسجد آدینه روند همه کفش ها را بیرون مسجد بگذارند و هیچ کس کفش آن کسان را نبرد- و این امیر نام خود را بر کاغذ چنین نویسد که "مرزبان الدّیلم خیل جیلان ابوصالح مولیٰ امیرالمؤمنین" و نامش جستان ابراهیم است- در شمیران مردی نیک دیدم، از دربند بود، نامش ابوالفضل خلیفه بن علی الفلسوف، مردی اهل بود و با ما کرامتها کرد و کرم ها نمود، و باهم بحث ها کردیم، و دوستی اُفتاد میانِ ما، مرا گفت: "چه عزم داری"؟ گفتم، "سفرِ قبله را نیت کرده ام" گفت "حاجتِ من آن است که بوقتِ مراجعت گذر بر این جا کنی تا ترا باز بینم"- بیست و ششم محرّم از شمیران می رفتم چهاردهم صفر را به شهر سراب رسیدم- و شانزدهم صفر از شهر سراب رفتم و از سعید آباد گذشتم- بیستم صفر (سنهٔ ثمان و ثلاثین و اربعمایة) به شهر تبریز رسیدم، و آن پنجم شهریور ماه قدیم بود- و آن شهر قصبهٔ آذر بایجان است، شهری آبادان، طول و عرضش به گام بپیمودم هریک هزار و چهار صد بود- و پادشاه ولایت آذربایجان را چنین ذکر می کردند در خطبه "الامیر الاجلّ سیف الدّولة و شرف الملّة ابو منصور وهسودان بن محمّد مولیٰ امیرالمؤمنین"- مرا حکایت کردند که بدین شهر زلزله اُفتاد، شب پنجشنبه هفدهم ربیع الاوّل سنهٔ اربع و ثلاثین و اربعمایة، و در ایّام مسترقه بود پس از نماز خفتن، بعضی از شهر خراب

شده بود و بعضی دیگر را آسیبی نرسیده بود. و گفتند چهل هزار آدمی هلاک شده بودند. و در تبریز قطران نام شاعری را دیدم، شعری نیک می گفت امّا زبان فارسی نیکو نمی دانست. پیش من آمد دیوان منجیک و دیوان دقیقی بیاورد و پیشِ من بخواند و هر معنی که او را مشکل بود از من پرسید، با او بگفتم، و شرح آن بنوشت، و اشعارِ خود بر من خواند +

چهاردهم ربیع الاوّل از تبریز روانه شدیم به راه مرند، و با لشکری از آنِ امیر وهسودان تا خوی بشدیم. و از آن جا با رسولی برفتم تا برکری. و از خوی تا برکری سی فرسنگ است و در روز دوازدهم جمادی الاوّل آن جا رسیدیم، و از آن جا به وان و وسطان رسیدیم. در بازار آن جا گوشت خوک همچنانکه گوشت گوسفند می فروختند، و زنان و مردانِ ایشان بر دُکانها نشسته شراب می خوردند بی تحاشی. و از آن جا به شهر اخلاط رسیدم هیژدهم جمادی الاوّل، و این شهر سرحد مسلمان و ارمنیان است. و آن جا امیری بود او را نصرالدّوله گفتندی، عمرش زیادت از صد سال بود، پسران بسیار داشت، هر یکی را ولایتی داده بود. و درین شهر اخلاط به سه زبان سخن گویند: تازی و پارسی و ارمنی. و ظنّ من آن بود، که اخلاط بدین سبب نام آن شهر نهاده اند. و معامله ای آنجا به پول باشد و رطلِ

ایشان سی صد درم باشد + بیستم جمادی الاوّل از آن جا برفتیم به رباطی رسیدم، برف و سرمائی عظیم بود۔ و در صحرائی در پیشِ شهر، مقداری راه، چوبی بزمین فرو بُردند بودند تا مردم روزِ برف و دمه بر هنجارِ آن چوب می روند۔ از آن جا به شهر بطلیس رسیدم بدرّه ای در نهاده بود آن جا عسل خریدیم صد من بیک دینار برآمده بود به آن حساب که به ما بفروختند و گفتند در این شهر کس باشد که او را در یک سال سی صد چهار صد خیک عسل حاصل شود۔ و از آن جا برفتیم، قلعه ای دیدیم که آن را "قف انظر" میگفتند یعنی "بایست بنگر"، از آن جا بگذشتم بجائی رسیدیم که آن جا مسجدی بود۔ میگفتند که اویس قرنی قدّس الله روحه ساخته است۔ و در آن حدود مردم را دیدم که در کوه می گردیدند، و چوبی چون درخت سرو می بریدند، پرسیدم که "از این چه می کنید؟" گفتند "این چوب را یک سر در آتش می کنیم. و از دیگر سر آن قطران بیرون می آید، همه در چاه جمع می کنیم، و از آن چاه در ظروف می کنیم و به اطراف می بریم۔" و این ولایت ها که بعد از اخلاط ذکر کرده شد. و این جا مختصر کردیم، از حساب میافارقین باشد۔ از آن جا به شهر ارزن شدیم، شهری آبادان و نیکو بود۔ با آب روان و بساتین و اشجار و بازارهای نیک۔ و در آن جا در آذر ماه پارسیان دویست من انگور بیک دینار می فروختند۔

که آن را رز ارمانوش می گفتند. از آن جا به میافارقین رسیدیم.
از شهر اخلاط تا میافارقین بیست و هشت فرسنگ بود، و از
بلخ تا میافارقین، از این راه که ما آمدیم، پانصد و پنجاه و دو
فرسنگ بود. و روز آدینه بیست و ششم جمادی الاول سنهٔ ثمان
و ثلاثین و اربعمایة بود. و در این وقت برگ درختها هنوز سبز
بود. باره ای عظیم بود از سنگ سفید بر شده، هر سنگی مقدار
پانصد من. و به هر پنجاه گزی برجی عظیم ساخته هم از این
سنگ سفید که گفته شد. و سر باره همه کنگرها بر نهاده چنان که
گوییٔ امروز اُستاد دست ازش باز داشته است. و این شهر
را یک در است از سوی مغرب، و درگاهی عظیم بر کشیده است
به طاقی سنگین و دری آهنین بی چوب بر آن جا ترکیب
کرده. و مسجد آدینه ای دارد، که اگر صفت آن کرده می شود،
به تطویل انجامد. هر چند صاحب کتاب شرحی هر چه تمام تر
نوشته است و گفته که متوضّای که در آن مسجد ساخته اند چهل
حجره در پیش است، و دو جوی آب بزرگ می گردد در همه
خانها یکی ظاهر استعمال را و دیگر تحت الارض پنهان که ثفل
می برد و چاهها پاک می گرداند، (و بیرون از این شهرستان
در ربض کاروان سراها و بازارها ست و گرمابه ها، و مسجد جامع
دیگر یست که روز آدینه آن جا هم نماز کنند. و از سوی شمال

سوری دیگر است که آن را محدثه گویند- هم شهریست با بازار و مسجد جامع و حمّامات همه ترتیبی- و سلطان ولایت را خطبه چنین کنند" الامیر الاعظم عزّ الاسلام سعد الدّین نصر الدّوله و شرف الملّة ابو نصر احمد" مردی صد ساله و گفتند که هست- و رطل آن جا چهار صد و هشتاد درم سنگ باشد، و این امیر شهری ساخته است بر چهار فرسنگی میافارقین، و آن را نصریه نام کرده اند- و از آمد تا میافارقین نه فرسنگ است +

ششم روز از دی ماه قدیم به شهر آمد رسیدیم- بنیاد شهر بر سنگی یک لخت نهاده- و طول شهر به مساحت دو هزار گام باشد و عرض هم چندین- و گرد او سوری کشیده است از سنگ سیاه که خشتها بریده است از صد منی تا یک هزار منی، و بیشتر این سنگها چنان به یک دیگر پیوسته است که هیچ گل و گچ درمیان آن نیست- بالای دیوار بیست ارش ارتفاع دارد، و پهنای دیوار ده ارش- به هر صد گز برجی ساخته که نیمهٔ دائرهٔ آن هشتاد گز باشد و کنگره او هم از این سنگ- و از اندرون شهر در بسیار جای نردبان های سنگین بسته است که بر سر بارو تواند شد- و بر سر هر برجی جنگ گاهی ساخته- و چهار دروازه بر این شهرستان است همه آهن بی چوب، هر یکی روی به جهتی از جهاتِ عالم، شرقی را باب الدّجله گویند، غربی را بابُ الرّوم،

شمالی را باب الارمن، جنوبی را باب التّل - و بیرونِ این سور سوری دیگر است هم از این سنگ، بالای آن ده گز - و همه سرهای دیوار کنگره و از اندرون کنگره ممرّی ساخته چنان که با سلاح تمام مرد بگذرد و بایستد و جنگ کند به آسانی - و این سور بیرون را نیز دروازه های آهنین بر نشانده اند مخالف دروازه های اندرونی، چنان که چون از دروازه های سور اوّل در روند مبلغی در فصیل بباید رفت تا بدروازه‌ای سور دوم رسند - و فراخی فصیل پانزده گز باشد - و اندر میانِ شهر چشمه ایست که از سنگِ خاره بیرون می آید مقدار پنج آسیا گردابی بغایت خوش و هیچ کس نداند از کجا می آید، و در آن شهر اشجار و بساتین است که از آن آب ساخته اند، و امیر و حاکمِ آن شهر پسر آن نصر الدّوله است که ذکر رفت - و من فراوان شهرها و قلعه ها دیدم در اطرافِ عالم در بلادِ عرب و عجم و هند و ترک، مثل شهرِ آمد، هیچ جا ندیدم که بر روی زمین چنان باشد و نه نیز از کسی شنیدم که گفت چنان جای دیگر دیده ام، [و مسجد جامع هم از این سنگ سیاه است چنانکه از آن راست تر و محکم تر نتواند بود - و درمیان جامع دویست و اند ستون سنگین برداشته است، هر ستونی یک پاره سنگ و بر ستونها طاقها زده است همه از سنگ، و بر سر طاقها باز ستونها زده است

کوتاه تر از آن، و صفی دیگر طاق زده بر سر آن طاقهای بزرگ، و همه باجهای این مسجد به خرپشته پوشیده همه نجارت و نقارت و منقوش و مدهون کرده. و اندر ساحتِ مسجد سنگی بزرگ نهاده است، و حوضی سنگین مدوّر عظیم بزرگ بر سر آن سنگ نهاده. و ارتفاعش قامت مردی، و دَور دائره ای آن دو گز، و نایژه ای برنجین از میانِ حوض برآمده که آبی صافی به فوّاره از آن بیرون می آید چنان که مدخل و مخرج آن آب پیدا نیست. و متوضّای عظیم بزرگ و چنان نیکو ساخته که به از آن نباشد، الّا که سنگ آمد که عمارت کرده اند، همه سیاه است، و از آن میافارقین سپید. و نزدیک مسجد کلیسائیست عظیم به تکلّف، هم از سنگ ساخته، و زمین کلیسیا مرخّم کرده به نقشها. و درین کلیسیا بر طارم آن که جای عبادت ترسایان است، دری آهنین مشبّک دیدم که هیچ جای مثل آن دری ندیده بودم. و از شهر آمد تا حرّان دو راه است، یکی را هیچ آبادانی نیست و آن چهل فرسنگ است. و بر راهی دیگر آبادانی و دیهای بسیار است. بیشتر اهل آن نصاری باشد و آن شصت فرسنگ باشد. امّا با کاروان براه آبادانی شدیم صحرائی بغایت هموار بود. الّا آنکه چندان سنگ بود که ستور البتّه هیچ گام بی سنگ ننهادی +

روز آدینه بیست و پنجم جمادی الآخر سنهٔ ثمان و ثلاثین و

اربعمایة به حرّان رسیدیم دوّم آذر ماه قدیم، هواءِ آن جا در آن وقت چنان بود که هواءِ خراسان در نوروز +

از آن جا برفتیم، به شهری رسیدیم که قرول نامِ آن بود. جوانمردی ما را بخانهٔ خود مهمان کرد. چون در خانهٔ وی در آمدیم، عربی بدوی در آمد نزدیکِ من آمد. شصت ساله بوده باشد و گفت "قرآن به من آموز" قُل اعوذ بربّ النّاس او را تلقین میکردم و او با من می خواند. چون من گفتم "من الجنة و النّاس"، گفت "ارأیت النّاس" نیز بگویم. من گفتم که آن سوره بیش از این نیست. پس گفت "آن سورهٔ نقالة الحطب کدامست" و نمیدانست که اندر سورهٔ تبّت، "حمّالة الحطب" گفته است نه نقالة الحطب. و آن شب چندان که با وی باز گفتم سورهٔ 'قل اعوذ برب' یاد نتوانست گرفتن، مردی عرب شصت ساله +

شنبه دوّم رجب سنهٔ ثمان و ثلاثین و اربعمایة به سروج آمدیم. دوّم روز از فرات بگذشتیم و به منبج رسیدیم. و آن نخستین شهریست از شهرهای شام، اوّل بهمن ماه قدیم بود. و هواءِ آنجا عظیم خوش بود، هیچ عمارت از بیرونِ شهر نبود. و از آن بشهرِ حلب رفتم. از میافارقین تا حلب صد فرسنگ باشد. حلب را شهرِ نیکو دیدم، باره ای عظیم دارد، ارتفاعش بیست و پنج ارش قیاس کردم، و قلعه ای عظیم همه بر سنگ نهاده به قیاس چند بلخ باشد

باشد همه آبادان و بناها بر سر هم نهاده، و آن شهر باجگاه است میان بلاد شام و روم و دیار بکر و مصر و عراق. و از این همه بلاد تجار و بازرگانان آنجا روند. چهار دروازه دارد باب الیهود، باب الله، باب الجنان، باب انطاکیه. و سنگ بازار آن جا رطل ظاهری چهار صد و هشتاد درم باشد. و از آنجا چون سوی جنوب روند، بیست فرسنگ حما باشد، و بعد از آن حمص. و تا دمشق پنجاه فرسنگ باشد از حلب و از حلب تا انطاکیه دوازده فرسنگ باشد. و بشهر طرابلس همین قدر، و گویند تا قسطنطنیه دویست فرسنگ باشد.

یازدهم رجب از شهر حلب بیرون شدیم، بسه فرسنگ دیهی بود جند قنسرین می گفتند. و دیگر روز چون شش فرسنگ شدیم به شهر سرمین رسیدیم، بارو نداشت. شش فرسنگ دیگر شدیم، معرة النعمان بود، باره ای سنگین داشت، شهری آبادان و بر درِ شهر اسطوانه ای سنگین دیدم، چیزی در آن نوشته بود به خطی دیگر از تازی، از یکی پرسیدم که "این چه چیز است" گفت "طلسم کژدمی است که هرگز عقرب در این شهر نباشد و نیاید" و اگر از بیرون آورند و رها کنند بگریزد و در شهر نیاید. بالای آن ستون ده ارش قیاس کردم، و بازارهای او بسیار معمور دیدم و مسجد آدینه ای شهر بر بلندی نهاده است درمیانِ شهر که از هر جانب که خواهند به مسجد در شوند، سیزده درجه بر بالا

باید شد۔ و کشاورزی ایشان همه گندم است و بسیار است۔ و درخت انجیر و زیتون و پسته و انگور فراوان است۔ و آب شهر از باران و چاه باشد۔ در آن مردی بود که ابو العلاء معرّی میگفتند، نابینا بود، و رئیس شهر او بود، نعمتی بسیار داشت، و بندگان و کارگران فراوان، و خود همه شهر او را چون بندگان بودند، و خود طریق زهد پیش گرفته بود گلیمی پوشیده و در خانه نشسته نیم من نانِ جوین راتبه کرده که جز آن هیچ نخورد۔ و من این معنی شنیدم که در سرای باز نهاده است و نواب و ملازمانِ او کارِ شهر می سازند، مگر به کلّیات که رجوعی به او کنند۔ و وی نعمتِ خویش از هیچ کس دریغ ندارد و خود صائم الدّهر قائم اللّیل باشد و بهیچ شغل دنیا مشغول نشود، و این مرد در شعر و ادب بدرجه ای است که افاضل شام و مغرب و عراق مُقِرّند که در این عصر کسی به پایه ای او نه بوده است و نیست۔ و کتابی ساخته آن را الفصول و الغایات نام نهاده و سخنها آورده است مرموز و مثلها به الفاظِ فصیح و عجیب، که مردم بر آن واقف نمی شوند مگر بر بعضی اندک، و آن کسی نیز که بر وی خواند، چنان که او را تهمت کردند که تو این کتاب را بمعارضهٔ قرآن کرده ای۔ و پیوسته زیادت از دویست کس از اطراف آمده باشند و پیش او ادب و شعر خوانند۔ و شنیدم که او را زیادت از صد هزار بیت شعر باشد، کسی از وی پرسید

که "ایزد تبارک و تعالیٰ این همه مال و نعمت ترا داده است چه سبب است که مردم را می دهی و خویشتن نمی خوری" جواب داد که مرا بیش از این نیست که می خورم" و چون من آنجا رسیدم این مرد هنوز در حیات بود *

پانزدهم رجب سنهٔ ثمان و ثلاثین و اربعمایة از آن جا به کوبیات شدیم، و از آن جا به شهر حما شدیم۔ شهری خوش آبادان بر لبِ آب عاصی ۔ و این آب را از آن سبب عاصی گویند که بجانبِ روم می رود، یعنی چون از بلادِ اسلام به بلادِ کفر می رود عاصی ست ۔ و بر این آب دولاب های بسیار ساخته اند۔ پس از آن جا راه دو می شود یکی بجانب ساحل و آن غربی است و یکی جنوبی به دمشق می رود ۔ ما به راهِ ساحل رفتیم۔ در کوه چشمه ای دیدم که گفتند هر سال چون نیمه ای شعبان بگذرد آب جاری شود از آن جا، و سه روز روان باشد، و بعد از سه روز یک قطرهٔ نیاید تا سال دیگر۔ مردم بسیار آن جا به زیارت روند و تقرب جویند به خداوند سبحانهٗ و تعالیٰ، و عمارت و حوضها ساخته اند آن جا، چون از آن جا بگذشتیم، به صحرائی رسیدیم که همه نرگس بود شگفته، چنان که تمامت آن صحرا سپید می نمود از بسیاری نرگس ها۔ از آن برفتیم به شهری رسیدیم که آن را عرقه می گفتند ۔ چون از عرقه دو

فرسنگ بگذشتیم به لب دریا رسیدیم، و بر ساحلِ دریا روی از سوی جنوب چون پنج فرسنگ برفتیم به شهر طرابلس رسیدیم. و از حلب تا طرابلس چهل فرسنگ بود بدین راه که ما رفتیم. روز شنبه پنجم شعبان آن جا رسیدیم. حوالی شهر، همه کشاورزی و بساتین و اشجار بود و نیشکر بسیار بود و درختانِ نارنج و ترنج و موز و لیمو و خرما و شیره ای نیشکر در آن وقت می گرفتند. شهر طرابلس چنان ساخته اند که سه جانب او با آب دریاست که چون آب دریا موج زند مبلغی بر باروی شهر برِرود، چنان که یک جانب که با خشک دارد، کنده ای عظیم کرده اند و درِ آهنین محکم بر آن نهاده اند. جانب شرقی بارو از سنگ تراشیده است و کنگره های و مقاتلات همچنین، و عرّاده ها بر سرِ دیوار نهاده. خوفِ ایشان از طرف روم باشد که به کشتیها قصدِ آن جا کنند. و مساحتِ شهر هزار ارش است در هزار ارش تیمه. چهار و پنج طبقه و شش نیز هم هست، و کوچها و بازارها نیکو و پاکیزه که گویی هر یکی قصریست آراسته و هر طعام و میوه و مأکول که در عجم دیده بودم همه آن جا موجود بود بل بصد درجه بیشتر. و درمیانِ شهر مسجدی آدینه عظیم پاکیزه و نیکو آراسته و حصین، و در ساحتِ مسجد قبّه ای بزرگ ساخته و در زیرِ قبّه حوضی است از رخام، و درمیانش فوّاره ای برنجین، و در بازار

مشرعه ای ساخته است ـ که به پنج نائژهٔ آب بسیار بیرون می آید که مردم بر می گیرند، و فاضل بر زمین می گذرد و بدریا ورمیرود ـ و گفتند که بیست هزار مرد در این شهراست و سواد و روستاقهای بسیار دارد، و آن جا کاغذ نیکو سازند، مثل کاغذ سمرقندی بل بهتر، و این شهر تعلق به سلطانِ مصر داشت، گفتند سبب آن که وقتی لشکری از کافر روم آمده بود و این مسلمانان به آن لشکر جنگ کردند، و آن لشکر را قهر کردند، سلطان مصر خراج از آن شهر برداشت، و همیشه لشکری از آن سلطان آن جا نشسته باشد و سالاری بر سر آن لشکر، تا شهر را از دشمن نگاه دارند ـ و باجگاهی است آن جا که کشتی های که از اطراف روم و فرنگ و اندلس و مغرب بیاید عُشر به سُلطان دهند، و ارزاقِ لشکر از آن باشد، وسلطان را آنجا کشتی ها باشد که به روم وسقلیه و مغرب روند و تجارت کنند، و مردم این شهر همه شیعه باشند، وشیعه به هر بلاد مساجد نیکو ساخته اند، در آن جا خانها ساخته بر مثالِ رباطها، امّا کسی در آن جا مقام نمی کند ـ و آن را مشهد خوانند و از بیرون شهر طرابلس هیچ خانه نیست مگر مشهد دو سه چنان که ذکر رفت +

پس از این شهر برفتم همچنان بر طرف دریا روی سوی جنوب، به یک فرسنگی حصاری دیدم که آن را قلمون می گفتند،

چشمه ای آب در اندرون آن بود - از آن جا برفتم بشهر طرابزون، و از طرابلس تا آن جا پنج فرسنگ بود، و از آن جا به شهر جبیل رسیدیم - و آن شهریست مثلث، چنان که یک گوشه ای آن بدریا است، و گرد وی دیواری کشیده بسیار بلند و حصین، و همه گرد شهر درختان خرما و دیگر درخت های گرم سیری، کودکی را دیدم گلی سُرخ و یکی سپید تازه در دست داشت، و آن روز پنجم اسفندارمذ ماه قدیم سال بر چهار صد و پانزده از تاریخ عجم - و از آن جا به شهر بیروت رسیدیم، طاقی سنگین دیدم، چنانکه راه بمیانِ آن طاق بیرون می رفت، بالای آن طاق پنجاه گز تقدیر کردم، و از جوانب او تختهٔ سنگ های سفید بر آورده، چنان که هر سنگی از آن زیادت از هزار من بود، و این بنا را از خشت بمقدار بیست گز بر آورده اند، و بر سرِ آن اسطوانهای رُخام برپا کرده، هر یکی هشت گز، و سطبری چنان که به جهد در آغوش دو مرد گنجد - و بر سرِ این ستونها طاقها زده است بدو جانب، همه از سنگ مهندم، چنان که هیچ گچ و گل در این میان نیست، و بعد از آن طاقی عظیم بر بالای آن طاقها بمیانه راست ساخته اند به بالای پنجاه ارش، و هر تخته سنگی را که در آن طاق بر نهاده است هر یکی را هشت ارش قیاس کردم در طول و در عرض چهار ارش، که هر یک از آن تخمیناً هفت

هزار من باشد، و این همه سنگها را کنده کاری و نقاشی خوب کرده چنان که در چوب بدان نیکوئی کم کنند، و جز این طاقی بنای دیگر نمانده است بدان حوالی، پرسیدم که "این چه جای است؟" گفتند که "شنیده ایم که این در باغ فرعون بوده است و بس قدیم است". و همه صحرای آن ناحیت ستونهای رخام است و سر ستونها و تن ستونها همه رُخام منقوش مدوّر و مربّع و مسدّس و مثمّن. و سنگِ عظیم صلب که آهن بر آن کار نمی کند، و بدان حوالی هیچ جایی کوهی نه که گمان اُفتد که از آن جا بریده اند، و سنگی دیگر که همچو معجونی می نمود آن چنان که سنگ های دیگر مسخّر آهن بود، و اندر نواحی شام پانصد هزار ستون یا سرستون و تن بیش اُفتاده است که هیچ آفریده نداند که آن چه بوده است یا از کجا آورده اند +

پس از آن به شهر صیدا رسیدیم هم بر لب دریا. نیشکر بسیار رکشته بودند و باره ای سنگین محکم دارد و سه دروازه و مسجد آدینه ای خوب باروحی تمام، همه مسجد حصیر های منقش انداخته، و بازاری نیکو آراسته چنان که چون آن بدیدم گمان بردم که شهر را بیاراسته اند قدوم سلطان را، یا بشارتی رسیده است، چون پرسیدم گفتند "رسم این شهر همیشه چنین باشد". و باغستان و اشجار آن چنان بود که گوئی پادشاهی ساخته

است به هوس، و کوشکی در آن بر آورده و بیشتر درختها پُر بار بُود +

چون از آن جا پنج فرسنگ بشدیم، بشهر صور رسیدیم - شهری بود در کنار دریا سنجی بوده بود و آن جا آن شهر ساخته بود، و چنان بود که باره ای شهرستان صد گز بیش بر زمین خشک نبود، باقی اندر آب دریا بود، و باره ای سنگین تراشیده و درزهای آن را به قیر گرفته تا آب در نیاید و مساحت شهر هزار در هزار قیاس کردم و تیمه پنج شش طبقه بر سر یک دیگر، و فوّاره بسیار ساخته و بازارهای نیکو، و نعمت فراوان - و این شهر صور معروف است به مال و توانگری درمیان شهرهای ساحل شام، و مردمانش بیشتر شیعه اند - و قاضی بود آن جا مردی سُنّی مذهب، پسر ابو عقیل می گفتند، مردی نیک و توانگر - و بر درِ شهر مشهدی راست کرده اند و آن جا بسیار فرش و طرح و قنادیل و چراغدانهای زرّین و نقرگین نهاده، و شهر بر بلندی است، و آب شهر از کوه می آید. و بر در شهر طاقهای سنگین ساخته اند و آب بر پشت آن طاقها به شهر اندر آورده - و در آن کوه درّه ایست مقابل شهر، که چون روی به مشرق بروند به هجده فرسنگ بشهر دمشق رسند +

و چون ما از آن جا هفت فرسنگ برفتیم به شهرستانِ عکّه رسیدیم، و آنجا مدینة عکّا نویسند - شهر بر بلندی نهاده، زمینی کج

و باقی هموار، و در همه ساحل که بلندی نباشد شهر نسازند از بیم غلبهٔ ای آب دریا و خوفِ امواج که بر کرانه می زند. و مسجد آدینه درمیانِ شهر است و از همه شهر بلند تر است، و اسطوانها همه رُخام است. در دست راستِ قبله از بیرون قبر صالح پیغمبر علیه السّلام، و ساحت مسجد بعضی فرش سنگ انداخته اند و بعضی دیگر سبزی کشته، و گویند که آدم علیه السلام آن جا زراعت کرده بود. و شهر را مساحت کردم، درازی دو هزار ارش بود و پهنا پانصد ارش، باره بغایت محکم، و جانب غربی و جنوبی آن با دریاست، و بر جانب جنوب مینا است وبیشتر شهرهای ساحل را مینا است، و آن چیزی است که جهت محافظت کشتیها ساخته اند مانند اصطبل، که پشت بر شهرستان دارد، و دیوارها بر لبِ آب دریا در آمده، و درگاهی پنجاه گز بگذاشته بی دیوار الاّ آنکه زنجیرها از این دیوار بدان دیوار کشیده اند که چون خواهند که کشتی در مینا آید زنجیرها سست کنند تا به زیرِ آب فرو روند و کشتی بر سرِ آن زنجیر از آب بگذرد و باز زنجیرها بکشند تا کسی بیگانه قصد این کشتیها نتواند کرد. و به دروازه ای شرقی بر دست چپ چشمه ایست که بیست و شش پایه فرو باید شد تا به آب رسند، و آن را عین البقر گویند و می گویند که آن چشمه را آدم علیه السّلام

پیدا کرده است، و گاو خود را از آن جا آب داده، و از آن سبب آن چشمه را عین البقر می گویند - و چون از این شهرستان عکّه سوی مشرق روند کوهیست که اندر آن مشاهد انبیا ست علیهم السّلام - و این موضع از راه بر کناره است کسی را که به رمله رود - مرا قصد افتاد که آن مزارهای متبرّک را ببینم، و برکات از حضرت ایزد تبارک و تعالیٰ بجویم - مردمان عکّه گفتند آن جا قومی مفسد در راه باشند که هر کرا غریب بینند تعرّض رسانند، و اگر چیزی داشته باشند بستانند - من نفقه که داشتم در مسجدِ عکّه نهادم و از شهر بیرون شدم از دروازۀ شرقی، روز شنبه بیست و سیوم شعبان سنۀ ثمان و ثلاثین و اربعمایه - اوّل روز زیارت قبر عکّ کردم که بانیِ شهرستانِ او بوده است، او یکی از صالحان و بزرگان بوده، و چون با من دلیلی نبود که آن راه داند متحیّر می بودم، ناگاه از فضلِ باری تبارک و تعالیٰ همان روز مردی عجمی با من بپیوست که او از آذربایجان بود، و یک بار دیگر آن مزاراتِ متبرّکه را دریافته بود، دوّم کرّت بدان عزیمت روی بدان جانب آورده بود - بدان موهبت شکر باری را تبارک و تعالیٰ دو رکعت نماز بگذاردم، و سجده ای شکر کردم که مرا توفیق میداد تا بر عزمی که کرده بودم وفا می کردم - به دیهی رسیدم که آن

را پروة می گفتند۔ آن جا قبر عیش و شمعون علیهما السلام را زیارت کردم۔ و از آن جا به مغارک رسیدم که آن را داموں می گفتند، آن جا نیز زیارت کردم که گفتند که قبر ذو الکفل است علیه السلام۔ و از آن جا به دیهی دیگر رسیدم که آن را اعبلین می گفتند، و قبر هود علیه السلام آن جا بود۔ زیارت آن دریافتم، اندر حظیره ای او درختی خرتوت بود، و قبر عزیر النبی علیه السلام آن جا بود، زیارتِ آن کردم۔ و رُوی سوی جنوب برفتم۔ به دیهی دیگر رسیدم که آن را حظیره می گفتند۔ و بر جانبِ مغربی این دیه دره ای بود و در آن درّه چشمه ای آب بود پاکیزه که از سنگ بیرون می آمد۔ و برابر چشمه بر سر سنگ مسجدی کرده اند و در آن مسجد دو خانه است از سنگ ساخته و سقف سنگین در زده و دری کوچک بر آن جا نهاده چنان که مرد به دشواری در تواند رفتن۔ و دو قبر نزدیک یک دیگر آن جا نهاده، یکی از آن شعیب علیه السلام و دیگری از آن دخترش که زن موسیٰ علیه السلام بود۔ مردم آن دیه آن مسجد و مزار را تعهّد نیکو کنند از پاک داشتن و چراغ نهادن وغیره۔ و از آن جا به دیهی شدم که آن را اربل می گفتند، و بر جانبِ قبلهٔ آن دیه کوهی بود و اندر میانِ آن کوه حظیره ای، و اندر آن حظیره چهار گور نهاده بود از آن فرزندانِ یعقوب علیه السلام که برادرانِ یوسف علیه السلام

بودند- و از آن جا برفتم، تلّی دیدم، زیرِ آن تلّ غاری بود که قبر
مادرِ موسٰی علیه السّلام در آن غار بود، زیارت آن جا دریافتیم- و
از آنجا برفتم دره ای پیدا آمد، به آخر آن دره دریائی پدید آمد کوچک،
و شهر طبریه بر کنار آن دریا ست- طولِ آن دریا به قیاس
شش فرسنگ، و عرض آن سه فرسنگ باشد، و آبِ آن دریا
خوش یا مزه- و شهر بر غربی دریا ست، و همه آبهای گرمابهای
شهر و فضله ای آبها بدان دریا می رود- و مردم آن شهر و
ولایت که بر کنار آن دریا ست همه آب از این دریا خورند-
و شنیدم که وقتی امیری بدین شهر آمده بود فرمود که راه آن
پلیدی ها و آب های پلید از آن دریا باز بندند، آب دریا گنده
شد چنان که نمی شایست خوردن، باز فرمود تا همه راه آب های
چرکین که در آن جا بود بگشودند، باز آب دریا خوش شد- و این
شهر را دیواری حصین است چنان که از لبِ دریا گرفته اند،
و گردِ شهر گردانیده، و از آن طرف که دریا ست دیوار ندارد-
و بناهای بسیار درمیانِ آب است و زمین دریا سنگ ست و
منظرها ساخته اند بر سر اسطوانهای رخام که اسطوانها در آب
است، و در آن دریا ماهی بسیار است، و [درمیانِ شهر مسجدِ
آدینه است و بر درِ مسجد چشمه ایست و بر سرِ آن چشمه
گرمابه ای ساخته اند، و آب چنان گرم است که تا به آبِ سرد

نیامیزند بر خود نتوان ریخت. و گویند آن گرمابه سلیمان بن داؤد علیهما السّلام ساخته است. و من درآن گرمابه رسیدیم. و اندر این شهر طبریه مسجدیست که آن را مسجد یاسمن گویند با جانبِ غربی، مسجدی پاکیزه درمیان مسجد دُکانی بزرگ است و بر وی محراب ها ساخته و گرد بر گرد آن دُکان درخت یاسمن نشانده که مسجد را به آن باز خوانند. و رواقی است بر جانبِ مشرق، قبر یوشع بن نون درآن جا ست، و در زیرِ آن دُکان قبر هفتاد پیغمبر است علیهم السّلام که بنی اسرائیل ایشان را کُشته اند. و سوی جنوب شهر دریای لوط ست و آن آب تلخ دارد، یعنی دریای لوط که از جانب جنوب طبریه است، و آب دریای طبریه به آن جا می رود، و شهرستانِ لوط بر کنار آن دریای لوط ست امّا هیچ اثری نمانده است. از شخصی شنیدم که گفت در دریای تلخ که دریای لوط ست چیزی می باشد گاوی از کف دریا فراهم آمده سیاه که صورت گاو دارد و به سنگ می ماند امّا سخت نیست. و مردم آن را برگیرند و پاره کنند و به شهرها و ولایت ها برند، هر پاره که از آن در زیر درختی کنند هرگز کرم در زیر آن درخت نیفتد، و در آن موضع بیخ درخت را زیان نرساند و بستان از کرم و حشرات زیر زمین غمی نباشد. و العهدة علی الرّاوی. و گفت

عطاران نیز بخرند، و می گویند کرمی در داروها اُفتد و آن را نقره گویند دفع آن کند۔ و در شهر طبریه حصیر سازند که مصلّی نمازی از آن است، همان جا به پنج دینار مغربی بخرند۔ و آن جا در جانب غربی کوهی ست و بر آن کوه پاره ای سنگِ خارا است به خط عبری بر آن جا نوشته اند که به وقت آن کتابت ثرّیا بسر حمل بود، و گورِ ابی هریره آن جاست بیرونِ شهر در جانب قبله، امّا کسی آن جا به زیارت نتواند رفتن که مردمان آن جا شیعه باشند، و چون کسی آن جا به زیارت رود کودکان غوغا و غلبه به سرِ آن کس برند و زحمت دهند و سنگ اندازند، از این سبب من نتوانستم زیارتِ آن کردن۔ چون از زیارتِ آن موضع بازگشتم به دیهی رسیدم که آن را کفرکنه می گفتند۔ و جانب جنوب این دیه پشتہ ای ست و بر سرِ آن پشتہ صومعه ای ساخته اند نیکو، و دری استوار بر آن جا نهاده، و گورِ یونس النّبی علیه السّلام در آن جا ست۔ و بر درِ صومعه چاهی است و آبی خوش دارد، چون آن زیارت دریافتم از آن جا با عکّه آمدم، و از آن جا تا عکّه چهار فرسنگ بود۔ و یک روز در عکّه بودیم۔ بعد از آن از آن جا برفتیم و به دیهی رسیدیم که آن را حیفا می گفتند، و تا رسیدن بدین دیه در راه ریگ فراوان بود از آن که زرگران در عجم

بکار دارند و ریگِ مکّی گویند. و این دیه حیفا به لبِ دریاست. و آن جا نخلستان و اشجار بسیار دارند آن جا کشتی سازان بودند و آن کشتی های دریائی را آن جا جودی می گفتند. از آنجا به دیهی دیگر رفتیم به یک فرسنگی که آن را کنیسه می گفتند. از آن جا راه از دریا بگردید، و به کوه در شد سوی مشرق، و صحراها و سنگستانها بود که وادی تماسیح می گفتند، چون فرسنگی دو برفتیم، دیگر بار راه بکنارِ دریا اُفتاد و آن جا استخوان حیوانات بحری بسیار دیدیم که درمیانِ خاک و گل معجون شده بود و همچو سنگ شده از بس موج که بر آن کوفته بود +

و از آن جا به شهری رسیدیم، و آن را قیساریه خوانند و از عکّه تا آن جا هفت فرسنگ بود. شهری نیکو با آبِ روان و نخلستان و درختان نارنج و ترنج و باروی حصین و دری آهنین و چشمهای آب روان در شهر، و مسجد آدینه ای نیکو چنان که چون در ساحت مسجد نشسته باشند تماشا و تفرّج دریا کنند، و خُمی رُخامین آنجا بُود که همچون سفال چینی آن را تنگ کرده بودند چنان که صد من آب در آن گنجد. روز شنبه سلخ شعبان از آن جا برفتیم همه بر سر ریگِ مکّی برفتیم مقدار یک فرسنگ، و دیگر باره درختان انجیر و زیتون بسیار دیدیم همه راه به کوه و صحرا، چون چند فرسنگ برفتیم بشهری رسیدیم

که آن شهر را کفر سابا و کفر سلام می گفتند- از این شهر تا رمله تا سه فرسنگ بود، و همه راه درختان بود چنان که ذکر کرده شد .

روز یکشنبه غرّهٔ رمضان به رمله رسیدیم، و از قیساریه تا رمله هشت فرسنگ بود- و آن شهرستانی بزرگ است و باروی حصین از سنگ و گچ دارد بلند و قوی، و دروازه های آهنین بر نهاده- و از شهر تا لب دریا سه فرسنگ است، و آب ایشان از باران باشد، و اندر هر سرای حوض ها باشد که آب باران بگیرند، و همیشه از آب ذخیره باشد، درمیان مسجد آدینه حوضهای بزرگ است که چون پر آب باشد هر که خواهد برگیرد، و نیز دَورِ مسجدِ آن جا را سی صد گام اندر دویست گام مساحت است، و پیشِ صفّه نوشته بودند که پانزدهم محرّم سنه خمس و عشرین و اربعمایة این جا زلزله ای بود قوی، و بسیار عمارات خراب کرد، امّا کس را از مردم خللی نرسید- درین شهر رخام بسیار است، و بیشتر سراها و خانهای مردم مرخّم است به تکلّف و نقش ترکیب کرده- و رخام را به ارّه می بُرّند که دندان ندارد، و ریگ مکّی در آن جا می کنند و ارّه می کشند بر طول عمودها نه بر عرض چنان که چوب، از سنگ الواح می سازند، و انواع و الوانِ رُخامها آن جا دیدم از مُلمّع و سبز و سُرخ و سیاه و سفید

و همه لونی ، و آن جا نوعی انجیر است که به از آن هیچ جا نباشد، و از آن جا به همه اطراف بلاد می برند ، و این شهر رمله را به ولایتِ شام و مغرب فلسطین می گویند +

سیوم رمضان از رمله برفتیم ، به دیهی رسیدیم که خاتون می گفتند ، و از آن جا به دیهی دیگر رفتیم که آن را قریة العنب می گفتند ، در راه سداب فراوان دیدیم که خود روی بر کوه و صحرا رسته بود +

(در این دیه چشمه ای آب نیکو خوش دیدیم که از سنگ بیرون می آمد ، و آن جا آخرها ساخته بودند و عمارت کرده ، و از آن جا برفتیم روی بر بالا کرده ، تصوّر بود که بر کوهی می رویم که چون بر دیگر جانب فرو رویم شهر باشد ، چون مقداری بالا رفتیم صحرای عظیم در پیش آمد بعضی سنگلاخ و بعضی خاکناک ، بر بر سر کوه شهر بیت المقدّس نهاده است و از طرابلس که ساحل است ، تا بیت المقدّس پنجاه و شش فرسنگ ، و از بلخ تا بیت المقدّس هشت صد و هفتاد و شش فرسنگ است +)

## مدینۂ رسول الله علیه السّلام

مدینۂ رسول الله علیه السّلام شهری است بر کناره ای صحرای نهاده ، و زمین نمناک و شوره دارد ، و آب روان است

امّا اندک، و خرمایستانست، و آن جا قبله سوی جنوب اُفتاده است۔ و مسجد رسول الله علیه الصّلوٰة و السّلام چندان است که مسجد الحرام و حظیره ای رسول الله علیه السّلام در پهلوی منبر مسجد است۔ چون رو به قبله نمایند جانبِ چپ، چنان که چون خطیب از منبر ذکرِ پیغمبر علیه السّلام کند و صلوات دهد، روی به جانبِ راست کند، و اشاره به مقبره کند۔ و آن خانهٔ مخمّس است و دیوارها از میان ستونهای مسجد بر آورده است و پنج ستون در گرفته است، و بر سر این خانه همچو حظیره کرده به دار فرین، تا کسی بدانجا نرود و دام در گشادی آن کشیده تا مُرغ بر آن جا نرود۔ و میانِ مقبره و منبر هم حظیره ایست از سنگهای رُخام کرده چون پیشگاهی، و آن را روضه گویند۔ و گویند آن بستان از بستانهای بهشت است، چه رسول علیه السّلام فرموده است: بین قبری و منبری روضة من ریاض الجنّة، و شیعه گویند: آن جا قبر فاطمهٔ زهرا است علیها السّلام و مسجد را دری است، و از شهر بیرون سوی جنوب صحرائی است و گورستانیست، و قبر امیر المؤمنین حمزه بن عبد المطّلب رضی الله عنه آنجاست و آن موضع را قبور الشهداء گویند + پس ما دو روز به مدینه مقام کردیم و چون وقت تنگ بود برفتیم + راه سوی مشرق بود، به دو منزل از مدینه کوه بود و تنگهای چون دره که آن را جحفه می گفتند، و آن میقات مغرب و شام و مصر

است، و میقات آن موضع باشد که حج را احرام گیرند. و گویند یک سال آن جا حجّاج فرود آمده بود خلقی بسیار، ناگاه سیلی درآمده و ایشان را هلاک کرد و آن را بدین سبب جحفه نام کردند، و میان مکّه و مدینه صد فرسنگ باشد امّا سنگ است و ما به هشت روز رفتیم ٭

یکشنبه ششم ذی الحجّه به مکّه رسیدیم، به باب الصّفا فرو آمدیم. و این سال به مکّه قحطی بود، چهار من نان به یک دینار نیشاپوری بود، و مجاوران از مکّه می رفتند و از هیچ طرف حاج نه آمده بود. روز چهارشنبه به یاری حق سبحانه و تعالیٰ به عرفات حج بگذاردیم، و دو روز به مکّه بودیم، و خلق بسیار از گرسنگی و بیچارگی از حجاز روی بیرون نهادند هر طرف، و در این نوبت شرح حج و وصفِ مکّه نمی گویم تا دیگر نوبت که بدین جا رسم، و نوبت دیگر شش ماه مجاور بودم و آن چه دیدم به شرح بگویم. و من روی به مصر نهادم، چنان که هفتاد و پنجم روز به مصر رسیدم. و در این سال سی و پنج هزار آدمی از حجاز به مصر آمدند و سلطان همه را جامه پوشانید و اجری داد تا سال تمام، که همه گرسنه و برهنه بودند تا باز باران ها آمد و در زمین حجاز طعام فراخ شد، و باز این همه خلق را در خورد هر یک جامه پوشانید و صلاتها داد، و سوی حجاز روانه کرد. و در رجب

سنهٔ اربعین و اربعمایه دیگر بار مثال سلطان بر خلق خواندند
که به حجاز قحطی است و رفتن حجّاج مصلحت نیست، بر خویشتن
ببخشایند و آن چه خدای تعالیٰ فرموده است بکنند، اندر این
سال نیز حاج نه رفتند، و وظیفه ای سلطان را که هر سال بحجاز
فرستادی، البتّه قصور و احتباس نبودی، و آن جامه ای کعبه و
از آن خدم و حاشیه و اُمرای مکّه و مدینه، و صله ای امیر مکّه و
مشاهرهٔ او هر ماه سه هزار دینار و اسب و خلعت بود بدو
وقت فرستادی۔ در این سال شخصی بود که او را قاضی عبدالله
می گفتند و به شام قاضی بوده، این وظیفه بدست و صحبتِ او
روانه کردند۔ و من با وی برفتم به راهِ قلزم، و این نوبت کشتی
به جار رسید پنجم ذی القعده، و حج نزدیک تنگ درآمده اشتری
به پنج دینار بود، به تعجیل برفتم +

هشتم ذی الحجّه به مکّه رسیدم و به یاریِ سُبحانهٗ و تعالیٰ
حج بگذاردم، از مغرب قافله ای عظیم آمده بود، و آن سال بدر
مدینهٔ شریفهٔ عرب از ایشان خفارت خواست بگاه بازگشتن
از حج و میان ایشان جنگ برخاست و از مغربیان زیادت
از دو هزار آدمی کشته شد و بسی به مغرب نشدند۔ و به همین
حج از مردم خراسان قومی به راهِ شام و مصر رفته بودند و به
کشتی به مدینه رسیدند ششم ذی الحجّه، ایشان را صد و چهار فرسنگ

مانده بود تا به عرفات رسند، گفته بودند هر که ما را در این سه روز
که مانده است به مکّه رساند چنان که حج دریابیم، هر یک از ما
چهل دینار بدهیم - اعراب بیامدند و چنان کردند که به دو روز
و نیم ایشان را به عرفات رسانیدند و زر بستاندند - و ایشان
را یک یک بر شتران جمّازه بستند و از مدینه بر آمدند - و به
عرفات آوردند، دو تنِ مُرده که بر آن شتران بسته بودند و
چهار تن زنده بودند امّا نیم مُرده، نماز دیگر که ما آن جا بودیم
برسیدند، چنان شده بودند که بر پای نمی توانستند ایستادن، و
سخن نیز نمی توانستند گفتن - حکایت کردند که در راه بسی خواهش
بدین اعراب کردیم که زر که داده ایم شما را باشد، ما را بگذارید
که بی طاقت شدیم، از ما نشنیدند و همچنان براندند + فی الجمله
آن چهار تن حج کردند و براه شام باز گشتند - و من چون حج
بکردم باز بجانب مصر برفتم که کتب داشتم آن جا، و نیّتِ باز
آمدن نداشتم - و امیر مدینه آن سال به مصر آمد که او را بر
سلطان رسمی بود، و هر سال به وی دادی از آن، که خویشاوندی
از فرزندانِ حسین بن علی صلوات الله علیهما داشت، من با او
در کشتی بودم تا بشهر قلزم، و از آنجا همچنان تا به مصر شدیم +

[ در سنهٔ احدی و اربعین که به مصر بودم، خبر آمد که ملک حلب
عاصی شد از سلطان، و او چاکری از آن سلطان بود که پدران

او ملوکِ حلب بوده بودند - سلطان را خادمی بود که اورا عمدة الدّوله
می گفتند، و این خادم امیر مطالبان و عظیم توانگر و مال دار بود -
و مطالبی آنان را گویند که در گوهای مصر طلب گنجها و دفینها کنند،
و از همه مغرب و دیار مصر و شام مردم آیند و هر کس در آن
گوها و سنگسارهای مصر رنجها برند و مالها صرفه کنند - و بسیار آن
بوده باشد که دفاین و گنجها یافته باشند و بسیار را اخراجات اُفتاده
باشد و چیزی نیافته باشند - چه می گویند که در این مواضع اموال
فرعون مدفون بوده است، و چون آنجا کسی چیزی یا بد خمس به
سلطان دهد، و باقی او را باشد - غرض آنکه سلطان این خادم
را بدان ولایت فرستاد و او را عظیم بزرگ گردانید، و هر
اسباب که ملوک را باشد بداد از دهلیز و سراپرده وغیره - و چون
او به حلب شد و جنگ کرد آنجا کُشته شد - اموال او چندان
بود که مدّت دو ماه شد که بتدریج از خزانه ای او به خزانه ای
سلطان نقل می کردند، و از جمله سیصد کنیزک داشت اکثر ماهروی
بعضی از آن بودند که ایشان را در حرم می داشت سلطان
فرمود تا ایشان را مخیّر کردند، هرکه شوهری می خواست به شوهری
دادند، و آنچه شوهر نمی خواست هرچه خاصه ای او بود، هیچ تصرّف
ناکرده، بدو می گذاشتند تا در خانه ای خود می باشند - و بر هیچ یک از
ایشان حکمی و جبری نفرمود - و چون او بحلب کشته شد آن ملک

نرسید که سلطان لشکرها فرستد، پسری هفت ساله را با زنِ خود و بسیار تحف و هدایا، بحضرت سلطان فرستاد و بر گذشته عذرها خواست - چون ایشان بیامدند قریب دو ماه بیرون نشستند، و ایشان را در شهر نمی گذاشتند، و تحفه ای ایشان قبول نمیکردند تا ائمه و قُضاة شهر همه بشفاعت بدرگاه سلطان شدند، و خواهش کردند که ایشان را قبول کردند، و با تشریف و خلعت باز گردانیدند از جمله چیزها، اگر کسی خواهد که به مصر باغی سازد، در هر فصل سال که باشد بتواند ساخت، چه هر درخت که خواهد مدام حاصل تواند کرد و بنشاند خواه مثمر خواه بی ثمر - و کسان باشند که دلّال آن باشند، و از هر چه خواهی در حال حاصل کنند - و آن چنان است که ایشان درختها در تغارها کشته باشند، و بر پشتِ بامها نهاده، و بسیار بامهای ایشان باغ باشد و از آن اکثر پُر بار باشد از نارنج و ترنج و نار و سیب و به و گل و ریاحین و سپرغمها - و اگر کسی خواهد حمّالان بروند و آن تغارها بر چوب بندند همچنان با درخت و به هر جا که خواهند نقل کنند، و چنانکه خواهند آن تغار را در زمین جای کنند و در آن زمین بنهند، و هر وقت که خواهند تغارها بکنند و پارها بیرون آرند و درخت خود خبردار نباشد - و این وضع در همه آفاق جایی دیگر نه دیده ام و نشنیده، و انصاف آن که بس لطیف است ✤

# حصۂ نظم

# انتخاب از تحفۃ الحبیب فخری

## (ا)

## ا۔ شیخ سعدیؒ فرماید

1 مشتاقی و صبوری از حد گذشت یارا — گر تو شکیب داری طاقت نماند مارا
2 گاہی بچشم احسان در حال ما نگاہی — کز خوانِ بادشاہان نعمت رسد گدارا
3 من بی تو زندگانی خود را نمی پسندم — کآسایشی نباشد بی دوستان بقارا
4 سلطان کہ خشم گیرد بر بندگانِ حضرت — حکمش رسد و لیکن حدّی بود جفارا
5 باز آی و جانِ شیرین بستان ز من بخدمت — دیگر چہ برگ باشد درویشِ بی نوارا
6 یارب تو آشنارا مہلت دہ و سلامت — چندان، کہ باز بیند دیدار آشنارا
7 سعدیؒ قلم بہ سختی رفتست، و نیک بختی — پس ہر چہ پیشت آید، گردن بنہ قضارا

## ب۔ خواجہ حافظ شیرازی فرماید

1 دل می رود ز دستم صاحبدلاں خدارا — دردا کہ رازِ پنہان خواہد شد آشکارا
2 کشتی شکستگانیم، ای باد شرطہ برخیز — باشد کہ باز بینیم آن یارِ آشنارا
3 دو روزہ مہرِ گردون افسانہ ایست و افسون — نیکی بجای یاران فرصت شمار یارا
4 در حلقۂ گل و مل خوش خواند دوش بلبل — "ہات الصبوح ہبّوا یا ایہا السکارا"

| | |
|---|---|
| آئینهٔ سکندر جامِ جم است بنگر | تا بر تو عرضه دارد احوالِ ملکِ دارا |
| ای صاحبِ کرامت شکرانهٔ سلامت | روزی تفقّدی کن درویشِ بی نوا را |
| آسایشِ دو گیتی تفسیر این دو حرف است | با دوستان مروّت با دشمنان مدارا |
| هنگامِ تنگدستی در باده کوش و مستی | کین کیمیای هستی قارون کند گدا را |
| گر مطربِ حریفان این پارسی سراید | در رقص و حالت آرد پیرانِ پارسا را |
| در کوی نیک نامی ما را گذر ندادند | گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را |
| حافظ بخود نپوشید این خرقهٔ می آلود | ای شیخ پاک دامن معذور دار ما را |

## ج - مولنا عبدالرّحمن جامیؒ فرماید

| | |
|---|---|
| بر طرفِ رخ نهادی آن جعدِ مشک سا را | چون شب سیاه کردی روزِ سفیدِ ما را |
| بوی بهر مشامی حیف است اگر توانم | سوی تو رو به بندم آمد شد صبا را |
| بعد از هجومِ هجران بی دولتِ وصالت | باز آمدن چه امکان صبر گریزپا را |
| دارد رقیب با من دندان زنی بکویت | با هم نزاعِ دیرین باشد سگ و گدا را |
| باشد بنای دولت بر همّتِ گدایان | اینست بر کتابه ایوانِ پادشا را |
| با صحبت که گیرم انس این چنین که عشقت | بیگانه ساخت با من یارانِ آشنا را |
| جامی ز سفله طبعان کم شد صفای حالت | کردی سفال تیره جامِ جهان نما را |

## د - سیّد میر حاج انسی گوید

| | |
|---|---|
| در گردش آر ساقی جامِ جهان نما را | تا بر تو راز پنهان گرداند آشکارا |

از بہر نیم جرعہ تاکی کنند مستان | با می فروش یاری با محتسب مدارا
در آرزوی آنم کآید بہ کام جانم | آن لب کز آب حیوان دل سرد ساخت مارا
بر قامت چو سروش آن کاکل پریشان | گرچہ بلای جان ست خوش دارم آن بلارا
در بحرِ غصہ غرقم ای بخت یاریٔ کن | دستی بدست بادہ آن یار آشنا را
آب و ہوای جنت میخانہ دارد ای دل | دریاب اگر توانی این آب و این ہوا را
گر جامِ لالہ گونت برکف بود چو آتسی | از دل برون توان کرد اندیشۂ خطارا

(۲)

## ا ۔ حضرت خواجہ کمال فرماید

این چہ منزل چہ بہشت ! این چہ مقامست اینجا | عیش باقی ، لب ساقی ، مئی وجامست اینجا
دولتی کز ہمہ برگشت ازین در نگذشت | شادیٔ گر ہمہ بگریخت غلامست اینجا
چون درآئی بہ طرب خانۂ ما باغم دل | ہمہ گویند مخور غم کہ حرامست اینجا
ما بہ بام فلکیم از برما چون گذری | گذر آہستہ کہ جام و لب جامست اینجا
نیست در مجلس ما پیشگہ وصف نعال | شاہ و درویش ندانند کدامست اینجا
صفت عود ہمہ سوختن و گرم روی است | بجز از زاہد افسردہ کہ خامست اینجا
چند پرسی چہ مقام است کمال اینکہ تراست | این مقامی کہ نہ منزل نہ مقامست اینجا

## ب ۔ مولنا عبدالرحمن جامی گوید

طرفِ باغ و لبِ جوی و لبِ جامست اینجا | ساقیا ! خیز کہ پرہیز حرامست اینجا

شیخ در صومعه گر مست شد از ذوق سماع
من و میخانه که آن حال مدام است اینجا

لب نهادی بلب جام و ندانم من مست
که لب لعل تو یا باده کدام است اینجا

بستهٔ حلقهٔ زلف تو نه تنها دل ماست
هر کجا مرغ دلی بستهٔ دام است اینجا

میکشی تیغ که سازی دل ما را بدو نیم
تیغ بگذار که یک غمزه تمام است اینجا

پیش ارباب خرد شرح مکن مشکل عشق
نکتهٔ خاص مگو مجلس عام است اینجا

جامی از شوق تو شد مست نه می دید نه جام
بزم عشق است چه جای می و جام است اینجا

## ج - لجامعه

زلف بگشای که جان بستهٔ دام است اینجا
مرغ دل از همه رم کرده و رام است اینجا

باده صافی و چمن پر گل و دلبر ساقی
توبه و تقوی و پرهیز حرام است اینجا

پیش این بزم که گوید خبر جنت و خلد؟
نزد من بهتر از آن هر دو مقام است اینجا

محتسب را نرسد دم زدن از مجلس ما
محتسب خود که و هشیار کدام است اینجا

لاف بخشش بر مستان خرابات مزن
ملک جمشید به یک جرعهٔ جام است اینجا

هر که در بزم صبوحی زدگان می افتد
صبح خیزد همه گر خسرو و شام است اینجا

ماه من چهره بر افروز که خورشید فلک
بتماشای رخت بر لب بام است اینجا

پی عشاق تو گو پیک اجل رنجه مشو
همه را کار بیک غمزه تمام است اینجا

کیست فخری که زند لاف غلامی به درت
نام شاه حبش و مصر غلام است اینجا

(۳)

## ۱- امیر شاهی علیه الرحمة فرماید

ابر آمد و بگریست بر اطراف چمن ها
شستند به شبنم رخ گلها و سمنها

با داغ تو رفتند شهیدان تو در باغ
چون لاله بخون جگر آغشته کفنها

گه ناز و گهی عشوه گهی لطف و گهی جور
غیر از تو که داند دگری این همه فنها

از ما سخنی بشنو و با ما سخنی گوی
کز بهر تو بسیار شنیدیم سخنها

در عشق تو صبر و دل و دینم شد و اکنون
ماندست درین واقعه شاهی تن تنها

## ب- مولنا نور الدین عبد الرحمن جامی گوید

ای برده رخت رونق گلها و سمنها
دارد دهن تنگ تو با غنچه سخن ها

گر سرو نه با قد تو ماند نتوان برد
چون آب بزنجیر مرا سوی چمن ها

صحرای عدم لاله ستان شد ز شهیدان
با داغ تو رفتند بخون غرقه کفن ها

گفت است بهر غنچه صبا لطف دهانت
ماندست زحیرت همه را باز دهن ها

مشکل که بود روی خلاصی دل ما را
از زلف تو با این همه خمها و شکن ها

با لذت آوارگی وادی عشقت
غربت زدگان را نشود میل وطن ها

چون خامه بوصف خط تو خشک فرو ماند
جامی که شد انگشت نما در همه فن ها

## ج - خواجهٔ آصفی گوید

تا در چمنی بوی تو یا بم ز سمن ها
چون آب روم نعره زنان سوی چمن ها

با ما سخنت نیست دلی بهر تسلّی
گویم بدل خود ز زبان تو سخن ها

آراسته باد از شکن طرّهٔ عذارت
کز رشک تو بر روی گل افتاده شکن ها

دارند بدور شکرستان تو خوبان
چون نیشکر انگشت تحیّر بدهن ها

تا برکشد از چاه ذقن تشنه لبان را
زلف سیهت بر سر هم بسته رسن ها

ایّام گل است آصفی و غنچه تهی دل
پُر نیست صُراحی چه نشاط از گل تنها

## (۴) ا - حضرت شیخ سعدیؒ فرماید

چه فتنه بود که حُسن تو در جهان انداخت
که یک دم از تو نظر بر نمی توان انداخت

بلای غمزهٔ نا مهربان خونخوارت
چه خون که در دل یاران مهربان انداخت

ز عقل و عافیت آن روز بر کران ماندم
که روزگار حدیث تو در میان انداخت

نه باغ ماند و نه بستان که سرو قامت تو
برست و ولوله در باغ و بوستان انداخت

تو دوستی کن و از دیده مفگنم زنهار
که دشمنم ز برای تو در زبان انداخت

بر چشمهای تو کان چشم کز تو بر گیرند
دریغ باشد بر ماه آسمان انداخت

همیں حکایت روزی بدوستان برسد
که سعدیؒ از پی یاران خویش جان انداخت

برفت و

## ب - شیخ عراقی گوید

به یک گره که دو چشمت بر ابروان انداخت / هزار فتنه و آشوب در جهان انداخت

فریب زلف تو با عاشقان چه شعبده باخت / که هر که جان و دلی داشت در میان انداخت

دلم چو در سر زلف تو شد توان گه گه / ز آفتاب رخت سایه بر آن انداخت

رخ تو در خور چشم من است لیک چه سود / که پرده از رخ تو بر نمی توان انداخت

قبول تو دگران را به صدر وصل نشاند / دل شکسته ما را بر آستان انداخت

عراقی از دل و جان آن زمان امید برید / که چشم جادوی تو چین بر ابروان انداخت

## ج - خواجه حافظ فرماید

خمی که ابروی شوخ تو در کمان انداخت / به قصد جان من زار ناتوان انداخت

نبود نقش دو عالم که رنگ الفت بود / زمانه طرح محبت نه این زمان انداخت

شراب خورده و خوی کرده چون شدی به چمن / فروغ روی تو آتش در ارغوان انداخت

به یک کرشمه که نرگس به خودفروشی کرد / فریب چشم تو صد فتنه در جهان انداخت

به بزمگاه چمن دوش مست بگذشتم / چو از دهان توام غنچه در گمان انداخت

بنفشه طره مفتول خود گره می زد / صبا حکایت زلف تو در میان انداخت

ز شرم آنکه به روی تو نسبتش کردند / سمن به دست صبا خاک در دهان انداخت

کنون به آب می لعل خرقه می شویم / نصیبه ازل از خود نمی توان انداخت

مگر گشایش حافظ درین خرابی بود
که بخشش ازلش در می مغان انداخت

## (۵)

## ا- حضرت شیخ سعدی علیه الرحمة فرماید

| | |
|---|---|
| دلی که عاشق و صابر بود مگر سنگ است | ز عشق تا به صبوری هزار فرسنگ است |
| برادران طریقت ملامتم مکنید | که صبر در ره عشق آبگینه سنگ است |
| چه تربیت شنوم یا چه مصلحت باشد | مرا که چشم به ساقی و گوش بر چنگ است |
| دگر بخفیه نمی بایدم شراب سماع | که نام نیک در آئین عاشقی ننگ است |
| بیادگار کسی دامن نسیم و صبا | گرفته ایم، چه حاصل؟ که باد در چنگ است |
| به خشم رفتهٔ ما را که می برد پیغام | "بیا که ما سپر انداختیم اگر جنگ است" |

ملامت از دل سعدی فرو نشوید عشق
سیاهی از حبشی کی رود که خود رنگ است

## ب- امیر خسرو علیه الرحمة فرماید

| | |
|---|---|
| شگوفه غالیه بو گشت و باد گلرنگ است | هوای بادهٔ صافی و نغمهٔ چنگ است |
| بیا و بند قبا باز کن، دمی بنشین | که عشق همچو قبائی تو بر دلم تنگ است |
| اگرچه غمزه بد آموزیت کند مشنو | چرا که در سر او صد هزار نیرنگ است |
| شمائل تو مرا زار کشت و این فتنه | از آن کلاه کج و تکمهٔ شکر رنگ است |

زدست خسرو مسکین پیالهٔ بستان
که او غلام شهنشاه هفت اورنگ است

## ج - شیخ عراقی فرماید

رخ نگار مرا هر زمان دگر رنگ است
که زیر هر خم زلفش هزار نیرنگ است

اگر بشد دلم از دست گو بشو که مرا
بجای دل سر زلف نگار در چنگ است

از آن زمان که خراباتی دلم بربود
مرا هوای خرابات و باده و چنگ است

بدین صفت که منم از شراب عشق خراب
مرا چه جای کرامات و نام یا ننگ است

مریز خون عراقی و آشتی پیش آر
که آشتی بهمه حال بهتر از جنگ است

## د - مولنا عبدالرحمن جامی فرماید

مقام کوی ترا فسحت حرم تنگ است
زکعبه تا سر کویت هزار فرسنگ است

دلم ضعیف و زهر سو ملامتی چه کنم
که شیشه نازک و هر جا که میروم سنگ است

مکن بحلقهٔ ما ذکر رشتهٔ تسبیح
که گوش مجلسیان بر بریشم چنگ است

بعرصهٔ چمن و صحن باغ نکشاید
دلی که غنچه وش از هجر گلرخی تنگ است

زصلح و جنگ کسانم غمِ تو فارغ ساخت
نه با کسم سرِ صلح و نه طاقتِ جنگ است

بقدرِ آینهٔ حسن تو می نماید روی
دریغ کاینهٔ ما نهفته در زنگ است

مبین دو رنگی رخسار و اشک جامی را
که در طریقِ محبت همیشه یک رنگ است

(۶)

## ۱- خواجه حسن فرماید

آنکه او بر در معشوق سری بنهاد است — عشق هرجا که دری هست بر او بگشاد است
دوست داغی که نهاد است نمیدانی چیست؟ — مُهرِ مِهریست که بر سینهٔ ما بنهاد است
غمزه چون ناوکِ و ابرو چو کمان، زُلف کمند — همه اسبابِ بلا بر دلِ ما آماد است
دوش قمری به قفس قصّهٔ دردم میخواند — حالِ اُفتاده نداند، مگر آن کافتاد است
دل بدردِ و غمِ او، هیچ شبی شاد نخفت — این سیه روز ندانم بچه طالع زاد است
باز دستی به قمارِ غمِ او خواهم بُرد — خرقه در باخته ام داوِ پسین سجاد است
دلِ مسکین حسن آتش دیگ است بلی — این همه جوشِ درون بود که بیرون داد است

## ب- شیخ واحدی گوید

نکتهٔ از نفس پیر مغانم یاد است — باده نوشید که بُنیادِ جهان برباد است
وقت آنست که خود صومعه را بگذاریم — جای رندان چو ما دیرِ خراب آباد است
پیر ما را ز فراست نظری کامل بُود — که مرا توبه از دیدنِ خوبان داد است
همه دم میل جمال می و مطرب دارم — چکنم خاصیتِ عشق چنین اُفتاد است
گرچه جمعی به غلط منکر اهل نظرند — عاشقِ صادق ازین تفرقه ها آزاد است
معنئ صورت شیرین نه همه کس بیند — عشقِ شیرین بحقیقت هنرِ فرهاد است
هرکه پنهان نظری بر رُخِ خوبان دارد — بینوان گفت که در علم نظر اُستاد است

واحدی تائب و زاهد شد بودی دو سه روز | باز عاشق شدهٔ جای مبارکباد است

(۷)

## ا - مولنا کاتبی گوید

خرم آنانکه سر زلف نگاری گیرند | بیقراری بکف آرند و قراری گیرند
چیست عیش دو جهان آنکه پس از هجر دراز | یکدگر را ز سر شوق کناری گیرند
نبود باک ز صد زخم که خوبان بزنند | به یکی مرهم اگر خاطر یاری گیرند
دارم امید که در محشرم از شیردلان | گر نگیرند سگ کوی تو باری گیرند
سر راه تو گرفتیم به دریوزهٔ وصل | چون گدایان که سر راه گذاری گیرند
کاتبی ناله چو بلبل مکن از گلرویان | زانکه ایشان چو تو هر لحظه هزاری گیرند

## ب - مولنا عبدالرحمن جامی فرماید

ای خوش آنانکه خم طرهٔ یاری گیرند | یکدم از پیچ و خم دهر کناری گیرند
تا ازین بحر رسد زورق امید بلب | لب جوی و لب جام و لب یاری گیرند
تا درین بی سروبن صیدگه آزاد زیند | جا سر کوهی و منزل بن غاری گیرند
هیبت بادیهٔ فقر و فنا بین که درو | هر صف مورچه را خیل سواری گیرند
بیقرارند چو آتش ز غمت سوختگان | تا نمیرند چه امکان که قراری گیرند
تیز بینان نظر از کحل بصر دوخته اند | در رهت کحل بصیرت ز غباری گیرند
جامی وروی بخاک درِ تو چون زحرم | هر یک از کعبه روان راه دیاری گیرند

## ج ۔ مولنا طوسی گوید

ای خوش آنانکه لب لعل نگاری گیرند — کام دل از لب جان پرور یاری گیرند
بر دل خستہ گرفتند دو زلفش سر راه — ہمچو دزدان که سر راه گذاری گیرند
جم وقتند مگر لاله و نرگس که مدام — جام بر یاد لب لعل نگاری گیرند
پیش رویت چو مه و مهر نیایند بکار — به از آن نیست که هر یک پی کاری گیرند
پیش آئینهٔ جام و رخ آن مه طوسی — مکشی آه مبادا که غباری گیرند

(۸)

## ا ۔ حضرت خواجہ حافظ شیرازی گوید

خیز و در کاسهٔ زر آب طربناک انداز — پیشتر زانکه شود کاسهٔ سر خاک انداز
چشم آلوده نظر از رخ جانان دورا — بر رخ او نظر از آینهٔ پاک انداز
ملک این مزرعه دانی که ثباتی نکند — آتشی از جگر جام در املاک انداز
یارب آن زاهد خودبین که بجز عیب ندید — دود آهیش در آئینهٔ ادراک انداز
عاقبت منزل ما وادی خاموشان است — حالیا غلغله در گنبد افلاک انداز
بسر سبز تو ای سرو که چون خاک شوم — ناز از سر بنه و سایه بر آن خاک انداز
غسل در اشک زدم کاهل طریقت گویند — پاک شو اول و پس دیده بر آن پاک انداز
دل ما را که ز مار سر زلف تو بخست — از لب خود به شفاخانهٔ تریاک انداز
چون گل از نکهت او جامه قبا کن حافظ — وین قبا در ره آن دلبر چالاک انداز

ن قامت

## ب ـ مولنا عبدالرحمن جامی گوید

یا بہ شمشیرِ جفا در جگرم چاک انداز
یا برحمت نظری برمن غمناک انداز

تشنہ لب خاک شدم در ہوس لعل لبت
ساغرِ می بکش و جرعہ بریں خاک انداز

سگ طوق توام آندم کہ کنی عزمِ شکار
طوق در گردنم از حلقۂ فتراک انداز

رُخ فروزان بتماشای گل و لالہ خرام
آتش از رشک بمشتِ خس و خاشاک انداز

بگشا لب بحدیثی و خردمندان را
سرّی از غیب در آئینہ ادراک انداز

چند صاحب نظران گرد غم و درد کشند
ای قضا سنگ بہ خمخانۂ افلاک انداز

جامی از عشق چہ نالی؟ کہ ترا گفت کہ دل
در کفِ سنگ دل سرکش بیباک انداز؟

## ج ـ للجامعہ

ناوکی بر دل از آن غمزۂ بیباک انداز
لشکر خندہ نمک در جگر چاک انداز

رُخ برافروختہ از می سوی گلزار خرام
شعلہ چون برق بمشتِ خس و خاشاک انداز

گُل شبنم زدہ را صبح خجل ساز بباغ
نفسی پردہ از آن روی عرقناک انداز

در دل و دیدہ اگر فکر خیالت نبود
بدل آتش زن و در دیدۂ من خاک انداز

گر بود کعبۂ اقبال اُمیدت فخری
دستِ اخلاص در آن حلقۂ فتراک انداز

## (۹)

## ا - حضرت خواجه حافظ فرماید

شاه شمشاد قدان خسرو شیرین دهنان　　که بمژگان شکند قلب همه صف شکنان

مست بگذشت و نظر بر من درویش انداخت　　ق　　گفت ای چشم و چراغ همه شیرین سخنان

تا کی از سیم و زرت کیسه تهی خواهد بود　　بندهٔ من شو و برخور ز همه سیم تنان

کمتر از ذره نهٔ پست مشو مهر بورز　　تا به خلوت گهِ خورشید رسی چرخ زنان

بر جهان تکیه مکن ور قدحی می داری　　شادئ زهره جبینان خور و نازک بدنان

دامن دوست بدست آر و ز دشمن بگسل　　مرد یزدان شو و ایمن گذر از اهرمنان

پیر پیمانه کش ما که روانش خوش باد!　　گفت: "پرهیز کن از صحبتِ پیمان شکنان"

با صبا در چمن از لاله سحر می گفتم!　　"که شهیدان کهِ اند این همه خونین کفنان؟"

گفت: حافظ! من و تو محرم این راز نه ایم　　"از می لعل حکایت کن و سیمین ذقنان"

## ب - مولانا عبدالرحمٰن جامی فرماید

ای همه سیم بران سنگ تو بر سینه زنان　　تلخ کام از لبِ میگون تو شیرین دهنان

به گل و بلبل اگر باد نه بوی تو رساند　　آن چرا جامه دران آمد و این نعره زنان

دلق سالوس مرا پردهٔ ناموس درید　　جلوهٔ تنگ قبایان و تنک پیرهنان

چون نرنجم که درین بزم طرب پسندند　　یک ترنجم بکف از غبغب سیمین ذقنان

بر درِ پیر خرابات (که خمخانهٔ او　　باد محروس زسنگِ ستم خم شکنان)

می زدم حلقه بر آمد ز درون آوازی!
کامی ترا خاتم دولت گرو اهرمنان

ساکن خانقه و مدرسه می باش که نیست
گنج میخانه ما جز وطن بی وطنان"

لاف قوت مزن ای پشه عاجز که شکست
زیر این بار گران پشت همه پیل تنان

ق

جامی این نظم حسن گر به فرستد سوی فارس
حافظش نام نهد خسرو شیرین سخنان

(١٠)

## ا - امیر خسرو فرماید

مه من خراب گشتم ز رخت به یک نظاره
نظری ز تو عفاالله چه می است مست کاره

تو به ره روان و خلقی به هلاک مانده هر سو
چه غم آب تند رو را ز خرابی کناره

سر آن دو چشم گردم که چو هندوان ره زن
همه را به نوک مژگان زده بر جگر کناره

چو وی بره بجولان دل عاشقان بود آن
که ز سم باد پایت جهد آتش شراره

هوسم بود که دیده ز همه ستانم و بس
به هزار دیده تنها به رخت کنم نظاره

چه زنی دم از عیاری بر آن بلند کیوان
که به کنگر جلالش نرسد کمند چاره

چو اسیر تست خسرو رگ جان مکش ز بندش
که برشته دوخت نتوان جگری که گشت پاره

نـ به
نـ بگشت و جولان
نـ ٢ توان برد فعل
نسـ ستانی و من
نـ چو ز دست رفت

## ب - مولنا ناظری گوید

زغم تو غیر مردن من خسته را چه چاره
که دلی کباب دارم جگری هزار پاره

تو به حسن پادشاهی همه دلبران سپاهت
تو بدلبری چو ماهی دگران همه ستاره

بسر ره تو آیم که کنی نظر به حالم
نظری بحال من کن چه کنی ز ره کناره

| | |
|---|---|
| به رهی که بگذری تو اگرم ز دست آید | بخدا اگر گذارم که کند کست نظاره |
| به غم تو چاره جویم غم خویش با که گویم | که بگشت ناظری را غم تو هزار باره |

## ج - لجامعه

| | |
|---|---|
| مه من چرا نباشد جگرم هزار پاره | که اسیر صد بلایم ز رخت به یک نظاره |
| چه تواضع است یارب که چو ناگهت ببینم | نتوانم از خجالت که نظر کنم دوباره |
| همه دلبران پیاده ز پی ات بره فتاده | تو به رخش ناز هر سو که شتافتی سواره |
| ز خدا بود مرادم همه عمر این که یک ره | چو مرا ز دور بینی نه کنی ز ره کناره |
| ز بتان چو تو ندیدم به لطافت ای ستمگر | بدنی چو آب حیوان و دلی چو سنگ خاره |
| چو شمارهٔ سگان سر کوی خود کند یار | چه شود که نام فخری برد اندر آن شماره |

## د - مولنا ابوطاهر کاتب گوید

| | |
|---|---|
| به هزار دیده خواهم که رخت کنم نظاره | که به هر نظاره رویت نگرم هزار باره |
| نه به تیشهٔ بی ستون را زده کوهکن ز هر سو | که ز درد کوهکن شد دل خاره پاره پاره |
| نه چنان به یک نظاره ز رخت بر افتادم | که بود مجال آنم که نظر کنم دو باره |
| تو به ره روان چو شاهان و چو من هزار مسکین | به فغان چو دادخواهان به رهت ز هر کناره |
| چو ز چارهٔ طبیبان دل من خراب تر شد | پس ازین بجز صبوری دل خسته را چه چاره |
| نه نشان ز سم اسبت بزمین بود که عاشق | ننهاده دیده بر ره که تو بگذری سواره |
| شد طاهری ز خویت به فغان ز هجر رویت | نه ز جور دور گردون و ز گردش ستاره |

## ه ـ مولنا نرگسی گوید

| | |
|---|---|
| ز خدا هلاک خود را طلبم هزار باره | که هزار درد دارم ز دل هزار پاره |
| من و درد کاری تو غمِ کار خود ندارم | نه دوا نه چاره جویم، چه دوا کنم چه چاره؟ |
| چه کنم ز نرگس و گل چو تو در نظر نباشی | بکدام چشم بینم؟ به چه رُو کنم نظاره؟ |
| دُرِ اشکِ من درین کو که فتاده است هر سُو | به نظر چنان نماید که بر آسمان ستاره |

شده نرگسی غلامت چو کند به ره سلامت
اگرش جواب ندهی نه کنی ز ره کناره

## و ـ مولنا اسیری گوید

| | |
|---|---|
| ز بلای هجر دل را بجز این نماند چاره | که ز راه دیده آید به رهِ تو پاره پاره |
| نتوان به گریه شستن رقم جفا ز آن دل | نرود به آب نقشی که نوشته شد به خاره |
| ز تن ضعیف آهم به حرارتی بر آید | که ز هر شراره داغی برساند به هر ستاره |
| تو ز من ملول و من هم، بکشش و خلاصیم ده | که برین جهان نیامد مه من کسی دوباره |
| دمِ تیغ تو به هر کس که رسید بی خبر شد | مکنش به آب نسبت که می است مست کاره |

به رهِ تو مرد اسیری تو ولی حیات بخشی
ز رهت چو گرد خیزد گذری اگر سواره

# انتخاب از قصاید سعدیؒ

## فی الموعظه

ای که پنجاه رفت و در خوابی ۱ — مگر این پنج روز دریابی

تا کی این بادِ کبر و آتش خشم — شرم بادت که قطرهٔ آبی

کهل گشتی و همچنان طفلی — شیخ گشتی و همچنان شابی

تو به بازی نشسته، وز چپ و راست، — می رود تیر چرخ پرتابی

تا درین گلّه گوسفندی هست — نه نشیند اجل ز قصّابی

تو چراغی نهاده بر رهِ باد، — خانهٔ در ممرّ سیلابی

گر به رفعت، سپهر کیوانی ق — ور بحسن، آفتاب و مهتابی

ور به مشرق روی به سیّاحی، — ور به مغرب روی به جلابی

ور به تمکینِ ابن[۱] عفّانی — ور به نیروی ابنِ[۲] خطابی

ور به نعمت، شریکِ قارونی — ور بقوّت، عدیلِ سهرابی

ور میسّر شود، که سنگِ سیاه — زر خالص کنی، به قلابی

ور به مردی زباد بر گذری — ور به شوخی، چو برق بشتابی

ملک الموت را، بحیله و فن، — نتوانی که پنجه برتابی

منتهای کمال، نقصان است — گل بریزد به وقت سیرابی

تو، که مبدا و مرجعت این است — نه سزاوارِ کبر و اعجابی

[۱] حضرت عثمان رضؓ [۲] حضرت عمر رضؓ

خشت بالینِ گور یاد آور، ای که سر بر کنار احبابی!

خفتنت زیرِ خاک خواهد بود ای که در خوابگاهِ سنجابی!

بانگِ طبلت نمی کند بیدار، تو مگر مُردهٔ، نه در خوابی

بس خلایق فریفت است این سیم که تو لرزان برو چو سیمابی

بس جهان دیده این درخت کهن که تو پیچان برو چو لبلابی

بس بگردید و بس بخواهد گشت بر سرِ ما، سپهر دولابی

تو ممیّز، به عقل و ادراکی تو مکرّم، به جاه و انسابی

ابلهی، صد دبیقی و دیبا، گر بپوشد، خری ست عتّابی

نقشِ دیوار خانهٔ تو هنوز گر همین صورتی و القابی

ای مریدِ هوایِ نفسِ حریص! تشنه بر زهر همچو جلّابی

قیمتِ خویشتن خسیس مکن که تو در اصل گوهرِ نابی

دست و پای بزن، بچاره و جهد، که عجب درمیان غرقابی

عهدهای شکسته را چه طریق؟ چاره هم توبه است و شتّابی

به درِ بی نیاز نتوان رفت جز به مستغفری و اوّابی

تو درِ خلق می زنی همه وقت لاجرم بی نصیب ازین بابی

کی دُعای تو مستجاب شود؟ که به یک روی در دو محرابی

یارب از جنسِ ما چه خیر آید؟ تو کرم کن که ربِّ اربابی

غیب دان و لطیف و بیچونی ستر پوش و کریم و توّابی

سعدیا، راستی ز خلق مجوی چون تو در نفسِ خود نمی یابی

جای گریه است، بر مصیبت پیر
تو چو کودک هنوز لعّابی
با همه عیب خویشتن، شب و روز
در تگاپوی عیب اصحابی
گر همه علم عالمت باشد
بی عمل، مدّعی کذّابی
پیش مردان آفتاب صفت
به اضافت، چو کرم شب تابی
پیر گشتی و ره ندانستی
تو نه پیری که طفل کتّابی

## فی التنبیه

چو مرد رهرو، اندر راه حق، ثابت قدم گردد
وجود غیر حق، در چشم توحیدش عدم گردد
کمر بند قلم کردار، سر در پیش و لب بر هم،
بهر حرفی که پیش آید، بتارک چون قلم گردد
ز چوگان ملامت نادر آنکس روی بر تابد
که در راه خدا، چون گوی سرتاسر قدم گردد
سُم یکران سلطان را درین میدان کسی بیند
که پیشانی کند چون میخ و همچون نعل خم گردد
تو خواهی نیک و خواهی بد کن امروز ای پسر اینجا
عمل گر بد بود، ور نیک، بر عامل رقم گردد
مبین گر ظلم جباری کم آزاری ستم بیند،
ستم گر نیز روزی کشتهٔ تیغ ستم گردد
درین گرداب بی پایان منه بار شکم بر دل،
که کشتی، روز طوفان، غرق از بار شکم گردد
بسعی ای آهنین دل، مدّتی باری بکش آهن
بسغی آئینهٔ گیتی نما و جام جم، گردد
تگاپوی حرم تا کی؟ خیال طبع بیرون کن،
که محرم گر شوی، ذاتت حقائق را حرم گردد
کیائر سهمگین سنگی است در ره ماندهٔ مردم را
چنین سنگی مگر دائر بسیلاب ندم گردد
غمی خور کو بشادیهای بی اندازه انجامد
چو بیعقلان مرو دنبال آن شادی که غم گردد
خداوندان ملک فتح و کسر دشمنان را گوی
بر ایشان چون بگشت احوال بر ما نیز هم گردد
دلت را دیده ها بر دوز تا عین الیقین گردد
تنت را از خم ها بر گیر، تا کنز الحکم گردد

درونت حرص نگذارد که زیر دون ستا نباشی　　شکم خالی چو نرگس باش تا دستت درم گردد
خداوندا اگر افزائی بدین حکمت که بخشیدی　　مرا افزون شود ای آنکه از ملک تو کم گردد
فتاد اندر تن خاکی زابر بخششت قطره　　مدد فرما بفضل خویش تا این قطره یم گردد
امید رحمتست آری خصوص آنرا که در خاطر　　ثنای سیّد مرسل نبیّ محترم گردد
محمّد کز ثنای فضل او بر خاک هر خاطر　　که بارد قطرهٔ در حال دریای نعم گردد
چو دولت بایدم تحمید ذات مصطفی گویم　　که در دریوزه صوفی گرد اصحاب کرم گردد
زبان را درکش ای سعدی از شرح علم او گفتن　　تو در علمش چه دانی باش تا فردا علم گردد
اگر تو حکمت آموزی به دیوان محمّد رو　　که بوجهل آن نبود کاو خود بدانش بوحکم گردد
زفقر جاودانی رست و صاحب مال دنیا شد　　هر آن درویش صاحبدل کزین در محتشم گردد

## در موعظه و مدح مجد الدّین رومی

جهان بر آب نهاداست و زندگی برباد　　غلام همّت آنم که دل برو ننهاد
جهان نماند و خرّم روان آدمیی　　که باز ماند ازو در جهان به نیکی یاد
سرای دولت باقی نعیم آخرت است　　زمین سخت نگه کن چو می نهی بنیاد
کدام عیش درین بوستان که باد اجل　　همی بر آورد از بیخ قامت شمشاد
حیات عاریتی خانه ایست در ره سیل　　چراغ عمر نهاده است بر دریچهٔ باد
بسی بر آید و بی ما فرو شود خورشید　　بهار گاه خزان باشد و گهی مرداد
بر آنچه می گذرد دل منه که دجله بسی　　پس از خلیفه بخواهد گذشت در بغداد
گرت زدست بر آید چو نخل باش کریم　　ورت زدست نخیزد چو سرو باش آزاد
بسی بدیدهٔ حسرت زپس نگاه کند　　کسی که برگ قیامت زپیش نفرستاد

وجودِ خلق بدل می کنند، ورنه زمین
ق همان ولایتِ کیخسرو است وملکِ قباد

چو طفل بر همه بازید و بر همه خندید
عجب نز آنکه نگشتند دیگر از استاد

عروس ملک نکوروی دختر است ولی
وفا نمی کند این سست مهر باداماد

نه خود سریرِ سلیمان، بباد رفتی، وبس،
که هر کجا که سریر ست، می رود برباد

همین نصیحتِ من گوش دار و نیکی کن
که دانم، از پس مرگم، کنی به نیکی یاد

نداشت چشم بصیرت که گرد کرد، و نخورد،
ببرد گوی سعادت که صرف کرد. وبداد،

چنانچه صاحبِ فرخنده رای مجد الدّین،
که گنج اجر نشاند و بنای خیر نهاد

نگو بمیت نتکلّف "فلان دولت دین"
"سپهر مجد و معالی، جهانِ دانش و داد"

تو آن برادر صاحبدلی که مادرِ دهر
به سالها، چو تو، فرزندِ نیک بخت نزاد

بروزگارِ تو ایّام دست فتنه ببست
به یُمنِ تو در اقبال بر جهان بگشاد

دلیل آن که ترا از خدای نیک آید
بس است خلق جهانرا که از تو نیک اُفتاد

یکی دعا کنمت، ای رعونت، از سرِ صدق
خدات در نفسِ آخرین بیامرزاد"

## در مدح انکیانو

بس بگردید و بگردد روزگار
دل به دُنیا در نه بندد هوشیار

ای که دستت می رسد، کاری بکن
پیش از آن، کز تو نیاید هیچ کار

این، که در شهنامها آورده اند
رستم و روئین تن و اسفندیار

تا بدانند این خداوندانِ ملک،
کز بسی خلق است دنیا یادگار

این همه رفتند، و مای شوخ چشم
هیچ نگرفتیم از ایشان اعتبار

ای که وقتی نطفه بودی در شکم
وقت دیگر طفل بودی شیرخوار

مدّتی بالا گرفتی تا بلوغ / سرو بالای شدی سیمین عذار
همچنین، تا مردِ نام آور شدی / فارسِ میدان و مردِ کارزار
آنچه دیدی، بر قرار خود نماند / وآنچه بینی، هم نماند بر قرار
دیر و زود، این شکل و شخص نازنین / باد خواهد بُرد خاکش را غبار
گل بخواهد چید بی شک باغبان / ورنچیند، خود فرو ریزد ز بار
این همه هیچ است، چون می بگذرد / تخت و بخت و امر و نهی و گیر و دار
نامِ نیکو گر بماند ز آدمی / به، که زو ماند سرای زر نگار
سالِ دیگر را که می داند حساب / یا کجا رفت آن، که با ما بود پار
خفتگان بی چاره در خاکِ لحد / خفته و در کلّهٔ سر سو سمار
صورتِ زیبای ظاهر، هیچ نیست / ای برادر! سیرتِ زیبا بیار
هیچ می دانی خرد به یا روان / من بگویم، گر بداری استوار
آدمی را عقل باید در بدن / ورنه جان در کالبد دارد حمار
پیش از آن کز دست تو بیرون برد / ق / گردشِ گیتی زمامِ اختیار
گنج خواهی، در طلب رنجی ببر / خرمنی می بایدت، تخمی بکار
چون خداوندت بزرگی داد و حکم / خورده از خوردانِ مسکین در گذار
چون زبر دستیت بخشد آسمان / زیر دستان را همیشه نیک دار
عذر خواهان را خطا کاری ببخش / زینهاری را بجان ده زینهار
شکرِ نعمت را نکو می کُن، که حق / دوست دارد بندگانِ حق گذار
لطفِ او لطفی است بیرون از حساب / فضل او فضلی ست افزون از شمار

گر به هر موئ زبانی باشدت
شکرِ یک نعمت نگوئی از هزار

نامِ نیکِ رفتگان ضایع مکن
تا بماند نامِ نیکت برقرار

ملک بانان را نشاید، روز و شب
گاهی اندر خمر، و گاهی در خمار

کام مسکینان و درویشان برآر
تا همه کامت برآرد کردگار

با غریبان لطفِ بی اندازه کُن
تا برندت نام نیکی در دیار

زور بازو داری و شمشیر تیز
گر جهان لشکر بگیرد، غم مدار

از درون خستگان پرهیز کُن
وز دُعای مردم پرهیزگار

منجنیق آهِ مظلومان، به صُبح
سخت گیرد ظالمان را در حصار

با بدان بد باش و با نیکان نکو
جای گُل، گُل باش و جای خار، خار

دیو با مردم نیامیزد، مترس
بل بترس از مردمانِ دیوسار

هر که دَد یا مردمِ بد پرورد
دیر و زود از جان برآرندش دمار

با بدان چندان که نیکوئی کُنی
قتل مار افسای نباشد جز به مار

ایکه داری چشم و عقل و گوش و هوش
پندِ من در گوش کُن چون گوشوار

نشکند عهدِ من اِلّا سنگ دل
نشنود قول من اِلّا بخت یار

بادشاهان را ثنا گویند و مدح
من دُعائی می کُنم درویش وار

سعدیا چندان که می دانی بگوی
حق نشاید گفتن، اِلّا آشکار

هر کرا خوف و طمع در کار نیست
از خطا باکش نباشد، وز تتار

دولتِ نوئین اعظم شهریار
باد، تا باشد بقای روزگار!

خسروِ عادل، امیرِ نامور
انکیانو، سرورِ عالی تبار

منعما! سعدی سپاس نعمت — کی تواند گفت، وچون سعدی هزار

یارب! اندر کار ما کن یک نظر، — پیش از آن کز ما نیاید هیچ کار

## فی صفة الرّبیع

عَلَم دولت نوروز به صحرا برخاست — لشکر زحمت سرما، ز سر ما برخاست

تا رباید کلهِ قاقم برف، از سر کوه، — یزک تابش خورشید، به یغما برخاست

بر عروسان چمن بست صبا، هر گهری — که بغوّاصی ابر از دل دریا برخاست

این چه بوی است که از جانب خلّخ بدمید! — وین چه باد است که از جانب صحرا برخاست

چه هوائیست که خلدش بتحیّر بنشست — چه زمینی است که چرخش بتولّا برخاست

تارم اخضر، از عکس چمن حمرا گشت — بسکه از طرف چمن لولوء لالا برخاست

موسم نغمهٔ چنگ است، که در بزم صبوح — بلبلان را، ز چمن، ناله و غوغا برخاست

بوی آلودگی از خرقهٔ صوفی آید — شور دیوانگی از سینهٔ دانا برخاست

از زمین نالهٔ عشّاق به گردون برسید — وز ثری نالهٔ مستان به ثریّا برخاست

بسکه خوبان به تفرّج سوی صحرا رفتند — الغیاث از چمن و گلبن حمرا برخاست

عاشق امروز به ذوقی بر شاهد بنشست، — که دل زاهد، از اندیشهٔ فردا، برخاست

هر کجا طلعت خورشید رخی سایه فگند — بیدلی خسته کمر بسته چو جوزا، برخاست

هر کجا سروقدی چهره چو یوسف بنمود — عاشقی سوخته خرمن، چو زلیخا برخاست

هر کسی را هوس روی گلی در سر شد — نه که این ولوله از بلبل تنها برخاست

بارخش، لاله، ندانم بچه رونق بشگفت؟ — باقدش سرو، ندانم بچه یارا برخاست

سر ببالین عدم باز نه، ای نرگس مست! — که ز خواب سحر این نرگس شهلا برخاست

به سخن گفتن او عقل ز هر دل بر مید
روز رویش چو برانداخت نقاب سرِ زلف
ورق خوبی معشوق ز هم بر گردید
تُرک عشقش، بنه صبر چنان غارت کرد
سعدیا! نامه سیاه کردن سودا تا کی

عاشق آن قد سروم که چه زیبا برخاست!
گوئی، از روز قیامت، شب یلدا برخاست
قلم عافیت از عاشق شیدا برخاست
که جهان راز حرم، راز معمّا برخاست
که قلم را بسر، از دستِ تو، سودا برخاست

# فی الموعظة والنصیحة

دریغ روز جوانی و عهدِ برنائی
سرِ فروتنی انداخت پیری اندر پیش
دریغ بازوی سرپنجگی که بر پیچد
زهی زمانهٔ ناپائدار عهدشکن!
که اعتماد کند بر مواهب نعمت؟
به زار تر گسلی، هر چه خوب‌تر بندی
به عمر خویش کسی از تو کام برنگرفت
اگر زیادتِ قدر است در تغیّر نفس
مرا ملامتِ دیوانگی و سرسبکی
شکوه پیری بگذار و علم و فضل و ادب
چو با قضا و اجل بر نمی توان آمد
نه آن جلیسِ انیس اند، کنارِ من رفته است

نشاط کودکی و عیش خویشتن رائی!
پس از غرور جوانی و دست بالائی
ستیز دورِ فلک ساعد توانائی
چه دوستی است؟ که با دوستان نمی پائی
که همچو طفل به بخشی و باز بربائی
تباه‌تر شکنی، هر چه خوش‌تر آرائی
که در شکنجهٔ ناکامی اش نه فرسائی
نخواستم که به قدرِ من اندر افزائی
ترا سلامت پیری و پای برجائی
کجاست جهل جوانی و عشق برنائی؟
تفاوتی نکند گر بزهی و دانائی
که بعد از و متصوّر شود شکیبائی

دریغ خلعتِ زیبای احسن التّقویم — بر آستین تنعّم طرازِ زیبائی
غبار خطِّ معنبر نشسته بر گل روی — چنان که مشک بماورد بر سمن سائی
اگر زبادِ فنا ای پسر بیندیشی — چو گل به عمرِ دو روزه غرور ننمائی
زمانِ رفته نخواهد به گریه باز آمد — نه آب دیده، که گر خون دل بپالائی
نه دوخت جامهٔ کامی بقد کس گردون — که عاقبت، به مصیبت، نکرد یکتائی
چو خوانِ یغما غارت کند بناگاهی — زمانه، مجلسِ عیش بتانِ یغمائی
چو تخم خرما فردات پائمال کنند — وگر به سروری امروز نخلِ خرمائی
برادرانِ تو بیچاره، در ثری رفتند — تو همچنان ز سرِ کبر، بر ثریّائی
همیشه باز نباشد در دو لختی چشم — ضرورتست که روزی به گل براندائی
خیال بسته و بر باد عمر تکیه زده — به پنج روز که در عیش و در تماشائی
دماغ پخته که من شیر مرد و برنایم — برو، که با سگِ بد نفس هم تو برنائی
اگر بود دل مومن، چو موم، نرم نهاد — تو موم نیستی ای دل! که سنگ خارائی
هر آن زمان، که ز تو مردمی بر آساید، — درست نشد بحقیقت که مردم آسائی
وگر به جهل برفتی، به عذر باز پس آی — که چاره نیست برون از شکسته پیرائی
سخن دراز مکن سعدیا! و کوته کن — چو روزگار به پیرانه سر زرعنائی
وگر عنایت توفیق حق نگیرد دست — بدستِ سعی تو باد است، تا نه پیمائی
ببخش بارخدایا به فضل و رحمت خویش — که دردمند نوازی و جرم بخشائی
بضاعتی نه سزاوارِ حضرت آوردم — مگر به عینِ عنایت قبول فرمائی
ز درگهِ کرمت روی ناامیدی نیست — کجا رود مگس از کارگاهِ حلوائی؟

## در مدح انگبانو

بسی صورت بگردیده است عالم
ازین صورت بگردد عاقبت هم

عمارت با سرای دیگر انداز
که دنیا را اساسی نیست محکم

مثال عمر، سر برکرده شمعی است
که کوتاه باز می باشد دمادم

ویا برفِ گدازان بر سرِ کوه
کزو هر لحظه جزوی می شود کم

بسا خاکا، به زیر پای نادان
که گر بازش کنی، دست است و معصم

نه چشمِ طامع از دنیا شود سیر
نه هرگز چاه پُر گردد ز شبنم

بگِلِ فرزندِ آدم خشت گردید
نمی جنبد دلِ فرزندِ آدم

به سیم و زر نکونامی بدست آر
منه بر هم، که برگیرندش از هم

فریدون را سرآمد پادشاهی
سلیمان را برفت از دست خاتم

نه نیشی میزند دورانِ گیتی
که آن را، تا قیامت، هست مرهم

وفاداری مجوی از دهر خونخوار
محال است انگبین در کام ارقم

به نقل از اوستادان یاد دارم
که شاهانِ عجم، کیخسرو و جم

زسوزِ سینهٔ فریاد خواهان
چنان پرهیز کردندی که از سم

که موران چون بگرد آیند بسیار
به تنگ آید روان، در حلق ضیغم

وَمَا مِنْ ظَالِمٍ اِلّا وَيُبْلٰى
(وَاِنْ طَالَ الْمَدیٰ يَوْمًا) بِاَظْلَمِ

سخن را روی بر صاحبدلان است
نگویند از حرم الّا به محرم

حرامش باد ملک و بادشاهی
که پیشش مدح گویند، از قفا ذم

عروسِ زشت زیبا کی توان کرد
وگر بر خود کند دیبای معلم

اگر مردم همین بالا و ریش اند — به نیزه نیز بر بسته است پرچم
سخن شیرین بود پیر کهن را — ندانم بشنود نوئینِ اعظم
جهان سالارِ عادل، انکیانو — سپهدارِ عراق و ترک و دیلم
که روزِ بزم بر تخت کیانی — فریدون است، و روزِ رزم رُستم
چنین پند از پدر نشنیده باشی — الا گر هوشیاری بشنو از عم!
چو یزدانت مکرّم کرد و مخصوص — ق — چنان زی در میانِ خلقِ عالم
که گر وقتی، مکانِ پادشاهیت — نباشد، همچنان باشی مکرّم
نه هر کس حق تواند گفت گُستاخ — سخن ملکی است، سعدی را، مسلّم
مقامات از دو بیرون نیست فردا — بهشتِ جاودانی، یا جهنّم
مدامت بخت و دولت همنشین باد — به دولت شادمان، از بخت خُرّم
به دستِ راست، قیدِ بازِ اشهب — به دستِ چپ، عنانِ خنگ ادهم
سرِ سالت مبارک باد و میمون — سعادت همره و اقبال همدم

## فی الموعظة والنصیحة

خوش است عمر، دریغا! که جاودانی نیست — بس اعتماد برین پنج روز فانی نیست
درختِ قدّ صنوبر خرام انسان را — مدام، رونق نو باوهٔ جوانی نیست
گلی است خرّم و خندان و تازه و خوشبو — ولی اُمید ثباتش چنانکه دانی نیست
دوام پرورش اندر کنارِ مادرِ دهر — طمع مکن، که در وی بوی مهربانی نیست
مباش غرّه و غافل چو میش سر در پیش — که در طبیعتِ این گرگ گله بانی نیست
چه حاجت است عیان را به استماعِ بیان — که بیوفائیِ دورِ فلک نهانی نیست

کدام بادِ بهاری وزید در آفاق، / که باز در عقبش آفتِ خزانی نیست

اگر ممالکِ روی زمین بدست آری / بهایِ دولتِ یک روزهٔ زندگانی نیست

دل ای رفیق! درین کاروانسرای مبند / که خانه ساختن آیینِ کاروانی نیست

اگر جهان همه کام است و دشمن اندر پی / بدوستی، که جهان جای کامرانی نیست

چو بُت پرست بصورت شدی چنان مشغول / که دیگرت خبر از لذّتِ معانی نیست

جهان ز دست بدادند دوستانِ خدای / که پای بندِ غنا را جز این جهانی نیست

نگاهدار زبان، تا به دوزخت نبرند / که از زبان بتر، اندر جهان زیانی نیست

عمل بیار و علم برمکش، که مردان را / رهی سلیم تر از کوی بی نشانی نیست

طریقِ حق رو و از هر کجا که خواهی باش / که کُنجِ خلوتِ صاحبدلان مکانی نیست

کفِ نیاز به درگاهِ بی نیاز برآر / که کارِ مردِ خدا جز خدای خوانی نیست

مخور چو بی ادبان کاه و تخم، کایشان را / اُمید خرمنِ اقبال آنجهانی نیست

مکن، که حیف بود دوست بر خود آزردن، / علی الخصوص مرآن دوست را که ثانی نیست

چه سود ریزشِ بارانِ وعظ بر سرِ خلق / که مرده را به ارادت صدف دهانی نیست

زمین به تیغ بلاغت گرفتی ای سعدی / سپاس دار، که جز فیضِ آسمانی نیست

بدین صفت، که در آفاق صیتِ شعرِ تو رفت / نرفت دجله، که آبش بدین روانی نیست

نه هر که دعوی زور آوری کند با ما / بسر برد، که سعادت به پهلوانی نیست

ولی بخواجهٔ عطّار گو، ستائشِ مشک / مکن، که بوی خوش از مشتری نهانی نیست

## فی الموعظة و النصیحة

توانگری نه به مالست پیشِ اهلِ کمال / که مال تا لبِ گور است و بعد از آن اعمال

من آنچه شرط بلاغ است با تو می گویم — تو خواه از سخنم پند گیر و خواه ملال

محل قابل و آنگه نصیحت قایل — چو گوش هوش نباشد، چه سود حسن مقال؟

نصیحت همه عالم چو باد در قفس است — بگوش مردم نادان، و آب در غربال

به چشم و گوش و دهان، آدمی نباشد شخص — که هست صورت دیوار را همین تمثال

دل، ای حکیم! برین معبر هلاک مبند — که اعتماد نه کردند بر جهان عقال

چنان به لطف همی پرورد، که مروارید — دگر بقهر چنان خرد می کند که سفال

مکن بچشم ارادت نگاه در دُنیا — که پشت مار بنقش است و زهر او قتال

به عمر عاریتی هیچ اعتماد مکن — که پنج روز دگر می رود به استعجال

برفت عمر و نه رفتیم شرط راه ادب — براستی، که ببازی برفت چندین سال

کنون که رغبت خیر است، زور طاعت نیست — دریغ نقد جوانی، که صرف شد به محال

زمان توبه عذر است و وقت بیداری — برآر دست دُعائی درُو به خاک بمال

وصال حضرت جان آفرین مبارک باد — که دیر و زود، فراق اُفتد اندرین اوصال

به زیر بار گنه گام برنمی گیرم — که زیر بار، به آهستگی رود، حمّال

چنان شده است، که دیگر اُمید خیر نماند — مگر به عفو خداوند منعم متعال

نه آفتاب وجود ضعیف انسان را، — که آفتاب فلک را، ضرور تست زوال

کنون هوای امل می پرد کبوتر نفس — که دست جور زمانه، نه پر گذاشت نه بال

چنان شدم، که به انگشت می نمایندم — نماز شام که بر بام میروم چو هلال

بزرگوار خدایا! بحق مردانی — که عارفان جمیل اند و عاشقان جمال

مبارزان طریقت که نفس بشکستند — به زور بازوی تقوی، دلحروب رجال،

| | |
|---|---|
| یُقَدِّسُونَ لَهٗ بِالْخَفِیِّ وَالْاِعْلَانِ | یُسَبِّحُونَ لَهٗ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ |
| مراد نفس ندادند زین سرای غرور | که صبر پیش گرفتند تا بوقتِ محال |
| قفا خورند و ملامت کشند و خوش باشند | شب فراق، بامید بامدادِ وصال |
| به سرّ سینهٔ این دوستان علی التفصیل | که دستگیری و رحمت کنی علی الاجمال |
| رهی نمی برم و چارهٔ نمی دانم | بجز محبّت مردانِ مستقیم الحال |
| مرا به صحبتِ نیکان امید بسیار است | که مایه داران رحمت کنند بر بطّال |
| بود، که صدر نشینانِ بارگاهِ قبول | نظر کنند به بیچارگان صفِ نعال |
| توقّع است ز انعام دائم المعروف | ز بهر آن، که نه امروز می کند افضال |
| همیشه در کرمش بوده ایم و در نعمش | از آستانِ مربّی کجا روند اطفال |
| سوال نیست، مگر بر خزانهٔ کرمش | سوال نیز چه حاجت! که عالم است به حال |
| من آن ظلوم و جهولم که هم تو فرمودی | چه آید از ضعفا، ای کریم! و ز جهّال؟ |
| مرا تحمّلِ باری چگونه دست دهد | که آسمان و زمین برنتافتند و جبال |
| ختام عمر خدایا به فضل و رحمتِ خویش | بخیر کن! که همین است غایة الآمال |
| ثنای حضرتِ عزّت نمی توانم گفت | که ره نمی برد آنجا قیاس و وهم و خیال |
| بر آستانِ عبادت وقوف کن سعدی | که وهم منقطع است از سرادقاتِ جلال |

## فی النصائح والمواعظ

| | |
|---|---|
| ای نفس! اگر به دیدهٔ تحقیق بنگری | درویشی اختیار کنی بر توانگری |
| ای پادشاهِ وقت! چو وقتت فرا رسید | تو نیز با گدای محلّت، برابری |
| گر پنج نوبتت به درِ قصر می زنند | نوبت به دیگری بگذاری و بگذری |

دنیا زنی ست عشوه‌ده و دلستان، و لیک — با کس بسر نمی برد او عهدِ شوهری
آهسته رو، که بر سرِ بسیار مردم است — این جرمِ خاک را، که تو امروز بر سری
آبستنی که این همه فرزند زاد و کشت — دیگر که چشم دارد از و مهرِ مادری؟
این غول روی بسته، کوته نظر فریب — دل می برد، به غالیه اندود چادری
هاروت را، که خلقِ جهان سحر از و برند — در چه فگند غمزهٔ خوبان، به ساحری
مردی، اگمان مبر که بسر پنجه است و زور — با نفس اگر برائی، دانم که شاطری
با شیر مردیت سگِ ابلیس صید کرد — ای بی‌هنر بمیر، که از گربه کمتری
هشدار! تا نیفگندت پیروی نفس — در ورطه‌ئی که سود ندارد شناوری
سر در سرِ هوا و هوس کرده و باز — در کارِ آخرت کنی اندیشه سرسری
دنیا به دین خریدت، از بی‌بصاریست — ای بدمعاملت! به همه هیچ می خری
تا جان معرفت نکند زنده، ات به شخص — نزدیک عارفان تو ز حیوان محقری
بس آدمی که دیو به زشتی غلام اوست — ور صورتش نماید زیباتر از پری
گر قدرِ خود بدانی، قدرت فزون شود، — نیکو نهاد باش، که پاکیزه جوهری
چندت نیاز و آز دواند به برّ و بحر؟ — بشناس قدرِ خویش، که دریای گوهری
پیداست قطره، که به قیمت کجا رسد؟ — لیکن چو پرورش بودت، دانهٔ دری
گر کیمیای دولت جاویدت آرزواست — بشناس قدرِ خویش، که گوگردِ احمری
ای مُرغ پای بسته به دامِ هوای نفس! — کی بر هوای عالمِ روحانیان پری؟
بازِ سفیدِ روضهٔ انسی، چه فائده؟ — کاندر طلب، چو بال بریده کبوتری
چون بوم بدخبر، مفگن سایه بر خراب — در اوجِ سدره کوش، که فرخنده طائری

آن راهِ دوزخ است که ابلیس می رود — بیدار باش، تا پیِ آن، راه نسپری
در صحبتِ رفیقِ بدآموز، همچنان، — کاندر کمند دشمن آهخته خنجری
راهی بسوی عاقبت خیر می رود، — راهی بسوی هاویه، اکنون مخیّری
گوشت حدیث می شنود، هوش بیخبر — در حلقهٔ بصورت و چون حلقه بر دری
دعوی مکن که "برترم از دیگران به علم" — چون کبر کردی، از همه دونان فروتری
از من بگوی عالمِ تفسیرگوی را — "گر در عمل نکوشی، نادان مقصّری"
بارِ درختِ علم، ندانم، مگر عمل، — با علم اگر عمل نکنی، شاخ بی بری
از صد یکی، بجای نیاورده شرطِ علم — وز حُبّ جاه، در طلب علم دیگری
علم آدمیّت است و جوانمردی و ادب — ورنه، ددی بصورت انسان مصوّری
هر علم را که کار نبندی، چه فائده؟ — چشم از برای آن بود آخر، که بنگری
امروز غرّه‌ای به فصاحت، که در حدیث — ق — هر نکته را، هزار دلائل بیاوری
فردا فصیح باشی در موقفِ حساب، — گر علّتی نگوئی و عذری نیاوری
مردان، به سعی و رنج، بجائی رسیده اند — تو، بی هُنر، کجا رسی از نفس پروری؟
ترک هواست وادیِ دریای معرفت — عارف به ذات شو نه به دلق قلندری
در کم زخویشتن، بحقارت نظر مکن — گر برتری بمال، به گوهر برابری
فرمانبرِ خدا و نگهبانِ خلق باش — این هر دو قرن اگر بگرفتی، اسکندری
عمری که می رود، بهمه حال جهد کن — تا در رضای خالقِ بیچون بسر بری
مرگ اینک اژدهای دمان است پیچ پیچ — لیکن چه غم ترا، که به خواب خوش اندری
فارغ نشسته‌ای به فراخی و کام دل — باری ز تنگنای لحد یاد ناوری

| | | |
|---|---|---|
| باری گرت به گورِ عزیزان گذر بود، | ق | از سر بنه غرور کیانی و سروری |
| کانجا بدست واقعه بینی، خلیل وار، | – | درهم شکسته، صورت بتهای آذری |
| فرقِ عزیز و پهلوی نازک، نهاده تن | – | مسکین، به خشت بالشی و خاک بستری |
| تسلیم شو گر اهلِ تمیزی، که عارفان | – | بردند گنج عافیت از کنج صابری |
| فرزند بنده ایست خدا را، غمش مخور | ق | تو کیستی؟ که به ز خدا بنده پروری |
| گر مقبل است، گنج سعادت برای اوست | | ور مدبر است، رنج زیادت چه می بری |
| پیش از من و تو بر رخِ جانها کشیده اند | | طغرای نیک بختی و نیلِ بد اختری |
| آن را، که طوقِ مقبلی اندر ازل، خدای | – | روزی نکرد، چون نکشد غلّ مدبری؟ |
| زنهار! پندِ من پدرانه است، گوش دار | | بیگانگی مورز، که در دین برابری |
| تنگ از فقیرِ اشعث و اغبر مدار، از آنک | – | در وقت مرگ اشعث، و در گور اغبری |
| دامن مکش ز صحبتِ ایشان، که در بهشت | – | دامن کشان سندسِ خضر ند و عبقری |
| روی زمین بطلعتِ ایشان منوّر است | | چون آسمان به زهره و خورشید و مشتری |
| در بارگاهِ خاطرِ سعدی خرام! اگر | | خواهی ز پادشاهِ سخن، دادِ شاعری |
| گه گه خیال در سرم آید، که "این منم | | ملک عجم گرفته به تیغِ سخنوری" |
| بازم نفس فرو رود از هول اهلِ فضل | | با کفِّ موسوی چه زند سحر سامری |

شرم آید از بضاعتِ بی قیمتم، ولیک
در شهر، آبگینه فروش است و جوهری

---

# قصیدۂ انوری

معروف بہ

# "اشک ہائے خراسان"

برسمرقند! اگر بگذری، اے بادِ سحر! — نامۂ اہلِ خراسان ببر خاقان بر

نامۂ، مطلعِ آن، رنجِ تن و آفتِ جان — نامۂ، مقطعِ آن دردِ دل و خونِ جگر

نامۂ، بر رقمش آہِ عزیزان پیدا — نامۂ، در شکنش خونِ شہیدان مضمر

نقشِ تحریرش، از سینۂ مظلومان خشک — سطرِ عنوانش، از دیدۂ محرومان، تر

ریشِ گردد، ممرِ صوت، از وگاہ سماع — خون شود، مردمکِ دیدہ، از وگاہِ نظر

تاکنون حالِ خراسان و رعایا بودہ است — برخداوند جہان خاقان پوشیدہ، مگر

نی، نبود است، کہ پوشیدہ نیاشد برِ وے — ذرّہ نیک و بد نہ فلک و ہفت اختر

کار ہا بستہ بود بیشک و در وقت، وکنون — وقت آنست کہ راند سوئے ایران لشکر

خسروِ عادل خاقان معظّم، اگر چند — ق — بادشاہست و جہاندار، بہفتاد پدر

دائمش فخر بآنست، کہ درپیشِ ملوک — پسرش خواندی، سلطان سلاطین سنجر

باز خواہد ز غزان کینہ، کہ واجب باشد — خواستن کین پدر بر پسرِ خوب سیر

چون شد از عدلش سرتاسر توران آباد — کے روا دارد ایران را ویران یکسر

اے کیومرث بقا! پادشہِ کسری عدل! — ق — وے منوچہر لقا! خسروا! فریدون فر!

قصۂ اہلِ خراسان بشنو از سرِ لطف — چون شنیدی، زرہِ لطف بر ایشان بنگر

این دل افگار جگر سوختگان میگویند — "کاے دل و دولت و دین را ز تو شادی و ظفر

خبرت هست کزین زیر و زبر شوم غزان     نیست یک پی ز خراسان که نشد زیر و زبر؟

بر بزرگانِ زمانه شده خردان سالار     بر کریمان جهان گشته لئیمان مهتر

بر درِ دونان احرار حزین و حیران     در کفِ رندان ابرار اسیر و مضطر

مسجدِ جامع هر شهر ستوران شان را     پایگاهیست که نه سقفش پیدا و نه در

نکند خطبه به هر شهر بنام غز، از آنکه     در خراسان نه خطیب است کنون نه منبر

گشته فرزند گرامی، و اگر ناگاهان     بیند، از بیم خروشید نیارد، مادر

بر مسلمانان آن نوع کنند استخفاف     که مسلمان نکند صد یک از آن با کافر

هست در روم و ختا امن مسلمانان را     نیست یک ذره سلامت به مسلمانی در

خلق را زین غم فریادرس ای شاه نژاد!     ملک را زین ستم آزاد کن ای پاک گهر!

بخدائی که بیاراست بنامت دینار     ق     بخدائی که برافراخت بفرقت افسر

که کنی فارغ و آسوده دلِ خلق خدای     زین فرومایه غز شوم پی و غارت‌گر

وقت آنست که یابند ز رحمت پاداش     گاه آنست که گیرند ز تیغت کیفر

زن و فرزند و زر و جمله بیک حمله چو یافت     بروی امسال روان شان بدگر حمله ببر

آخر ایران که ازو بودی فردوس برشک     وقف خواهد بُد تا حشر برین شوم حشر

سوی آنحضرت کز عدلِ تو گشته است بهشت     دور ازین جائی که از ظلم غزان شد چو سقر

هر که پائی و خری داشت بحیلت بگریخت     چکند مسکین آن را که نه پایست و نه خر

رحم کن رحم بر آن قوم، که جویند جوین     از پس آنکه نخوردندی از ناز شکر

رحم کن رحم بر آنها، که نیابند نمد،     از پس آنکه از اطلس شان بودی بستر

رحم کن رحم بر آن قوم، که نبود شب و روز     در مصیبت شان جز نوحه‌گری کارِ دگر

رحم کن رحم بر آن قوم، که رسوا گشتند
از پس آنکه بمستوری بودند سمر

گرد آفاق چو اسکندر برگرد، از آنکه
تویی امروز جهان را بَدَلِ اسکندر

از تو رزم ای شه واز بخت موافق نصرت
از تو عزم ای ملک و از ملک العرش ظفر

همه پوشند کفن چون تو بپوشی خفتان
همه خواهند امان چون تو بخواهی مغفر

آن سرافراز جهانبانی کز غایتِ فضل
حق سپرد است بعدلِ تو جهان را یکسر

بهرهٔ باید از عدلِ تو نیز ایران را
گرچه ویران شده، بیرون ز جهانش مشمر

نور خور روشنی و هست خراسان اطلال
نه بر اطلال بتابد چو بر آبادی خور؟

هست ایران بمثل شوره و تو ابری و ابر
هم بیفشاند بر شوره، چو بر باغ مطر

بر ضعیف و قوی امروز تویی داورِ حق
هست واجب غمِ حق ضعفا بر داور

کشورِ ایران چون کشورِ توران چو تراست
از چه محروم است از رأفتِ تو این کشور؟

گر بباراید پائی تو به این عزم رکاب
عزمِ در بکشد پای و عنان تا خاور

کی بود کی که ز اقصاءِ خراسان آید
از فتوحِ تو بشارت بر خورشید بشر

پادشاه فضلا، صدر جهان، خواجهٔ عصر
سایهٔ قدر و شرف، قاعدهٔ فضل و هنر

شمس اسلام، فلک مرتبه، برهان الدین
آنکه مولاش بود شمس و فلک فرمان بر

یاورش باداحق عزوجل در همه کار
تا درین کار بود با تو بهمت یاور

چون قلم گرد ازین کارِ گران صدرِ بزرگ
نیزه کردار ببندد پی این کار کمر

از تو ای سایهٔ حق! خلق جگر سوخته را
او شفیع است چنانکه امت را پیغمبر

خلق را زین حشر شوم اگر برهانی
کردگارت برهاند ز خطر در محشر

پیش سلطان جهان سنجر، کو پرورد است
این چنین پادشهِ دادگر حق پرور

دیدهٔ خواجهٔ آفاق کمال الدین را / که نباشد بجهان خواجه ازاں کامل تر

نیک دانی که چه و تا بکجا، داشت براو / اعتماد، آں شهِ دین پرور نیکو محضر

هست ظاهر که براو هرگز پوشیده نبود / هیچ ز اسرارِ ممالک، چه زخیر و چه زشر

روشن است این که برآنگونه چو خور گردوں را / بود ایران را رائش همه عمر اندر خور

واندر آن مملکت و سلطنت و آن دولت / چه اثر بود ازو هم به سفر هم به حضر

باکمال الدین ابناءِ خراسان گفتند: / قصهٔ ما به خداوندِ جهان خاقان بر،

چون کند پیشِ خداوندِ جهان از سرِ سوز / عرضه این قصه و رنج دل و اندوهِ جگر

از کمال و کرم و لطفِ تو زیبد شاها / کز کمال الدین داری سخنِ ما باور

زو شنو حالِ خراسان و عراق، اے شهِ شرق / که مر او راست همه حال، چو الحمد ازبر

تا کشد رائے تو، چون تیر، بر آن قوم کمان / خویشتن پیشِ چنین حادثه کرده است سپر

آنچه او گوید محض شفقت باشد، از آنکه / بسطتِ ملکِ تو میخواهد نے جاه و خطر

خسروا! در همه انواع هنر دستت هست / خاصه در شیوهٔ نظمِ خوش و اشعارِ غرر

گر بکرر بود ایطاء درین قافیتم / چون ضروریست، شها! پردهٔ این نظم مدر

هم برآنگونه که اُستادِ سخن عمعق گفت / "خاک خون آلده اے باد! باصفاهان بر"

بیگمان خلقِ جگر سوخته را دریابد / چون ز دردِ دل شان یابد ازین حال خبر

تا جهان را بفروزد خورِ گردوں بپاے
از جهانداری، اے خسروِ عادل! برخور

# از قصاید عرفی

از در دوست چگویم بچه عنوان رفتم
همه شوق آمده بودم همه حرمان رفتم

بس به دیوار زدم سر که درین کوچهٔ تنگ
آمدم مست و سراسیمه و حیران رفتم

رفتم از کوی تو لب تشنه بگلگون سرشک
نیک رفتم که نه افتان و نه خیزان رفتم

دل و دین و خرد و هوش و زبان بازم ده
تا بگویم ز در دوست به سامان رفتم

آمدم نغمه کشا از لب امید و زیاس
در رگ و ریشهٔ دل دوخته دندان رفتم

آمدم صبحدم و شام برفتم بشنو
که چه سان آمدم این جا بچه عنوان رفتم

آمدم صبح چو بلبل به چمن در نوروز
شام چون ماتمی از خاک شهیدان رفتم

دوستان زهر بگریید که رفتم ناکام
دشمنان نوش بخندید که گریان رفتم

رفتم و سوختم از داغ دل دشمن و دوست
که جگر سوز تر از اشک یتیمان رفتم

منم آن قطره که صد سینه و دل کردم داغ
تا ز نوک مژه غلطیده به دامان رفتم

منم آن یوسف بد روزه که نارفته به مصر
تا برون آمدم از چاه بزندان رفتم

منم آن غنچهٔ پژمرده که از باد خزان
خنده برلب گره و سر به گریبان رفتم

نور پیشانی صبح طربم لیک چه سود
که ز غم تیره تر از شام غریبان رفتم

رفتم آهسته ولی صاحب دل می داند
که دل آشوب تر از زلف عروسان رفتم

مردم از گریه و کارم به تبسم نکشید
منم آن نوح که هم بر سر طوفان رفتم

از پریشانی دل سوختم و بهر علاج
هم به دریوزهٔ دلهای پریشان رفتم

بازوی همتم آں روز چو قیمت بشکست
که بتابیدنِ سرپنجهٔ مرجان رفتم

منم آن میوهٔ ارزنده به بستانِ کمال
که بدست و دهن ذائقهٔ ارزان رفتم

منم آن شیر ختن صید که آهوگیرم
که چو موشان به شکارِ انبان رفتم

گوهرِ قیمتیِ گنج ازل بودم لیک
ره به بے عزّتی جنس فراوان رفتم

بودم از قدر ترنج زرِ پرویز ولی
گوی گشتم برهِ سیلیِ چوگان رفتم

بوده ام من حلبی شیشهٔ لعل صهبا
پای کوبان به کجا بر سر سندان رفتم

چون صبا رخصتِ گشت چمنم بود ولی
چون تماشای خلائق به خیابان رفتم

رفتم اندر پیِ مقصود ولی همچو پلنگ
بسرِ کوه به قصدِ مه تابان رفتم

ذوقِ عریانیِ تجرید ندانستم حیف
کز پیِ سندس و استبرق و رضوان رفتم

آخر ایں با که توان گفت که در مکتبِ اقدس
دانش آموز خرد بودم و نادان رفتم

شعر و رزیدم و از معرفت آن سو ماندم
جان معنی شدم و صورت بیجان رفتم

شب یلدای حیاتم به سحر گوید حیف
که در افسانهٔ بیهوده به پایان رفتم

زآن شکستم که بدنبالِ دلِ خویش مدام
در نشیب شکن زلف پریشان رفتم

ماتم اهل دل آن بود که با حسرتیان
با دف و چنگ به گلگشت گلستان رفتم

عید این طائفه آن بود که با شیونیان
تهنیت گو به سرِ خاکِ شهیدان رفتم

راه مجنون و فرهادیم آمد در پیش
رفتم این راه ولیکن نه چو ایشان رفتم

ناخن تیشه نه راندم برگ و ریشهٔ سنگ
کوهِ غم در تهِ پا سوده به جولان رفتم

آشیان زغن و زاغ نچیدم بر سر
سر قدم ساخته در خار مغیلان رفتم

این همه رفتم و رفتم که شمردم عرفی
به تقاضای ردیف از پیِ بهتان رفتم

تیغ وی گفت که در معرکهٔ جنگش تافت — که نه از تارکِ او تا سُم یکران رفتم
آهنین پنجهٔ تیغش به اجل گفت که من — موج بر موج شکستم چو به عمّان رفتم
رُمحِ وی گوید اگر جنگ و گر صُلح که من — بگشادِ گره جُبّهٔ خاقان رفتم
طالعش صبحِ ولادت در دُنیا زد و گفت — آفتابی بکف اینک به شبستان رفتم
هرگه اندیشهٔ خُلق دیم از جای ربُود — چون صبا بر ورقِ سنبل و ریحان رفتم
این جواهر زنثارِ کرمش برچیدم — کس نگوید که به دریوزهٔ عمّان رفتم
دارم این قافله را سُرمه زخاکِ درِ تو — نبری ظن که به تاراجِ صفاهان رفتم
بسکه عیسیٰ نفسان بوسه براهم دادند — هر قدم بر سرِ صد چشمهٔ حیوان رفتم
بالِ اندیشه زپرواز شکستم صدبار — نبری ظن که به عرشِ سخن آسان رفتم
السلام ای ملک النظم برون داو زخاک — چون به آرایگهِ ناظمِ شروان رفتم
داورا دوش بدوش قدر اندر رهِ عمر — با ثنای تو و نفرینِ حسودان رفتم
راه بی حد ثنای تو سپردم این راه — نیست راهی که توان گفت بپایان رفتم

راه نفرینِ حسودان تو رفتم لیکن
آن نیرزد که بگویم بچه عنوان رفتم

# از حکیم فرخی سیستانی

## ترجیع بند در مدح ابوالحسن علی بن فضل معروف به حجاج

ماه فروردین جهان را ازدر[۱] دیدار کرد — ابر فروردین زمین را پر بت فرخار کرد
باد گوئی نافه های تبتستان بردرید — باغ گوئی کاروان شوشتر آوار[۲] کرد
گلبن سرخ آستین صدره[۳] پر یاقوت کرد — گلبن زرد آستین کرته پر دینار کرد
این بهار خرم شادی فزای مشکبوی — خاک را بزاز کرد و باد را عطار کرد
تا نه چشم نرگس تازه بنفشه دور شد — غنچهٔ گل باشگوفه ارغوان دیدار کرد
چشم نیلوفر چو چشم ماندگان درخواب شد — تا نم نیسان دو چشم لاله را بیدار کرد
زندواف[۴] زندخوان چون عاشق هجر آزمای — دوش بر گلبن همی تا روز ناله زار کرد
از نوای مرغ گوئی خواجهٔ سید بباغ — مطرب پنجاه را چون خسرو پرکار کرد
خواجه حجاج آنکه از جمع بزرگان جهان — ایزد او را برگزید و بر جهان سالار کرد

جاودانه خواجهٔ هر خواجه حجاج باد
برترین مهتر بکهتر کهترش محتاج باد

۱ ازدر بمعنی شائسته و لائق و سزاوار .
۲ آوار پراگنده و پریشان
۳ صدره نوعی از جامه که سینه را بپوشانند و کرته پیراهن است .
۴ بلبل

## بند دویم

| | |
|---|---|
| عید همچون حاجبان نوروز را پیش اندر است | اینت نوروزی که عیدش حاجب و خدمتگر است |
| عید اگر نوروز را خدمت کند بس کار نیست | چاکر نوروز را چون عید صد چاکر است |
| عید را زینت ز مال و ملک درویشان بود | زینت نوروز هم یاری بنوروز اندر است |
| بر زمین او را بهر گامی هزاران صورت است | بر درخت او را بهر برگی هزاران گوهر است |
| تیغهای کوه ازو پر لاله و پر سوسن است | مرزهای باغ ازو پر سنبل و سیسنبر است |
| پارهای سنگ از و چون تختهای بسد است | تلهای ریگ از و چون تودهای عنبر است |
| کوه ازو پر صورت است و دشت ازو پر لعبت است | باغ ازو پر زینت است و راغ ازو پر زیور است |
| بوستان خواجه را ماند نماند گر قیاس | بوستان خواجهٔ سید بهشت دیگر است |
| خواجه را سرسبز باد و تن قوی تا برخورد | زین همایون بوستان کین خواجه را اندر خور است |

جاودانه خواجهٔ هر خواجه حجاج باد
برترین مهتر بکهتر کهترش محتاج باد

## بند سیم

| | |
|---|---|
| دشت گوئی گستریده حلهٔ دیباستی | کوه گوئی تودهٔ بیجاده و میناستی |
| کشت زار از سبزه گوئی آسمان استی درست | و آسمان ساده را گوئی کنون صحراستی |
| ارغوان لعل گوئی دو لب معشوق ماست | لالهٔ خودروی گوئی روی ترک ماستی |
| گلبن اندر باغ گوئی کودکی نیکوستی | سوسن اندر راغ گوئی ساقیٔ زیباستی |
| از درخت سیب و بادام شگفته بوستان | راست پنداری که فردوسی پر از حوراستی |
| ابر گوئی کشتیٔ پر گوهر استی در هوا | رعد گوئی ناله و غریدن دریاستی |

قطرهٔ باران چکیده در دهانِ سُرخ گل　　در عقیقین جام گوئی لولوءِ بیضاستی
اندرین نوروز خرّم بر گل سوری بباغ　　یادِ خواجه خوردمی مے گر مرا یاراستی
خواجهٔ حجّاج آنکو کس نبوده در جهان　　که به رادی دست اورا در جهان همتاستی

جاودانه خواجهٔ هر خواجه حجّاج باد
برترین مهتر بکهتر کهترش محتاج باد

## بند چهارم

اندرین گیتی بفضل و رادی اورا یار نیست　　جز کریمی و عطا بخشیدن اورا کار نیست
تیز بازاری همے بینم سخا را نزدِ او　　اینت بازاری که در گیتی چنین بازار نیست
از پیٔ نامِ بلند و از پیٔ جاهِ عریض　　ملکِ او و مالِ او را نزدِ او مقدار نیست
بهترین چیزی نزدِ اهلِ دانش دانش است　　هیچ دانش نیست کو را اندران دیدار نیست
گرچه در هر چیز گفتارے بود گوینده را　　هیچ کس را در کمال و فضلِ او گفتار نیست
گوش نشنیده است گفتارے ازو کز روی طعن　　کس تواند گفت کاین گفتار چون کردار نیست
زود سیر و زود تند آزار باشد هر شهے　　خواجه باری زود سیر و زود تند آزار نیست
زایران را بار باشد هر زمانے نزدِ او　　ور چه در ده روز پیشش مهتران را بار نیست
از بلندی همّتِ او وز بزرگی اصلِ او　　همچنین زیبد ازو این نیکو بسیار نیست

جاودانه خواجهٔ هر خواجه حجّاج باد
برترین مهتر بکهتر کهترش محتاج باد

## بند پنجم

همّتے دارد که جز فرقِ ستاره نسپرد　　هیبتش حائل چنان کاندر جهان همت خورد

هر چه ماهی باشد اندر قعرِ دریا خون شود … گر سموم هیبتش بر قعرِ دریا بگذرد

ور بدیمه یاد جودش بگذرد بر کوه و دشت … خار خشک و سنگِ خاره لاله بیرون آورد

شیر کز عدلش بر انگیزد بر اقلیمی دگر … دست و پالش لرزه گیرد چون شکاری بنگرد

دولت او را در کنارِ خویش پرورده است او … در کنارِ خویش چون فرزند زائر پرورد

مهتران بسیار دیدم کس چنین مهتر نبود … راست گوید هر که گوید مردم از مردم برد

گر سخن گوید سخندان باید اندر پیشِ او … تا معانی یاد گیرد تا نکتها بشمرد

کس بود کو ظن برد کاندر هنر گشتم خبیر … خویشتن را جاهلی باید چو او را بنگرد

چشمِ بد زو دور باد و دولتش پاینده باد … تا ز عمر و از جهان و از جوانی برخورد

جاودانه خواجهٔ هر خواجه حجاج باد

برترین مهتر بکهتر کهنترش محتاج باد

## بندِ ششم

مهترے کو را چو حاتم کهتر و دربان بود … گر کسے گوید چنان باشد کسے نادان[ن] بود

آنکه این اندیشه او را باشد او را مرده دان … گو چنین باشد کسے گر کالبد چون جان بود

همچنین باشد بصورت لیکن اندر بابِ فضل … نیست ممکن کاندرین گیتی چنو انسان بود

پیشِ مردم چند گویم از سخا و همتش … کاید و چیزے نیست کآن از مردمان پنهان بود

نام رادی و بزرگی جز بر او بر دیگران … از درِ تحقیق حرفِ تهمت و بهتان بود

از پیِ آن تا ز خورشیدش فزون باشد شرف … مُشتری خواهد که او را شُرفهٔ[۱] ایوان بود

بس کسا کاندر گوهر اندر هنر دعوی کند … همچو خر در خر بماند چون گه برهان[۲] بود

ن عجب نادان بود. … ۱ شُرفه بضم شین کنگره.

۲ صاحب جهانگیری و ناصری چنین ثبت کرده و نویسند بفتح اول گلِ سیاه نه حوض و نه جولانِ آب.

نسخهٔ دیگر ۲ همچو خر در ریخ بماند چونکه بی برهان بود.

خواجه بی دعوی همی برهان نماید زین دو چیز ... خواجه را برهان نمودن این دو چیز آسان بود
تنگدل گردد چو عاشق از غم معشوق خویش ... گر زمانے خوان او بے زائر و مهمان بود

جاودانه خواجهٔ هر خواجهٔ حجّاج باد
برترین مهتر بکهتر کهترش محتاج باد

## بند هفتم

تا بفروردین جهان چون حلّهٔ رنگین شود ... بوستان پر لاله و پر سوسن و نسرین شود
تا چو از گل شاخ گل چون افسر کسرے شود ... وز سمن شاخ سمن چون مخفّه[1] شیرین شود
تا چو باغ از برگ ریزان چون تن بیدل شود ... آسمان از ابر تیره چون دل غمگین شود
تا چو سرو از برف گرد اندر کشد سیمین زره ... برگ شاخ رز چنان چون غیبهٔ[2] زرّین شود
تا بدان وقتے که همچون گوئی سیمین گشت سیب ... نار همچو حقهٔ گرد عقیق آگین شود
تا چو لاله گرد اندر دشت چون تابان چراغ ... باده اندر خم چو رخشان آذر برزین[3] شود
شاد باش و دوستش از شادی او شاد باد ... تا عدو زین اندوه و غم بیدل و بیدین شود
دوستانش را شود حنظل طبرزد[4] در مذاق ... هر سر مو بر تن بدخواه او زوبین شود
ماه فروردین و سال نو برا و فرخنده باد ... هر سخن کاندر جهان باشد کنون آیین شود

جاودانه خواجهٔ هر خواجهٔ حجّاج باد
برترین مهتر بکهتر کهترش محتاج باد

[1] مخفّه بکسر میم و تشدید هر کجی است زنان را مانند هودج اما قبّه ندارد و در یک نسخه حقه بود و معنای مناسبی نیافتم۔ [2] غیبه پولکهائی پولاد و سیم و زر که بر زره بکار برند۔
[3] آذر برزین نام آتشکدهٔ ششم که برزین نام از خلفائے زردشت در فارس بنا کرد۔
[4] طبرزد نبات و قند و به تازی قرشت است۔

# ترکیب بند محتشم کاشی

(۱)

باز این چه شورشی است که در خلقِ عالم است
باز این چه نوحه و چه عزا و چه ماتم است

باز این چه رستخیز عظیم است کز زمین
بی نفخ صور خاسته تا عرش اعظم است

گویا طلوع میکند از مغربِ آفتاب
کآشوب در تمامی ذرّات عالم است

گر خوانمش قیامتِ دُنیا بعید نیست
این رستخیزِ عام که نامش محرم است

در بارگاهِ قدس که جائے ملال نیست
سرهای قدسیان همه بر زانوی غم است

جنّ و ملک بر آدمیان نوحه میکنند
گویا عزاءِ اشرف اولادِ آدم است

خورشیدِ آسمان و زمین نورِ مشرقین
پروردهٔ کنارِ رسولِ خدا حُسین

(۲)

کشتی شکست خوردهٔ طوفانِ کربلا
در خاک و خون فتاده به میدانِ کربلا

گر چشمِ روزگار بر او فاش میگریست
خون میگذشت از سرِ ایوانِ کربلا

از آب هم مضایقه کردند کوفیان
خوش داشتند حرمتِ مهمانِ کربلا

بودند دیو و دد همه سیراب و می مکید
خاتم ز قحطِ آب سلیمانِ کربلا

آه از دمی که لشکرِ اعدا نه کرده شرم
کردند رُو بخیمهٔ سلطانِ کربلا

آن دم فلک بر آتشِ عزت سپند شد
کز خوفِ خصم در حرم افغان بلند شد

(۳)

کاش آن زمان سرادق گردون نگون شدی — واین خیمهٔ بلند ستون بے ستون شدی
کاش آن زمان که پیکر او شد بزیرِ خاک — جانِ جهانیان همه از تن برون شدی
کاش آن زمان که کشتیٔ آلِ نبی شکست — عالم تمام غرقهٔ دریای خون شدی
این انتقام اگر نفتادی بروزِ حشر — یا این عمل معاملهٔ دهر چون شدی

آلِ نبی چو دست تظلّم بر آورند
ارکانِ عرش را بتزلزل در آورند

(۴)

برخوانِ غم چو عالمیان را صلا زدند — اوّل صلا بسلسلهٔ انبیا زدند
نوبت به اولیا چو رسید آسمان طپید — زان ضربتی که بر سرِ شیرِ خدا زدند
بس آتشی ز اخگرِ الماس ریزها — افروختند و بر حسن مجتبیٰ زدند
وانگه سرادقی که فلک محرمش نبود — کندند از مدینه و بر کربلا زدند
وز تیشهٔ ستیزه در آن دشت کوفیان — بس نخلها ز گلشنِ آلِ عبا زدند
پس ضربتی کز و جگرِ مصطفیٰ درید — بر حلقِ تشنهٔ خلفِ مرتضیٰ زدند
اهلِ حرم دریده گریبان کشاده روی — فریاد بر درِ حرمِ کبریا زدند

روح الامین نهاده به زانو سرِ حجاب
تاریک شد ز دیدنِ او چشمِ آفتاب

(۵)

چون خون ز حلقِ تشنهٔ او بر زمین رسید  جوش از زمین به ذروهٔ عرشِ برین رسید
نخلِ بلند او چو خسان بر زمین زدند  طوفان به آسمان ز غبارِ زمین رسید
باد آن غبار چون بمزارِ نبی رساند  گرد از مدینه بر فلکِ ہفتمین رسید
یکباره جامه در خمِ گردون به نیل زد  چون این خبر به عیسئِ گردون نشین رسید
پُر شد فلک ز غلغله چوں نوبتِ خروش  از انبیا بحضرتِ رُوح الامین رسید
کرد این خیال وہم غلط کار کآن غبار  تا دامنِ جلالِ جہان آفرین رسید

ہست از ملال گرچه بری ذاتِ ذوالجلال
او در دلست و ہیچ دلی نیست بے ملال

(۶)

ترسم جزاءِ قاتلِ او چون رقم زنند  یکباره بر جریدهٔ رحمت قلم زنند
ترسم کزین گناہِ شفیعانِ روزِ حشر  دارند شرم کز گنہِ خلق دم زنند
دستِ عتابِ حق بدر آید ز آستین  چون اہلِ بیت دست بر اہلِ ستم زنند
آه از دمے که با کفنِ خونچکان ز خاک  آلِ علی چو شعلهٔ آتش علم زنند
فریاد از آن زمان که جوانانِ اہلِ بیت  گلگون کفن به عرصهٔ محشر قدم زنند
جمعی که زد بہم صفِ شان شورِ کربلا  در حشر صف زنان صفِ محشر بہم زنند
از صاحب حرم چه توقع کنند باز  آن ناکسان که تیغ به صیدِ حرم زنند

پس بر سنان کنند سرے را که جبرئیل
شوید غبارِ گیسویش از آبِ سلسبیل

(۷)

روزی که شد به نیزه سرِ آن بزرگوار
خورشید سر برهنه بر آمد ز کوهسار

موجی به جنبش آمد و برخاست کوه کوه
ابری ببارش آمد و بگریست زار زار

گفتی تمام زلزله شد خاکِ مطمئن
گفتی فتاد از حرکت چرخ بیقرار

عرش آن چنان به لرزه در آمد که چرخِ پیر
اُفتاد در گمان که قیامت شد آشکار

با آنکه سر زد این عمل از اُمتِ نبی
رُوح الامین ز رُوی نبی گشت شرمسار

جمعی که پاس محمل شان داشت جبرئیل
گشتند بی عماری و محمل شتر سوار

وانگه ز کوفه خیلِ الم رُو به شام کرد
نوعی که عقل گفت قیامت قیام کرد

(۸)

بر حربگاه چون ره آن کاروان فتاد
شورِ نشور واهمه را در گمان فتاد

هم بانگ نوحه غلغله در شش جهت فگند
هم گریه بر ملایکِ هفت آسمان فتاد

هر جا که بود آهوئی از دشت پا کشید
هر جا که بُود طائری از آشیان فتاد

هر چند بر تن شهدا چشم کار کرد
بر زخمهای کاریِ تیغ و سنان فتاد

ناگاه چشم دختر زہرا در آن میان
بر پیکر شریفِ امامِ زمان فتاد

بی اختیار نالهٔ "هذا حسین" از و
سر زد چنان که آتش از و در جهان فتاد

پس با زبانِ پر گله آن بضعة البتول
رُو در مدینه کرد که "یا ایها الرسول"!

(۹)

"این کشتهٔ فتاده بهامون حسینؑ تست
این صید دست و پا زده در خون حسین تست

این نخل تر کز آتش جانسوز تشنگی
دود از زمین رسانده بگردون حسین تست

این ماهی فتاده بدریای خون که هست
زخم از ستاره بر تنش افزون حسین تست

این غرقهٔ محیط شهادت که روی دشت
از موج خون او شده گلگون حسین تست

این خشک لب فتاده و ممنوع از فرات
کز خون او زمین شده جیحون حسین تست

این شاه کم سپاه که با خیل اشک و آه
خرگاه ازین جهان زده بیرون حسین تست

واین قالب طپان که چنین مانده بر زمین
شاه شهید ناشده مدفون حسین تست

پس روی در بقیع به زهرا خطاب کرد
وحش زمین و مرغ هوا را کباب کرد

(۱۰)

"کای مونس شکسته دلان حال ما ببین
ما را غریب و بیکس و بی آشنا ببین

تن های کشتگان همه در خاک و خون نگر
سرهای سروران همه بر نیزها ببین

آن سر که بود بر سر دوش نبی مدام
یک نیزه اش ز دوش مخالف جدا ببین

وآن تن که بود پرورشش در کنار تو
غلطان بخاک معرکهٔ کربلا ببین

درخلد بر حجاب دو کون آستین فشان
اندر جهان مصائب ما بر ملا ببین

نی نی درآ چو ابر خروشان بکربلا
طغیان سیل فتنه و موج بلا ببین

یا بضعة الرسول ! ز ابن زیاد داد
کاو خاک اهل بیت رسالت بباد داد

(۱۱)

اے چرخ! غافلی کہ چہ بیداد کردۂ
وز کین چہا درین ستم آباد کردۂ

اے زادۂ زیاد! نکردہ است ہیچکس
نمرود این عمل کہ تو شدّاد کردۂ

کام یزید دادۂ از کشتنِ حسینؑ
بنگر کرا بہ قتل کہ دل شاد کردۂ

بہر خسی کہ بیخِ درختِ شقاوتست
در باغِ دین چہ با گل و شمشاد کردۂ

با دشمنانِ دین نتوان کرد آنچہ تو
با مصطفیؐ و حیدرؑ و اولاد کردۂ

در طعنت این بس است کہ با عترتِ رسولؐ
بیداد کردہ خصم و تو امداد کردۂ

ترسم دمے ترا کہ بہ محشر در آورند
از آتشِ تو دُود ز محشر بر آورند

# انتخاب از شاهنامهٔ فردوسی

## ۱- هفت خوانِ رستم

### رفتنِ قاصد به زابلستان و رفتنِ رستم به مازندران

پس از آن که کیکاؤس بر تخت نشست روزی به هنگامِ باده پیمائی رامشگری در وصف مازندران سرودی خواند و کیکاؤس بر آن شد که بدان سرزمین رود - زال پدر رستم خواست او را مانع آید گفت "که آن جا ولایت دیوان است" پادشاه نشنید و به مازندران رفت و بدست دیو سپید گرفتار آمد و چاره جوی را به زابلستان کس فرستاد و زال را از گرفتاریِ خود آگاهی داد :

| | |
|---|---|
| چو پوینده نزدیکِ دستان رسید | بگفت آن چه دانست و دید و شنید |
| برستم چنین گفت دستانِ سام | "که شمشیر کوته شد اندر نیام |
| نشاید کزین پس چمیم[1] و چریم | دگر خویشتن تاج را پروریم |
| که شاه جهان در دم اژدهاست | بر ایرانیان بر چه مایه بلاست |

[1] چمیدن : رفتار از روی ناز ، خرامیدن -

کنون کرد باید ترا رخش زین  ‌  بخواهی بتیغ جهان بخش کین
هماناکه از بهر این روزگار  ‌  ترا پرورانید پروردگار
ازین کار یابی تو نام بلند  ‌  رهائی دهی شاه را از گزند
برت را به ببر بیان[1] سخت کن  ‌  سر از خواب اندیشه پرداخت[2] کن
اگر جنگ دریا کنی خون شود  ‌  از آوازِ تو کوه هامون شود
نباید که ارژنگ و دیو سپید  ‌  بجان از تو دارند هرگز امید
پس از رفتنت نام ماند بجای  ‌  بمازندران پی و ایدر[3] مپای
که روشن کنی نام سام سوار  ‌  بگیتی نبوده چو او نامدار
وزآن پس بگردد جهان رام تو  ‌  بلرزند دیوان هم از نامِ تو
چنین گفت رستم به فرخ[4] پدر  ‌  "که من بسته دارم بفرمان کمر
تن و جان فدای سپهبد[5] کنم  ‌  طلسم تن جادوان بشکنم
نه ارژنگ مانم[6] نه دیو سپید  ‌  نه سنجه[7] نه پولاد غندی[8] نه بید[9]"
چو خورشید سر بر زد از پشت راغ  ‌  جهان گشت از وهم چو نوروز باغ
بپوشید ببر و برآورد یال  ‌  براو آفرین کرد بسیار زال
که کامت بگیتی فزاینده باد  ‌  تن دشمنانت گدازنده باد
همیشه بهر جای گسترده نام  ‌  نهاده ابر چرخ رخشِ تو گام

---

[1] جامه ای که رستم روز جنگ می پوشید.
[2] مخفف پرداخت = فارغ.
[3] بکسر- اینجا، اینک.
[4] زیبا، خجسته.
[5] بفتح با- خداوند و بزرگ لشکر.
[6] بگذارم.
[7،8،9] نامهای دیوان.

ترا پشتِ یزدان دادار[١] باد!
سر دشمنانت نگونسار باد!

چو پیلی بر خش اندر آورد پای
ز رخش رنگ بر جای و دل هم بجای

برون رفت آن پهلوِ نیمروز[٢]
ز پیش پدر گرد گیتی فروز

دو روزه به یک روز بگذاشتی
شب تیره را روز پنداشتی

بدینسان پی رخش ببرید راه
به تابنده روز و شبانِ سیاه

تنش چون خورش جست آمد بشور
یکی دشت پیش آمدش پر ز گور[٣]

یکی رخش را نیز بنمود ران
تگ گور باشد با تگ او گران

کمند و پی رخش و رستم سوار
نیاید ازو دام و دد زینهار[٤]

کمندِ کیانی بینداخت شیر
به خم اندر آورد گوری دلیر

کشید و بیفگند گور آن زمان
بیامد برش همچو شیر ژیان

ز پیکانِ تیر آتشی برفروخت
بر و خار و خاشاک و هیزم بسوخت

از آن پس که بیتوش[٥] و بیجانش کرد
بر آن آتشِ تیز بریانش کرد

بخورد و بینداخت دُور استخوانش
همین بود دیگ و همین بود خوانش

لگام از سرِ اسب برداشت خوار[٦]
چرا دید بگذاشت در مرغزار[٧]

## خوانِ اوّل۔ کُشتن رخش شیر را

یکی نیستان بستر خواب ساخت
در بیم را جای ایمن شناخت

١ خدای عادل۔ ٢ سیستان ٣ خر دشتی۔ ٤ پناہ، امان۔
٥ بی تاب۔ ٦ آسان۔ ٧ بفتح۔ سبزہ زار۔

بخوابید شمشیر در زیر سر   به آرام بنهاد چون شیر سر
در آن نیستان بیشهٔ شیر بود   که پیلی نیارست از آن نی ربود
چو یک پاس بگذشت درّنده شیر   بسوی کنامش[۱] خود آمد دلیر
به نی بر یکی پیلتن خفته دید   بر او یکی اسپ آشفته دید
سوی رخش رخشان بیامد دمان   چو آتش بجوشید رخش آنزمان
دو دست اندر آورد و زد بر سرش   همی تیز دندان به پشت اندرش
همی زدش بر خاک تا پاره کرد   ددی[۲] را بدان چاره بیچاره کرد
چو بیدار شد رستم تیز چنگ   جهان دید بر شیر تاریک تنگ
چنین گفت کای رخش ناهوشیار   که گفتت که با شیر کن کارزار
اگر تو شدی کشته بر دست اوی   من این ببر و این مغفر جنگجوی
چگونه کشیدی به مازندران   کمند و کمان تیغ و گرز گران
چرا نامدی نزد من با خروش   خروش توام چون رسیدی بگوش
سرم گر ز خواب خوش آگه شدی   ترا جنگ با شیر کوته شدی"
بگفت و بخفت و برآسود دیر   گو نام بردار گرد دلیر

## خوان دوم ـ تشنگی رستم

چو خورشید برزد سر از تیره کوه   تهمتن ز خواب خوش آمد ستوه
تن رخش بسترد[۳] زین بر نهاد   ز یزدان نیکی دهش کرد یاد

۱ـ بضم: آرامگاه آدمی و حیوانات ـ ۲ـ جانور درنده ـ ۳ـ پاک کرد ـ

نشست از بر رخش رخشان چو گرد ‌ ‌ ‌ به خوانِ دوم پهلوان رُوی کرد
یکی راه پیش آمدش ناگزیر ‌ ‌ ‌ همی رفت بایست بر خیره خیر[1]
بیابانِ بی آب و گرمای سخت ‌ ‌ ‌ کز و مُرغ گشتی به تن لخت لخت
چنان گرم گردید هامون و دشت ‌ ‌ ‌ تو گفتی که آتش برو برگذشت
تن رخش و گویا زبان سوار ‌ ‌ ‌ ز گرمی و از تشنگی شد ز کار
پیاده شد از اسپ و زوبین[2] بدست ‌ ‌ ‌ همی رفت پویان بکردارِ مست
همی دید بر چاره جُستن رهی ‌ ‌ ‌ سُوی آسمان کرد روی آنگهی
چنین گفت "کای داور دادگر ‌ ‌ ‌ همه رنج و سختی تو آری بسر
تو گفتی که من دادگر داورم ‌ ‌ ‌ به سختی ستم دیده را یاورم
اگر داد بینی همه کارِ من ‌ ‌ ‌ نگر دان همی تیره بازارِ من"
همی گفت با خویشتن پیلتن ‌ ‌ ‌ کجا یادش آمد ز گور و کفن
"که بودی اگر با سپاهیم کار ‌ ‌ ‌ به آوردِ[3] شان رفتمی شیروار
به یک حمله زیر و زبر کردمی ‌ ‌ ‌ دم از جان ایشان بر آوردمی
ولیکن چه سُود است مردی و زور ‌ ‌ ‌ که شد بخت سازنده را چشم کور"
تنِ پیلوارش چو این گفته شد ‌ ‌ ‌ شد از تشنگی سُست و آشفته شد
بیفتاد رستم بر آن گرم خاک ‌ ‌ ‌ زبان گشته از تشنگی چاک چاک
همان گه یکی میشِ نیکو سرین ‌ ‌ ‌ به پیمود پیشِ تهمتن زمین
از آن رفتنِ میش اندیشه خاست ‌ ‌ ‌ به دل گفت آبشخور[4] اینجا کجاست

[1] حیران، سرگشته، بی سبب - [2] نیزهٔ کوتاه - [3] جنگ - [4] سرچشمه

همانا که بخشایش کردگار — فراز آمدست اندرین روزگار
بشد بر پی میش و تیغش بچنگ — گرفته به دستِ دگر پالهنگ[1]
به ره بر یکی چشمه آمد پدید — که میش سرافراز آنجا رسید
تهمتن سوی آسمان کرد رُوی — چنین گفت "کای داورِ راستگوی
برین چشمه جای پیِ میش نیست — همان غرم[2] دشتی مرا خویش نیست"
بجای که تنگ اندر آید سخن — پناهت بجز پاک یزدان مکن
بر آن غرم بر آفرین کرد چند — که از چرخِ گردون مبادت گزند
گیاه و در و دشتِ تو سبز باد — مبادا ز تو بر دلِ یوز[3] یاد
به تو هر که یازد به تیر و کمان — شکسته کمان باد و تیره روان
زبانش چو پرداخته شد ز آفرین — ز رخش تگاور جدا کرد زین
همه تن بشُستش بدان آبِ پاک — به کردارِ خورشید شد تابناک
چو سیراب شد ساز نخچیر کرد — بسیجید[4] و ترکش[5] پر از تیر کرد
بیفگند گوری چو پیل ژیان — جدا کرد ازو پای و چرم و میان
چو خورشید تیز آتشی بر فروخت — بر آورد ز آب و در آتش بسوخت
بپرداخت از آن پس بخوردن گرفت — بچنگ استخوانش فشردن گرفت
سوی چشمهٔ روشن آمد به آب — چو سیراب شد کرد آهنگِ خواب
بخفت و بیاسود و نگشاد لب — چمان و چران رخش تا نیم شب

[1] دوال و ریسمانی که برکنار لگام اسب بندند۔ [2] میش کوهی۔ [3] جانور شکاری حیوانیست میان سگ و پلنگ۔ [4] آماده شد، سازِ سفر کرد۔ [5] بفتح اول - تیردان -

# خوانِ سوم ـ کُشتن اژدها

ز دشت اندر آمد یکی اژدها — کزو پیل گفتی نیابد رها
بر آمد جهانجوی را خفته دید — بَرِ او یکی اسب آشفته دید
نخستین سوی رخش بنهاد روی — دوان رخش شد پیش دیهیم جوی
همی کوفت بر خاک روئینه سم — چو تندر[1] خروشید و افشاند دم
تهمتن چو از خواب بیدار شد — سرِ پُر خرد پُر ز پیکار شد
بدان تیرگی رستم او را بدید — سبک تیغِ تیز از میان برکشید
بغرّید بر سانِ ابرِ بهار — زمین کرد پُر آتشِ کارزار
بر آویخت با او بجنگ اژدها — نیامد به فرجام هم زو رها
بد انسان بیاویخت با پیلتن — تو گفتی به رستم در آمد شکن
چو زور تنِ اژدها دید رخش — کز انسان بیاویخت با تاج بخش
بمالید گوش و در آمد شگفت — بکند اژدها را به دندان وکفت[2]
بدرّید چرمش بد انسان که شیر — درو خیره[3] شد پهلوان دلیر
بزد تیغِ و انداخت از تن سرش — فرو ریخت چون رود خون از برش
به آب اندر آمد سر و تن بشُست — جهان جُز به زورِ جهانیان نجست
به یزدان چنین گفت کای دادگر — تو دادی مرا دانش و زور و فر
چو از آفرین گشت پرداخته — بیاورد گل رخش را ساخته

---

[1] بضم اول ـ رعد. [2] شگافت، مخفف کافت و مقلوب کفت. [3] حیران ـ

# خوانِ چهارم ـ کُشتنِ زنِ جادو

نشست از بر رخش وره برگرفت ۞ چمان[۱] منزل جادوان درگرفت
همی راند پویان به راهِ دراز ۞ چو خورشیدِ تابان بگشت از فراز
درخت و گیا دید و آبِ روان ۞ چنان چون بود جای مردِ جوان
چو چشم تذروان یکی چشمه دید ۞ یکی جامِ زرین برش پرنبید
یکی غرم بریان و نان از برش ۞ نمکدان و ریچال[۲] گرد اندرش
فرود آمد از اسب و زین برگرفت ۞ به غرم و بتان اندر آمد شگفت
نشست از برِ چشمهٔ فرخنده پی ۞ یکی جامِ یاقوت پُر کرده می
ابا می یکی نغز طنبور بود ۞ بیابان چنان خانهٔ سور بود
تهمتن مر او را ببر درگرفت ۞ بزد رود و گفتارها برگرفت
که آوارهٔ بدنشان رستمست ۞ که از روز شادیش بهره کمست
همه جای جنگست میدانِ اوی ۞ بیابان و کوهست بستانِ اوی
همه جنگ با دیو و نر اژدها ۞ ز دیو و بیابان نیابد رها
می و جام و بویا گل و مرغزار ۞ نکردست بخشش مرا روزگار
همیشه بجنگِ نهنگ اندرم ۞ دگر با پلنگان به جنگ اندرم
بگوشِ زن جادو آمد سرود ۞ همان نغمهٔ رستم و زخم[۳] رود[۴]

۱ بفتح اوّل: خرامان. ۲ مربا، نوعی از پنیر. ۳ بفتح اوّل: مضراب و آن چوبکی است باریک که بدان ساز نوازند و به معنی (ازدن) هم آمده است. ۴ ساز

بیاراست رُخ را بسان بهار
وگرچند زیبا نه بودش نگار[۱]

بر رستم آمد پر از رنگ و بُوی
بپُرسید و بنشست نزدیکِ اوی

تهمتن بیزدان نیایش گرفت
جهان آفرین را ستایش گرفت

که در دشتِ مازندران یافت خوان
مَی و رود با میگسار جوان

ندانست کو جادوی ریمن[۲] است
نهفته برنگ اندر اهریمن است

یکی طاس مَی بر کفش بر نهاد
ز دادار نیکی دِهش کرد یاد

چو آواز داد از خداوندِ مهر
دگرگونه برگشت جادو به چهر

سیه گشت چون نامِ یزدان شنید
تهمتن سبک چون بدو بنگرید

بنیداخت از باد خمّ کمند
سرِ جادو آورد ناگه به بند

میانش به خنجر به دو نیم کرد
دلِ جادوان را پُر از بیم کرد

## خوانِ پنجم - جنگ با اولاد

وز آن جایگه راه بنهاد روی
چنان چون بود مردمِ راهجوی

همی رفت پویان بجایی رسید
که اندر جهان روشنائی ندید

شب تیره چون رُوی زنگی سیاه
ستاره نه پیدا نه تابنده ماه

تو خورشید گفتی به بند اندرست
ستاره به خمّ کمند اندرست

عنانِ رخش را داد و بنهاد روی
نه افراز دید از سیاهی نه جوی

۱ نقش، صورت، معشوق.

۲ بکسر اوّل و فتح ثالث = چرکین، خسیس، محیل.

وز آنجا سوی روشنائی رسید — زمین پرنیان[1] دید یکسر خوید[2]
جهانی ز پیری شده نوجوان — همه سبزه و آب های روان
همه جامه برتنش چون آب بود — نیازش به آسایش و خواب بود
برون کرد ببر بیان از برش — بخوی[3] اندرون غرقه بد مغفرش
بگسترد آن هر دو بر آفتاب — بخواب و به آسایش آمد شتاب
لگام از سر رخش برداشت خوار — رها کرد بر خوید و بر کشت زار
بپوشید چون خشک شد خود و بر — گیا کرد بستر بسان هژبر
سپر زیر سر تیغ بنهاد پیش — نهاده بدشنه برش دست خویش
چو در سبزه دید اسب را دشتبان — گشاده زبان شد دمان[4] و دنان[5]
سوی رستم و رخش بنهاد روی — یکی چوب زد گرم بر پای اوی
چو از خواب بیدار شد تهمتن — بدو دشتبان گفت کای اهرمن
چرا اسب در خوید بگذاشتی — بر رنج نابرده بر داشتی
ز گفتار او تیز شد مرد هوش — بجست و گرفتش یکایک دو گوش
بیفشرد و برکند هر دو ز بن — نگفت از بد و نیک با او سخن
سبک دشتبان گوش ها برگرفت — غریوان[6] ازو ماند اندر شگفت
بدان مرز[7] اولاد بد پهلوان — یکی نامداری دلیری جوان

[1] حریر منقش ـ [2] بفتح و کسر: گندم و جو را گویند که سبز شده باشد شاید: (ز خوید) باشد ـ [3] با واو معدوله بوزن می: عرق ـ [4] فریاد کنان: دوان [5] خرامان: نعره زنان [6] خروشان ـ [7] زمین کاشته شده.

بشد دشتبان نزد او باخروش — پُر از خون بر و دست و برکنده گوش

بدو گفت "مردی چو دیوِ سیاه — پلنگینه جوشن از آهن کلاه

همه دشت سرتاسر اهرمنست — وگر اژدها خفته در جوشن ست

مرا دید و برجست و یافه[1] نگفت — دو گوشم بکند و هم آنجا بخفت"

چو بشنید اولاد برجست زود — برون آمد از سوز دل همچو دود

عنان را به پیچید با سرکشان — بدان سو که بود از تهمتن نشان

چو آمد به تنگ اندر آن جنگجوی — تهمتن سوی رخش بنهاد روی

نشست از برِ رخش و بُرّنده تیغ — کشید و بیامد چو غرنده میغ[2]

رسیدند چون یک به دیگر فراز — ابا یک به دیگر گشادند راز

بدو گفت اولاد "نام تو چیست — چه مردی و شاه و پناه تو کیست"

چنین گفت رستم که نام من ابر — اگر ابر باشد به زور هژبر

همه نیزه و تیغ بار آورد — سران را سرِ اندر کنار آورد

به گوشِ تو گر نام من بگذرد — دم و خون و جان و دلت بفسرد

نیامد به گوشت بهر انجمن — کمند و کمان گو[3] پیل تن"

تو با این سپه پیش من راندی — همی گوز[4] بر گنبد افشاندی

نهنگِ بلا[5] بر کشید از نیام — بیاویخت از پیش زین خمّ خام[6]

چو شیر اندر آمد میان رمه — بکشت آنکه بودند پیشش همه

---

۱ سخن هرزه و بیهوده - ۲ ابر - ۳ بفتح اوّل: پهلوان، شجاع - ۴ بفتح اوّل و سکون ثانی: گردو: گوز بر گنبد افشاندن - کنایه از کارِ لغو و بیهوده کردن است - ۵ کنایه از شمشیر - ۶ کمند *

شکسته شد آن لشکر از پهلوان — گریزان برفتند تیره روان
در و دشت بُد پُر ز گرد سوار — پراگنده گشتند بر کوهسار
همی رفت رستم چو پیل دژم — کمندی به بازو در آن شست خم
به اولاد چون رخش نزدیک شد — به کردار شب روز تاریک شد
بیفگند رستم کمند دراز — به خم اندر آمد سر سرفراز
ز اسب اندر آمد دو دستش ببست — به پیش اندر افگند و خود برنشست
بدو گفت "اگر راست گوئی سخن — ز کژی نه سر یابم از تو نه بُن
نمائی مرا جای دیو سپید — همان جای بولاد غندی و بید
بجائی که بسته است کاوس شاه — کسی کاین بدیها نموده است راه
من این تاج و این تخت و گرز گران — بگردانم از شاه مازندران
تو باشی برین بوم و بر شهریار — گر ایدونکه[1] کژی نیاری بکار
وگر کژی آری بگفت اندرون — روان سازم از جسم تو جوی خون"
بدو گفت اولاد "مغز تو ز خشم — بپرداز و بگشای یکباره چشم
تن من مپرداز خیره ز جان — بیابی ز من هر چه پرسی نشان
بجائی که بسته است کاوس شاه — نمایم ترا یک بیک شهر و راه
ترا خانهٔ بید و دیو سپید — نمایم من این را که دادی نوید
کنون تا بنزدیک کاوس کی — صد افگنده فرسنگ بخشنده پی
وز آنجا سوی دیو فرسنگ صد — بیاید یکی راه دشخوار[2] بد

[1] چنانکه ـ [2] دشوار ـ

میان دو کوهست پُرهول[۱] جای | نپرد بر آن آسمانش همای
سر نرّه دیوان چو دیوِ سپید | گزو کوه لرزان بود همچو بید
یکی کوه یابی مر او را به تن | برو کفت[۲] و یالش بود ده رسن
ترا با چنین شاخ و دست و عنان | گزارندهٔ تیغ و گرز و سنان
چنین برز[۳] و بالا و این کار کرد | نه خوبست با دیو پیکار کرد
تو تنهاستی و اگر ز آهنی | بسائی به سوهان اهریمنی"
بخندید رستم ز گفتارِ اوی | بدو گفت "گر با منی راه جوی
به بینی کزین یک تن پیلتن | چه آید بدان نامدار انجمن
به نیروی یزدان پیروزگر | به بخت و به شمشیر و تیر و هنر
چو بینند تاو[۴] پر و بال من | بجنگ اندرون زخم گوپال[۵] من
بدرّد پی و پوست شان از نهیب | عنان راند انند باز از رکیب[۶]"
بگفت این و بنشست بر رخش شاد | دوان بود اولاد مانند باد
نیاسود تیره شب و پاک روز | همی راند تا پیش کوه اسپروز[۷]
بدانجا که کاوس لشکر کشید | ز دیو و ز جادو بدو بد رسید
چو یک نیمه بگذشت از تیره شب | خروش آمد از دشت و بانگِ جلب[۸]
به مازندران آتش افروختند | بهر جای شمعی همی سوختند
تهمتن به اولاد گفت "آن کجاست | که آتش بر آید ز چپ و ز راست"

۱ پربیم - ۲ بکسر اوّل: دوش - ۳ بضمّ اوّل: قد و قامت - ۴ توانائی، قدرت ۵ گرز - ۶ رکاب - ۷ بکسر اوّل: نام کوهی است ولی تحقیقاً معلوم نشد که درکجا واقع است - ۸ سنج - غوغا - آشوب -

"در شهر مازندران ست" گفت / که از شب دو بهره نیارند خفت
سپهبد چو پولاد و ارژنگ و بید / همه پهلوانان دیو سپید
درختی که سر دارد اندر سحاب[۱] / ستاره زده بر کشیده طناب[۲]
بدانجایگه باشد ارژنگ دیو / که هزمان[۳] بر آرد خروش و غریو"
بخفت آن زمان رستم جنگجوی / چو خورشید تابنده بنمود روی
به پیچید اولاد را بر درخت / به بند کمندش بیاویخت سخت

## خوان ششم کشتنِ رستم ارژنگ را

چو خورشید بر زد سر از تیغِ کوه / جهان را بیفزود فرّ و شکوه
ز خواب اندر آمد گو تاج بخش / وز آن جا برفت او بنزدیکِ رخش
بزین اندر افگند گرز نیا[۴] / همی رفت یکدل پُر از کیمیا[۵]
یکی مغفرِ خسروی بر سرش / خوی آلوده ببر بیان در برش
بارژنگ سالار بنهاد رُوی / چو آمد به لشکرگه جنگ جوی
یکی نعره زد درمیان گروه / که گفتی بدرّید دریا و کوه
برون جست از آن خیمه ارژنگ دیو / چو آمد به گوشش از انسان غریو
چو رستم بدیدش برانگیخت اسب / بیامد برِ او چو آذرگشسب[۶]
سر و گوش بگرفت و یالش دلیر / سر از تن بکندش بکردارِ شیر

۱ بفتح اوّل : ابر - ۲ خیمه، اخنز - ۳ مخفّف هر زمان - ۴ جدّ -
۵ مکر و حیله - ۶ آتشکده، برق، آتش جهنده -

برآمیخت شمشیر کین پیلتن ز دیوان بپرداخت آن انجمن
چو برگشت خورشید گیتی فروز بیامد دمان تا به کوه اسپروز
ز اولاد بگشاد خمّ کمند نشستند زیر درخت بلند
تهمتن ز اولاد پرسید راه بشهری کجا[1] بود کاوس شاه
چو بشنید ازو تیز بنهاد روی پیاده دوان پیشِ او راه جوی
چو آمد بشهر اندرون تاج بخش خروشی برآورد چون رعد رخش
چو بشنید کاوس آوازِ او بدانست انجام و آغازِ او
به ایرانیان گفت پس شهریار که ما را سر آمد بد روزگار
خروشیدن رخش آمد بگوش روان و دلم تازه شد زان خروش"
همی گفت لشکر که کاوس شاه زبندِ گرانش شده جان تباه
خرد از سرش رفته و هوش و فر تو گوئی همی خواب گوید مگر
نداریم چاره درین بند سخت همانا که از ما بگردید بخت"
درین گفته بودند ایرانیان کجا پهلوان تنگ بسته میان
بیامد هم اندر زمان پیشِ اوی یل آتش افروز پرخاشجوی[2]
گرفتنش به آغوش کاوس شاه ز زالش بپرسید و از رنج راه
بزرگان براو خواندند آفرین که بی تو مبادا اسپ گوپال و زین
از آن جایگه تنگ بسته کمر بیامد پُر از کینه و جنگ سر
ابا خویشتن برد اولاد را همی راند مر رخش چون باد را

۱ کجا در این گونه موارد بمعنی "که" است. ۲ بفتح اوّل: جنگجوی.

چو رخش اندر آمد بران هفت کوه
بنزدیک آن غار بی بن رسید

بدان نرّه دیوان گروها گروه
بگرد اندرش لشکر دیو دید

## خوان هفتم کُشتنِ رستم دیو سپید را و رهائی یافتنِ ایرانیان

نکرد ایچ رستم بر فتن شتاب
سرو پای اولاد محکم ببست
بر آهیخت جنگی نهنگ از نیام
میانِ سپه اندر آمد چو گرد
به نیروی[1] او چون نبُد تاب شان
نا ستاد کس پیشِ او در[2] بجنگ
وز آنجا بیگه سوی دیو سپید
نه کردارِ دوزخ یکی غار دید
زمانی همی بود در چنگ تیغ
چو مژگان بمالید و دیده بشست

بدان تا بر آمد بلند آفتاب
به خمّ کمند، آنگهی بر نشست
بغرّید چون رعد و برگفت نام
سران را به خنجر همی دُور کرد
زتیغش بماندند در بیم جان
نجُستند با او یکی نام و ننگ
بیامد به کردارِ تابنده شید[3]
تن جادو از تیرگی نا پدید
نبد جای دیدار و راه گریغ[4]
در غارِ تاریک چندی بجست

[1] زور و قوّت — [2] در پیش او — [3] خورشید — [4] بضمّ اوّل : گریز —

به تاریکی اندر یکی کوه دید — سراسر شده غار ازو ناپدید
به رنگ شبه روی چون شیر موی — جهان پُر ز بالا و پهنای اوی
به غار اندرون دید رفته بخواب — به کشتن نکرد ایچ رستم شتاب
بغرّید غرّیدنی چون پلنگ — چو بیدار شد اندر آمد به جنگ
یکی آسیا سنگ را در ربود — بنزدیک رستم در آمد چو دُود
ازو شد دلِ پیلتن پر نهیب[۱] — بترسید کاید به تنگی نشیب
برآشفت بر سانِ شیر ژیان — یکی تیغ تیزش بزد بر میان
به نیروی رستم ز بالای او — بینداخت یک ران و یک پای او
بریده بیاویخت با او بهم — چو پیل سرافراز و شیر دژم
همی گوشت کند این ازان آن ازین — همی گل شد از خون سراسر زمین
تهمتن به نیروی جان آفرین — بکوشید بسیار با درد و کین
سرانجام ازآن کینه و کارزار — به پیچید بر خود گوِ نامدار
بزد چنگ و برداشتش نرّه شیر — بگردن در آورد و افگند زیر
فرو برد خنجر دلش بر دمید[۲] — جگرش از تنِ تیره بیرون کشید
بیامد ز اولاد بگشاد بند — به فتراک بست آن کیانی کمند
به اولاد داد آن کشیده جگر — سوی شاه کاوس بنهاد سر

۱ بکسر اوّل : ترس و بیم ۔ ۲ دمیدن بمعنی جوش زدن خون وغیره ، بر دمیدن در غضب شدن ، ن : بر درید ❊

وزان سو دو چشم بزرگان براه — که کی باز گردد یل رزم خواه

به پیروزی از رزم آن دیو نر — به خنجر زبالش جدا کرده سر

به شادی برآمد ز گردان فغان — که آمد سپهدار روشن روان

ستایش کنانش دویدند پیش — براو آفرین بود ز اندازه بیش

رسید آنگهی نزد کاوس کی — گو پهلوان شیر فرخنده پی[1]

چنین گفت "کای شاه دانش پذیر — به مرگ بد اندیش رامش[2] پذیر

دریدم جگرگاه دیو سپید — ندارد بدو شاه[3] ازین پس امید

ز پهلوش بیرون کشیدم جگر — چه فرمان دهد شاه پیروزگر"

برو آفرین کرد کاوس شاه — "که بی تو مبادا کلاه و سپاه

بر آن مام کو چون تو فرزند زاد — نشاید جز از آفرین کرد یاد"

---

۱ بفتح اوّل وضمّ ثالث : مبارک و فرخنده پی : مبارک قدم ـ

۲ آرامیدن ، عیش و طرب ـ

۳ شاه مازندران ـ

# ٢- داستان رستم و سهراب

ز گفتارِ دهقان یکی داستان / بپیوندم از گفتهٔ پاسبان
ز موبد بدان گونه برداشت یاد / که رستم برآراست از بامداد
غمی بد دلش، ساز نخچیر کرد / کمر بست و ترکش پر از تیر کرد
برفت و به رخش اندر آورد پای / برانگیخت آن بادِ پیکر ز جای
چو نزدیکیٔ مرز توران رسید / بیابان سراسر پر از گور دید
به تیر و کمان و به گرز و کمند / بیفگند بر دشت نخچیر چند
چو بریان شد، از هم بکند و بخورد / ز مغز استخوانش بر آورد گرد
پس آنگه خرامان بشد نزد آب / چو سیراب شد کرد آهنگ خواب
بخفت و برآسود از روزگار / چمان و چران رخش در مرغزار
سواران ترکان تنی هفت و هشت / بدان دشت نخچیرگه برگذشت
چو در دشت مر رخش را یافتند / سوی بند کردنش بشتافتند
گرفتند و بردند پویان به شهر / همی هر کس از رخش جستند بهر
چو بیدار شد رستم از خواب خوش / بکار آمدش بارهٔ، دستکش[1]
بدان مرغزار اندرون بنگرید / ز هر سو همی بارگی را نه دید
همی گفت کاکنون پیاده دوان / کجا پویم از ننگِ تیره روان
کنون رفت باید به بیچارگی / به غم دل نهادن بیکبارگی

[1] دست کش کسی باشد که دست کوری را بگیرد و او را بهر جا که خواهد ببرد،

پی رخش برداشت، ره برگرفت　　بس اندیشه‌ها در دل اندر گرفت
چو نزدیک شهر سمنگان[1] رسید　　خبر زو به شاه و بزرگان رسید
پیاده بشد پیش او زود شاه　　بر او انجمن شد فراوان سپاه
بدو گفت شاه سمنگان "چه بود؟　　که یارست با تو نبرد آزمود؟
درین شهر ما نیک خواه توایم　　ستاده بفرمان و راه توایم"
چو رستم به گفتار او بنگرید　　ز دل بدگمانیش کوتاه دید
بدو گفت "رخشم بدین مرغزار　　ز من دور شد بی لگام و فسار
ترا باشد ار باز جوئی سپاس　　بیابی تو پاداش نیکی شناس"
بدو گفت شاه "ای سرافراز مرد!　　نیارد کسی با تو این کار کرد
تو مهمان من باش و تندی مکن　　بکام تو گردد سراسر سخن"
تهمتن ز گفتار او شاد شد　　روانش ز اندیشه آزاد شد
سپهبد ورا داد در کاخ جای　　همی بود در پیش او بر بپای
سزاوار او جای آرام و خواب　　بیاراست، بنهاد مشک و گلاب

بر آسود رستم بر خوابگاه
غنوده شد از باده و رنج راه

[1] سمنگان یا سمنجان از ولایت طخارستان است و شهری کوچک است برطرف شرقی سه محله است و برطرف غربی سه محله است متفرق و قلعه ای محکم دارد و آب فراوان و باغستان بسیار دارد (نزهة القلوب)

## ملاقاتِ تهمینه با رستم

چو یک بهره زان تیره شب در گذشت — شب آهنگ بر چرخ گردان بگشت
یکی بنده شمعی معنبر بدست — خرامان بیامد ببالین مست
پس بنده اندر یکی ماه روی — چو خورشید تابان پُر از رنگ و بُوی
از او رستمِ شیر دل خیره ماند — بر او بر جهان آفرین را بخواند
بپرسید از و، گفت "نام تو چیست؟ — چه جوئی شب تیره؟ کام تو چیست؟"
چنین داد پاسخ که تهمینه ام — تو گوئی که از غم به دو نیمه ام
یکے دخت شاه سمنگان منم — ز پشت هژبر و پلنگان منم
بکردار افسانه از هر کسی — شنیدم همی داستانت بسے
بجستم همی کفت و یال و برت — بدین شهر کرد ایزد آبشخورت"
سخن های آن ماه آید به بن — تهمتن سراسر شنید آن سخن
چو رستم بدان سان پری چهره دید — ز هر دانشے نزد او بهره دید
بفرمود تا موبدی پر هنر — بیاید بخواهد ورا از پدر
بشد دانشومند نزدیک شاه — سخن گفت از پهلوانی سپاه
چو بشنید شاه این سخن شاد شد — بسان یکی سرو آزاد شد
بدان پهلوان داد آن دختِ خویش — بدانسان که بود است آئین و کیش

## نشان دادن رستم تهمینه را

به بازوی رستم یکی مهره بود — که آن مهره اندر جهان شهره بود

بدو داد و گفتش که "این را بدار
گرت دختر آید از روزگار

بگیر و به گیسوی او بر بدوز
به نیک اختر و فال گیتی فروز

ور ایدون که آید ز اختر پسر
به بندش به بازو نشان پدر"

وز آن جا سوئی زابلستان کشید
کسی را نگفت آنچه دید و شنید

## زادن سهراب و دریافتن نژاد خود از مادر

چو یک چند بگذشت بر دخت شاه
یکی کودک آمد چو تابنده ماه

چو خندان شد و چهره شاداب کرد
ورا نام تهمینه سهراب کرد

چو ده ساله شد زان زمین کس نبود
که یارست با او نبرد آزمود

بر مادر آمد بپرسید از او
بدو گفت گستاخ "با من بگوی

ز تخم کیم و از کدامین گهر؟
چه گویم چو پرسد کسی از پدر؟

گر این پرسش از من بماند نهان
نمانم ترا زنده اندر جهان"

بدو گفت مادر که "بشنو سخن
بدین شادمان باش و تندی مکن

تو پور گو پیلتن رستمی
ز دستان و سامی و از نیرمی"

دگر گفت "کافراسیاب این سخن
نباید که داند ز سر تا به بُن

که او دشمن نامور رستم است
به توران زمین زو همه ماتم است"

چنین گفت سهراب "کاندر جهان
ندارد کسی این سخن را نهان

کنون من ز ترکان جنگ آوران
فراز آورم لشکر بی کران

برانم به ایران زمین کینه خواه
همی گرد کینه بر آرم به ماه

به رستم دهم گنج و تخت و کلاه / نشانمش برگاه کاوس شاه
ترا بانوی شهر ایران کنم / به جنگ اندرون کار شیران کنم"

. . . . . . . . . . . . . . . . . .

بگفت این و آمد سوی خانه باز / همی جنگ ایرانیان کرده ساز
زهر سو سپه شد بر او انجمن / که هم با گهر بود و هم تیغ زن

## خبر یافتنِ افراسیاب از کارِ سهراب و فرستادنِ نامه پیشِ او و برانگیختنش به جنگِ ایرانیان

خبر شد به نزدیکِ افراسیاب / که افگند سهراب کشتی به آب
هنوز از دهن بوی شیر آیدش / همی رای شمشیر و شیر آیدش
زمین را به خنجر بشوید همی / کنون رزم کاوس جوید همی
به گردانِ لشکر سپهدار گفت / که این راز باید که ماند نهفت
پسر را نباید که داند پدر / ز پیوندِ جان وز مهر و گهر"
یکی نامه بالا به و دل پسند / نبشته به نزدیک آن ارجمند
که"گر تخت ایران به چنگ آوری / زمانه برآساید از داوری
فرستمت چند انکه باید سپاه / تو بر تخت بنشین و بر نه کلاه"
جهان جوی چون نامهٔ او بخواند / از آن جایگه تیز لشکر براند
سوی مرز ایران سپه را براند / همی سوخت و آباد چیزی نماند

# جنگِ دژ سپید

دژی[۱] بود کش خواندندی سپید ‌‌ ‌ ‌ ‌ ‌ بدان دژ بد ایرانیان را اُمید
نگهبان دژ رزم دیده هجیر ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ که با زور و دل بود و با گرز و تیر
چو سهراب نزدیک آن دژ رسید ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ هجیر دلاور مر او را بدید
بدان لشکر ترک آواز داد ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ چنین گفت آن گرد پهلو نژاد
“که گُردان کُدامند جنگ آوران ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ دلیران کار آزموده سران”
چو سهراب جنگ آور او را بدید ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ برآشفت و شمشیر کین برکشید
ز لشکر برون تاخت برسان باد ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ چنین گفت “کای داده جانت بباد
تو تنها به جنگ آمدی خیره خیر ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ کنون پای دار و عنان سخت گیر
چه مردی و نام و نژادِ تو چیست؟ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ که زاینده را بر تو باید گریست”
هجیرش چنین داد پاسخ که “بس ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ به جنگت نه باید مرا یار کس
هجیر دلیر سپهبد منم ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ هم اکنون سرت را ز تن برکنم
فرستم به نزدیک شاهِ جهان ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ تنت را کند کرگس اندر نهان”
سنان باز پس کرد سهراب شیر ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ بُن نیزه زد بر میانش دلیر
بزد بر زمینش چو یک لخت کوه ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ بجان و دلش اندر آمد ستوه
بپیچید و برگشت بر دستِ راست ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ غمی شد ز سهراب زنهار خواست
ببستنش به بند آنگهی جنگجوی ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ به نزدیکِ هومان فرستاد او

[۱] قلعه ، مخصوصاً قلعهٔ بالای کوه را گویند.

به دژ در چو آگه شدند از هجیر / که او را گرفتند و بردند اسیر
خروش آمد و ناله از مرد و زن / که گم شد هجیر اندر آن انجمن

## نامهٔ گژدهم بکاوس وگذارش نمودن پهلوانی سهراب

چو برگشت سهراب گژدهم پیر / بیاورد و بنشاند مرد دبیر
یکی نامه بنوشت نزدیکِ شاه / بر افگند پوینده مردی براه
"که آمد بر ما سپاه گران / همه رزم جویان و کند آوران
یکی پهلوانی به پیش اندرون / که سالش ز دو هفت نامد فزون
به نام است سهراب و گرد و دلیر / نه از دیو پیچد نه از پیل و شیر
نداریم ما تاب این جنگ جوی / بدین گرز و چنگال و آهنگ او"

## رسیدن نامه به خسرو وکنگاش او با بزرگان لشکر

چو نامه به نزدیکِ خسرو رسید / غمی شد دلش کان سخنها شنید
گرانمایگان را ز لشکر بخواند / وزین داستان چند گونه براند
چنین گفت با پهلوانان به راز / "که این کار کرده بما بر دراز
چه سازیم و درمانِ این درد چیست؟ / به ایران هم آورد این مرد کیست؟"
بر آن بر نهادند یکسر که گیو / به زابل شود نزدِ سالار نیو
گو پیلتن را بدین رزم گاه / بخواند که او لیست پشت و پناه

## نامهٔ کاوس به رستم و طلبیدنش به جنگ سهراب

یکی نامه فرمود پس شهریار — نوشتن بر رستم نامدار
نخست آفرین کرد بر پهلوان — که بیدار دل باش و روشن روان
بدان کز ره ترک بر ما سری — یکی تاختن کرد با لشکری
از ایران ندارد کسی تاب او — مگر تو که تیره کنی آب او
اگر خفتهٔ زود برجه ز جای — وگر خود به پائی زمانی مپای
چو نامه به مُهر اندر آمد بداد — به گیو دلاور به کردار باد

## رسیدن گیو به زابلستان

چو نزدیکِ زابلستان رسید — خروش طلایه به دستان رسید
که آمد سواری ز ایران چو گرد — بزیر اندرش بارهٔ ره نورد
تهمتن پذیره شدش با سپاه — نهادند بر سر بزرگان کلاه
ز اسپ اندر آمد گوِ نامدار — از ایران بپرسید و از شهریار
بگفت آنچه بشنید و نامه بداد — ز سهراب چندین سخن کرد یاد
تهمتن چو بشنید و نامه بخواند — بخندید و ز آن کار خیره بماند
به گیو آنگهی گفت پس پیلتن — که «ای گرد سالار لشکر شکن
هم ایدر نشینیم امروز شاد — ز گردان و خسرو نگیریم یاد
وز آن پس بتازیم نزدیکِ شاه — بگردانِ ایران نمائیم راه»

چو آن روز بگذشت روز دگر / بیاراست مجلس چو رخسار خور
سه دیگر سحرگه بیاورد می / نیامد ورا یاد کاؤس کی
بروز چهارم بیاراست گیو / چنین گفت با گرد سالار نیو
"به زابلستان گرد رنگ آوریم / زمین پیش کاؤس تنگ آوریم
شود شاه ایران به ما خشمگین / ز ناپاک رای در آید به کین"
بدو گفت رستم میاندیش زین / که با ما نشورد کس اندر زمین"
صبوحی از آن روز بر خاستند / از اندیشه ها دل بپرداختند

## آمدن رستم و گیو نزد کاؤس و خشم گرفتن او بر ایشان

بفرمود تا رخش را زین کنند / دم اندر دم نای رویین زنند
سواران زابل شنیدند نای / برفتند با ترگ و جوشن ز جای
از آن جا به درگاه شاه آمدند / گشاده دل و نیک خواه آمدند
چو رفتند بردند پیشش نماز / برآشفت و پاسخ نداد ایچ باز
یکی بانگ بر زد به گیو از نخست / پس آنگاه شرم از دو دیده بشست
"که رستم که باشد که فرمانِ من / کند پست، و پیچد ز پیمانِ من؟
به گیرش، ببر، زنده بردار کُن" / ازو نیز مکشای با من سخن"
تهمتن برآشفت بر شهریار / "که چندین مدار آتش اندر کنار
همه کارت از یکدگر بدتر است / ترا شهریاری نه اندر خور است
چنین تاج بر تارک بی بها / بسی بهتر اندر دم اژدها"

به ایرانیان گفت "سهراب گرد
بیاید نماند بزرگ و نه خرد

شما هر کسی چارهٔ جان کنید
خرد را بدین کار درمان کنید"

بزد اسپ و از پیش ایشان برفت
همی پوست بر تنش گوئی بکفت

سپهدار گودرز کشواد رفت
بنزدیک خسرو خرامید تفت

به کاوس کی گفت: "رستم چه کرد
کز ایران برآوردی امروز گرد؟

کسی را که جنگی چو رستم بود
بیازارد، او را خرد کم بود"

به گودرز گفت "این سخن درخوراست
لب پیر با پند نیکوتر است

بیاور تو او را به نزدیک من
که روشن شود جان تاریک من"

برفتند با او سران سپاه
پس رستم اندر گرفتند راه

نیایش گرفتند بر پهلوان
که "جاوید باشی و روشن روان

تو دانی که کاوس را مغز نیست
به تیزی سخن گفتنش نغز نیست

هم او زین سخنها پشیمان شد است
ز تندی بخاید همی پشت دست"

تهمتن چنین پاسخ آورد باز
"که هستم ز کاوس کی بی نیاز

تو دانی که نگریزم از کارزار
ولیکن سبک دارم شهریار"

## برگشتن رستم به ترغیب گودرز و سران لشکر

چنین دید رستم از آن کار او
که برگردد آید به دربار او

از آن تنگ برگشت و آمد براه
خرامان بشد پیش کاوس شاه

چو از دور شه دید بر پای خاست
بسی پوزش اندر گذشته بخواست

که "آزرده گشتی تو ای پیل تن ... پشیمان شدم خاکم اندر دهن"
بدو گفت رستم که گیهان تراست ... همه کهترانیم و فرمان تراست
کنون آمدم تا چه فرمان دهی ... تو شاه جهانداری و من رهی"
چنین گفت کاؤس کای پهلوان ... ترا باد پیوسته روشن روان
چنین بهتر آید که امروز بزم ... بسازیم و فردا گزینیم رزم"

## لشکر کشیدن کاؤس به جنگِ سهراب

چو خورشید آن چادرِ قیرگون ... بدرید و از پرده آمد برون
یکی لشکر آمد ز پهلو[1] به دشت ... که از گرد اسپان هوا تیره گشت
ازین سان بشد تا در دژ رسید ... شده سنگ و خاک از جهان ناپدید
خروشی بلند آمد از دیدگاه[2] ... به سهراب بنمود کآمد سپاه

## پرسیدن سهراب نام و نشانِ سردارانِ ایران از هجیر

چو سهراب زان گونه آوا شنید ... به باره بر آمد سپه بنگرید
بیامد یکی تند بالا گزید ... به جای که ایران سپه را بدید
بفرمود تا رفت پیشش هجیر ... بدو گفت "کژی نیاید ز تیر
از ایران هر آنچت بپرسم بگوی ... متاب از رهِ راستی هیچ روی"
چنین داد پاسخ هجیرش که "شاه ... ز من هر چه پرسد ز ایران سپاه

ا- به فتح اوّل و ثالث: به معنی شهر است
٢- جای نشستن دیدبان و حارس۔

بگویم همه، هرچه دانم بدو | بکژّی چرا بایدم گفتگوی"
بدو گفت "کز تو بپرسم همه | زگردن کشان وز شاه و رمه
.. .. .. .. .. ..
زبهرام و از رستم نامدار | زهرچت بپرسم بمن برشمار
به قلب سپه اندرون جای کیست | زگردانِ ایران ورا نام چیست؟"
بدو گفت "کان شاه ایران بود | که بر درگهش پیل و شیران بود"
(دگر) گفت "آن طوسِ نوذر بود | درفشش کجا پیل پیکر بود"
(دگر) گفت "آن فرِ آزادگان | سپهدار گودرز کشوادگان"
(دگر) گفت "آن پور گودرز گیو | که خوانند گردان ورا گیو نیو"
(دگر) گفت "آن را فرابرز خوان | که فرزند شاه است و تاج گوان"
(هجیر) آنگهی گفت با خویشتن | که گر من نشان گو پیلتن
بگوئم بدین شیر دل نیک مرد | ز رستم برآرد به ناگاه گرد
ازآن به نباشد که پنهان کنم | زگردن کشان نام او افگنم)
غمین گشت سهراب را دل بدان | که جای نیامد ز رستم نشان
همی گفت سهراب "کاین نیست داد | ز رستم نه کردی سخن هیچ یاد"
چنین داد پاسخ مر او را هجیر | که "شاید بدان کان گو شیرگیر
کنون رفته باشد به زابلستان | که هنگامِ بزم است در گلستان"
بدو گفت "سهراب کاین خود مگوی | که دارد سپهبد سوی جنگ روی
به رامش نشیند جهان پهلوان | بر این بر بخندند پیر و جوان

مرا با تو امروز پیمان یکی است　　بگویم که گفتارِ من اندکی است
اگر پهلوان را نمائیَ به من　　سرافراز باشی بهر انجمن
ورایدون که این راز داری ز من　　گشاده به من بر بپوشی سخن
سرت را نباشد همی تن بجای　　میانجی کن اکنون بدین هر دو رای"
به سهراب گفت: "این چه آشفتن است　　همه با من از رستمت گفتن است
چرا باید این کینه آراستن　　به بیهوده چیزی ز من خواستن
که آگاهیِ آن نباشد برم　　برین کینه خواهی بریدن سرم
بهانه نباید به خون ریختن　　چه باید کنون رنگ آمیختن"

## تاختنِ سهراب بر خیمهٔ کاوس

چو بشنید گفتارهای درشت　　سر پُر دلان زود بنمود پشت
به بست از پیِ کینه آنگه کمر　　نهاد از سر سروری تاجِ زر
برون آمد و رای ناورد کرد　　بر آورد بر چهرهٔ ماه گرد
بیامد دمان تا به قلبِ سپاه　　رسیداو به نزدیکِ کاوس شاه
از آن پس به جنبید از جای خویش　　بنزدیکِ پرده سرا رفت پیش
غمین گشت کاوس و آواز داد　　که "ای نامداران فرخ نژاد!
یکی نزد رستم برید آگهی　　کزین ترک شد مغز گردان تهی"
همی آن بدین این بدان گفت زود　　تهمتن چو از پرده آوا شنود
بزد دست و پوشید ببر بیان　　به بست آن کیانی کمر بر میان

درفشش ببردند با او بهم — همی رفت پرخاش جوی دژم
چو سهراب را دید و آن یال شاخ — برش چون بر سام جنگی فراخ
بدو گفت نرم ای جوان مرد نرم — زمین سرد و خشک و هوا نرم و گرم
همی رحمت آرد به تو بر دلم — نخواهم که جانت ز تن بگسلم“
چو آمد ز رستم چنین گفتگو — به جنبید سهراب را دل بدو
بدو گفت کز تو بپرسم سخن — همه راستی باید افگندن
من ایدون گمانی که تو رستمی — که از تخمهٔ نامور نیرمی“
چنین داد پاسخ که رستم نیم — هم از تخمهٔ سام نیرم نیم“
ز امید سهراب شد ناامید — بر او تیره شد روی روز سفید

## نبرد رستم با سهراب

به آوردگه رفت و نیزه گرفت — همی ماند از گفت مادر شگفت
یکی تنگ میدان فرو ساختند — به کوتاه نیزه همی باختند
تن از خوی پر آب و دهان پر ز خاک — زبان گشته از تشنگی چاک چاک
دو شیر اوژن از جنگ سیر آمدند — تبه گشته و خسته دیر آمدند
بخندید سهراب و گفت ای سوار — به جنگ دلیران نه ای پایدار“
بدو گفت رستم که شد تیره روز — چو پیدا کند تیغ گیتی فروز
به کشتی بگیریم فردا پگاه — به بینیم تا بر که گرید سیاه“
برفتند و روی هوا تیره گشت — ز سهراب گردون همی خیره گشت

از آن سوی رستم سپه را بدید / سخن راند با گیو گفت و شنید
ز سهراب رستم زبان برگشاد / ز بالا و برزش همی کرد یاد
که کس در جهان کودکی نارسید / بدین شیر مردی و گردی ندید
از و بازگشتم که بیگاه بود / که شب سخت تاریک بی ماه بود
چو فردا بیاید بدشت نبرد / بکشتی همی بایدم چاره کرد"
بگفت این و برخاست پس پیلتن / دژم گشته از پیش آن انجمن
به لشکرگه خویش بنهاد روی / پُر اندیشه جان و سرش کینه جوی
وز آن روی سُهراب با انجمن / همی می گسارید با رود زن
به هومان چنین گفت کُان شیر مرد / که با من همی گردد اندر نبرد
گمانی برم من که او رستم است / که چون او نبرده به گیتی کم است
نباید که من با پدر جنگ جُوی / شوم خیره اندر آرم به روی"

## کشتی گرفتن سهراب و رستم

چو خورشید رخشان بگسترد پر / سیه زاغ پران فرو برد سر
تهمتن بپوشید ببر بیان / نشست از بر اژدهای دمان
بیامد بدان دشت آوردگاه / نهاده ز آهن به سر بر کلاه
بپوشید سهراب خفتان رزم / سرش پُر ز رزم و دلش پر ز بزم
بیامد خروشان بدان دشتِ جنگ / بچنگ اندرون گرزهٔ[1] گاو رنگ

۱ گرز گاو پیکر۔

ز رستم بپرسید خندان دو لب — تو گفتی که با او بهم بود شب
که شب چون بدی روز چون خاستی — ز پیکارِ دل بر چه آراستی ....
دلِ من همی بر تو مهر آورد — همی آب شرمم به چهر آورد
مگر پور دستان سام یلی — گزین نامور رستم زابلی؟ ....
بدو گفت رستم که "ای نامجوی — نگردیم هرگز چنین گفتگوی
ز کشتی گرفتن سخن بود دوش — نگیرم فریب تو زین در مکوش
نه من کودکم، گر تو هستی جوان — به کشتی کمر بسته دارم میان"

## در آویختن رستم و سهراب

به بستند بر سنگ اسب نبرد — برفتند هر دو روان پُر ز درد
چو شیران به کشتی در آویختند — ز تن ها خوی و خون همی ریختند
سپهدار سهراب آن زور دست — تو گفتی که چرخ بلندش بخست (به بست)
غمی گشت رستم بیازید چنگ — گرفت آن سر و یال جنگی پلنگ
خم آورد پشت دلاور جوان — زمانه سر آمد، نبودش توان
زدش بر زمین بر بکردارِ شیر — بدانست کو هم نماند به زیر
سبک تیغ تیز از میان برکشید — بر پورِ بیدار دل بر درید ....
به پیچید و زان پس یکی آه کرد — ز نیک و بد اندیشه کوتاه کرد
بدو گفت "کاین بر من از من رسید — زمانه به دستِ تو دادم کلید
تو زین بی گناهی که این کوژپشت — مرا برکشید و به زودی بکشت ....

نشان داد مادر مرا از پدر     ز مهر اندر آمد روانم به سر
همی جستمش تا ببینمش روی     چنین جان بدادم درین آرزوی
دریغا که رنجم نیامد به سر     ندیدم درین هیچ روی پدر
بخواهد هم از تو پدر کین من     چو بیند که خشت است بالین من
ازان نامداران گردن کشان     کسی هم برد سوی رستم نشان"
چو بشنید رستم سرش خیره گشت     جهان پیش چشم اندرش تیره گشت
بپرسید زان پس که آمد به هوش     بدو گفت با ناله و با خروش
"بگو تا چه داری ز رستم نشان     که گم باد نامش ز گردنکشان
که رستم منم کم مماناد نام!     نشیناد بر ماتمم پور سام!"
چو سهراب رستم بدانسان بدید     بیفتاد و هوش از سرش بر پرید
بدو گفت "گر زانکه رستم توئی     بکشتی مرا خیره بر بدخوی
کنون بند بگشای از جوشنم     برهنه ببین این تن روشنم
ببازوم بر مهرهٔ خود نگر     ببین تا چه دید این پسر از پدر"
چو بگشاد خفتان و آن مهره دید     همی جامه بر خویشتن بر درید
یکی دشنه بگرفت رستم بدست     که از تن ببرد سر خویش پست
بزرگان بدو اندر آویختند     ز مژگان همی خون دل ریختند
بدو گفت گودرز "اکنون چه سود     گر از روی گیتی بر آری تو دود

تو بر خویشتن گر کنی صد گزند
چه آسانی آید بر آن ارجمند؟"

# نوشدارو خواستن رستم از کاؤس

به گودرز گفت آن زمان پهلوان — "که ای گرد با نام روشن روان!
پیامی زمن پیش کاؤس بر — بگویش که مارا چه آمد بسر
بدشنه جگرگاه پور دلیر — دریدم که رستم مماناد دیر!
گرت هیچ یاد است کردار من — یکی رنجه کن دل به تیمار من
ازآن نوشدارو که در گنج تست — کجا خستگان را کند تندرست
به نزدیکِ من با یکی جامِ مَی — سزد گر فرستی هم اکنون زپی
مگر کو به بختِ تو بهتر شود — چو من پیش تخت تو کهتر شود"
بیامد سپهبد بکردارِ باد — به کاؤس یکسر پیامش بداد
بدو گفت کاؤس "کز پیلتن — کرا بیشتر آب نزدیکِ من
ولیکن اگر داروی نوش من — دهم، زنده ماند یل پیلتن
اگر ماند او زنده اندر جهان — نه پیچید از وی کهان و مهان
کسی دشمن خویشتن پرورد — به گیتی درون نامِ بد گسترد"
چو بشنید، گودرز برگشت زود — بر رستم آمد به کردارِ دود
بدو گفت "خوی بد شهریار — درختی است حنظل همیشه بهار
ترا رفت باید بنزدیکِ او — که روشن کنی جانِ تاریکِ او"
گو پیلتن سر سوی راه کرد — کس آمد پسش زود آگاه کرد
"که سهراب شد زین جهان فراخ — همی از تو تابوت خواهد نه کاخ"

# زاری کردنِ رستم بر نعشِ سهراب و بُردنِ تابوتش نزدِ زال و رودابه

چو بشنید رستم خراشید روی ... همی زد بسینه همی کند موی
همی گفت زار" ای نبرده جوان ... سرافراز و از تخمهٔ پهلوان
کرا آمد این پیش کامد مرا ... که فرزند کُشتم به پیران سرا"
همی ریخت خون و همی کند خاک ... به تن جامهٔ خسروی کرده چاک
زبانِ بزرگان پُر از پند بود ... تهمتن به درد جگر بند بود
پس آنگه سوی زابلستان کشید ... چو آگاهی از وی بدستان رسید
همه سیستان پیش باز آمدند ... به رنج و به درد و گداز آمدند
چو تابوت را دید دستانِ سام ... فرود آمد از اسپِ زرین لگام
بیارید دستان ز دو دیده خون ... بنالید با داور رهنمون
همی گفت زال" اینت کاری شگفت ... که سهراب گرزِ گران برگرفت
نشانی شد اندر میان جهان ... نه زاید چنو مادر اندر جهان"
همی گفت و مژگان پر از آب کرد ... زبان پُر ز گفتار سهراب کرد
چو رودابه تابوت سهراب دید ... ز چشمش روان جوی خوناب دید
به زاری همی مویه آغاز کرد ... همی برکشید از جگر بادِ سرد
"که ای پهلوان زادهٔ بچّهٔ شیر! ... نه زاید چو تو زورمند دلیر"

همی گفت زار" ای گو سرفراز — زمانی ز صندوق سر بر فراز
نگوئی چه آمدت پیش از پدر — چرا بردریدت بدینسان جگر"
فغانش زایوان به کیوان رسید — همی زار بگریست هرکآن شنید

## آگاهی یافتنِ مادر سهراب از کشته شدنش و نوحهٔ او

به مادر خبر شد که" سهراب گرد — ز تیغ پدر خسته گشت و بمُرد"
همی گفت" کای جان مادر کنون — کجائی سرشته به خاک و به خون؟
غریب و اسیر و نژند و نزار — به خاک اندرون آن تنِ نامدار
دو چشمم به ره بود، گفتم مگر — ز سهراب و رستم بیابم خبر
چه دانستم ای پور کآید خبر — که رستم به خنجر دریدت جگر
به پرورده بودم تنت را به ناز — به رخشنده روز و شبانِ دراز
کنون آن به خون اندرون غرقه گشت — کفن برتنِ پاک تو خرقه گشت
کنون من کرا گیرم اندر کنار — که خواهد بدن مر مرا غمگسار
کرا گویم این درد و تیمار خویش — کرا خوانم اکنون به جایِ تو پیش
پدر جستی ای گردِ لشکر پناه — بجائی پدر گورت آمد به راه
ازآن پیش کاو دشنه را برکشید — جگرگاهِ سیمینِ تو بردرید
چرا آن نشانی که مادرت داد — ندادی بر او بر نه کردیش یاد
چرا نامدم با تو اندر سفر — که گشتی به گردانِ گیتی سحر
مرا رستم از دور بشناختی — ترا با من ای پور بنواختی"

همی گفت و می خست و می کند موی ‏ همی زد کف دست بر خود بروی

ژلیس کو همی شیون و ناله کرد ‏ همه خلق را چشم پُر ژاله کرد

برین گونه بیهش بیفتاد و پست ‏ همه خلق را دل براو بر به خست

به هوش آمد و باز نالش گرفت ‏ برآن پور کُشته سگالش گرفت

بپوشید پس جامهٔ نیلگون ‏ همان نیلگون فرق گشته به خون

به روز و به شب مویه کرد و گریست ‏ پس از مرگ سهراب سالی به زلیست

سرانجام هم در غم او بمُرد
روانش بشد سوی سهراب گرد

# مُقطّعات و منقطعات

## ۱- از مجمع الفصحا

### ۱- در مذمّت شعر و شاعری

یارب این قاعدهٔ شعر به گیتی که نهاد؟ — که چو جمع شعرا، خیر دو گیتیش مباد!
ای برادر بجهان بدتر ازین کاری نیست — هان و هان تا نکنی تکیه براین بی بُنیاد
درفلک نیز عطارد زپی شومی شعر — یابد از سوزشِ دل هر دو مهی صد بیداد
گفتنش کندن جان است و نوشتن غمِ دل — محنت خواندنش، آن به که نیاری دریاد
این چه صنعت بود آخر، بنگوئی، که از آن — در همه عمر یکی لحظه نباشی دل شاد
خود از آن کس چه بکاهد که تو گوئیش "بخیل" — یا بر آن کس چه فزاید که تواش خوانی "راد"
کاغذی پُر کنی از حشو و فرستی به کسی — پس برنجی، که مرا کاغذ زر نفرستاد
آن نه خود حجت شرعی نه خط دیوانیست — پس از آن خط بتو چیزیش چرا باید داد
وین چه ژاژ است دگر باره که ابیات مدیح — گر بود هفت، فرستی به تقاضا هفتاد
پس بدین هم نشوی قانع و از پی تازی — بسوی خانهٔ ممدوح، چو تیری ز کشاد
همچو آئینه نهی در رُخ او پیشانی — او ز تو شرم کند، همچو عروس از داماد
وان مشنو که بگویند فلان شخص بشعر — ق — از فلان شاه به خروار زر و سیم ستاد
کان پی مصلحت خویش همانا گفتند — که نبودند ز بندِ طمع و حرص آزاد

ورنہ با جود طبیعی زِپَیِ راحتِ خلق
ورکسی زاد، بہ بخت نَنَش از روی یقین
آنچہ مقصودِ زشعراست چو درگیتی نیست

من بر آنم کہ کس از مادر ایام نزاد
چرخ ہبر ید بیکبار مگر نسل و نژاد
شاعران را ہمہ زین کار خدا توبہ دہاد

(اثیرالدین اومانی)

## ۲- درمناظرۂ قوس و رمح و مدّح شہریار منوچہر

ہر سلاحی را اگر زخمی است اندر کارزار
لیک آن کو ہم بجای خویش زخم آورد دُور
ہر دو را روزی جدال اُفتاد باہم در سخن
رمح گفت از تو، کہ قوسی فضل من بیشتر آنک
قوس گفت ار چون قد یاری تو چہ بود؟ کز مثال
رمح گفتا بُد عصای موسی مرسل چو من
قوس گفتا بُد عصای موسی آری چون تو لیک
رمح دیگر رہ بہ تندی گفت تو کوتہ قدی
قوس گفت ار کوتہ ام من کوتہان معجب بوند
رُمح گفت ای شوخ! خامش بکنیمان تا فضل خویش
آن منم کز قطر خون دارم منقط راغ و دشت
ہم یکی پیچندہ مارم، کِم زن آجال است دم
از من آمد فخر و پیروزی دلیرانِ عرب

زخم سخت آن دان کزان آن گرد عدو را کارزار
رمح و قوس است آلتِ جنگ آور آن کین گذار
این بر آن آورد حجت آن بدین کرد افتخار
تو چو پشت عاشقی، من چون قد دلبر نگار"
من چنان کار وی یارم گر تو ئی چون قد یار"
آنکہ شد مار و برآورد از سر دشمن دمار"
آن عصا ہم شبہ من شد، چون برا عدا گشت مار"
مردم کوتاہ معجب باشد و نابُرد بار"
تو درازی، و دراز احمق بود زی ہوشیار"
من بگویم چون بگفتم، آن زمان پاسخ گذار"
آن منم کہ شکل کین سازم مخطط کوہ و غار
ہم یکی جنبان درختم کِم ز پولاد است بار
از من آمد رایت منجوق شاہان کبار"

قوس گفتا بس که گفتی یافه[1] اکنون یک بیک
پاسخ از من بشنو و عقلت بلفظم برگمار

از سپهر صف منم بر دشت رزم انجم فشان
وز غمام کین منم بر جان خصم الماس بار

هم بقوت زنده پیلم هم بهیبت شرزه شیر
هم نه پیچش تند بادم، هم بسوزش تفته نار

بر جهان ژاله، چو نوک تیر من، بارد غمام
وز هوا قوس قزح، چون من پدید آرد بهار

جز بصحرا بر نیائی تو بکار، آنجا که جنگ
هم بصحرا بر بکار آیم من و هم در حصار

شاخ میوه در خزان چون من گرد[2] خم گاه بر
ماه گردون هر مهی چون من شود وقت نزار

فخر چندینی مکن، گر تو طویلی، من قصیر
کز چنار بی ثمر، بهتر درخت سیب و نار

ور عرب را زینتی گشتی تو، اکنون ترک را
زینت ترکان منم، وز من عرب شد تار و مار

صاحبت را در سفر توشه نتانی داد تو
از هوا من آورم مرغان و صید از مرغزار

رمح کاین بشنید عاجز گشت، عذر آورد و گفت
"راست گفتی وین نیامختی[3]، مگر از شهریار

نامور میر اجل، والا منوچهر، اصل ملک
تاج شاهان و شجاع دولت و فخر تبار

جود را طبعش مکان، فرهنگ را خلقش وراست
فضل را خاطرش معدن، عقل را رایش عیار

هفت گردون را بدوزد تیر او در یک روش
هفت دریا را بسوزد تیغ او در یک شرار

مهر دارد چادر از گرد، و مه از آتش لباس
زهره پیرایه ز پیکانها، زحل از خون ازار

خسروا از خدمتت بنده نیاسد سیر لیک
دیر شد تا دورم از ماوای و یار و غمگسار

لاله بودم روی و قار این موی لیکن گشت چرخ
زیر خیری لاله ام بنهفت، و زیر برف قار

کوهکن زی که شود، غواص زی دریا رود
تا مگر این زر برد، و آن در بیابد شاهوار

تو ملک هم کوه احسانی و هم دریای جود
کی عجب پس گر ز نزدت باز گردم شادخوار[4]

(اسدی طوسی)

[1] سخنان ہرزہ۔ [2] مخفف گیرد۔ [3] نیاموختی ۔ [4] خوش حال و فرحناک و شادمان ۔

## ب - از مجمع اللطائف مظفر حسین سمرقندی (در حدود سنه ۹۵۲ھ)

### ٣- مُناجات

الٰهی غنچهٔ اُمید بگشای — گلی از روضهٔ جاوید بنمای

بخندان از لبِ آن غنچه باغم — وزآن گل عطر پرور کن دماغم

درین محنت سرای بی مواسا — بنعمت هاي خویشم کن شناسا

ضمیرم را سپاس اندیشه گردان — زبانم را ستایش پیشه گردان

زتقویم خرد بهروزیم بخش — براقلیمِ سخن فیروزیم بخش

دلی دادی زگوهر گنج بر گنج — زگنجِ دل زبان را کن گهر سنج

کشادی نافهٔ طبع مرا ناف — معطّر کن زمشکم قاف تا قاف

زشعرم خامه را شکّر زبان کن — زعطرم نامه را عنبر فشان کن

سخن را خود سرانجامی نماندست — وزآن نامه بجز نامی نماندست

درین خمخانهٔ شیرین فسانه — نمی یابم صدائی زان ترانه

حریفان باده ها خوردند و رفتند — تهی خمخانه ها کردند و رفتند

نه بینم پختهٔ زین بزم وخامی — که باشد بر کفش زان باده جامی

بیا جامی ! رها کن شرمساری — زصاف و دُرد پیش آر آنچه داری

(یوسف زلیخای جامی ٧)

### ۴- وله ایضاً فی المناجات

خداوندا ! زهستی ساده بودیم — زبیم نیستی آزاده بودیم

نخست از نیست ما را هست کردی — بقیدِ آب و گل پابست کردی
زضعفِ ناتوانائی رهاندی — زنادانی به دانائی رساندی
فرستادی بما روشن کتابی — به امر و نهی فرمودی کتابی
میان نیک و بد تخلیط کردیم — گهی افراط و گه تفریط کردیم
ره فرمودنی ها کم سپردیم — به نافرمودنی ها پا فشردیم
تو نگذشتی ز دستورِ عنایت — نه پوشیدی زما نورِ هدایت
بر آن نور از تو گیرم پوششی نیست — چه حاصل زان چو ما را کوششی نیست
زنا کوشیدنِ خود در خروشیم — بده توفیقِ کوشش، تا بکوشیم
چو دانا همچون نادان گشته غرق است — زدانش تا به نادانی چه فرق است
زوستانهای نفسِ ناخوش آهنگ — مکن بر ما رهِ حُسنِ عمل تنگ
در آن تنگی که ما باشیم واهی — زرحمت سوی ما بگشای راهی
ازان ره خوان سوی درگاه ما را — به ایمان بربرون همراه ما را

## ٥- هم او گوید در صفتِ شب

شبی خوش همچو صبح زندگانی — نشاط افزا چو ایام جوانی
زجنبش مُرغ و ماهی آرمیده — حوادث پای در دامن کشیده
درین بُستان سرای پُر نظاره — نمانده باز جز چشمِ ستاره
سگان را طوق گشته حلقهٔ دُم — دران حلقه ره فریادشان گم
ربوده دزدِ شب هوشِ عسس را — زبان بسته جرس جُنبان جرس را

ستادہ از دہل کوبی دہل کوب — بہ جوم خواب دستش بستہ بر چوب

## ۶- منازلِ عمر۔ شیخ نظامی راست

حدیثِ کودکی و خود پرستی — رہا کن کان خماری بود و مستی

چو عمر از سی گذشت و یا خود از بیست — نمی باید دگر چون غافلان زیست

نشاطِ عمر باشد تا چہل سال — چہل چون شد، فرو ریزد پر و بال

پس از پنجہ نباشد تندرستی — بصر کُندی پذیرد، پای سُستی

چو شصت آمد، شکست آمد پدیدار — چو ہفتاد آمد، اُفتاد آلتِ کار

بہ ہشتاد و نود چون در رسیدی — بسا سختی کہ از گیتی کشیدی

وز آنجا گر بصد منزل رسانی — بود مرگی بصورتِ زندگانی

پس آن بہتر کہ خود را شاد داری — در آن شادی خدا را یاد داری

## ۷- مرثیۂ دلشاد خاتون۔ سلمان راست

سروِ بالای تو در خاک، دریغست دریغ — زیرِ خاک این گہرِ پاک، دریغست دریغ

دامنِ پیرہنِ عمرِ تو ای یوسفِ عہد — شدہ چون دامنِ گل چاک، دریغست دریغ

ای بخاکِ لحد و تختۂ تابوت اسیر — سروِ آزادِ تو خاشاک، دریغست دریغ

جای آن بود، کہ جای تو بود در دیدہ — راستی جای تو در خاک دریغست دریغ

## ۸- مرثیۂ فرزند۔ از مولنا عبدالرحمٰن جامی

ریختی خونِ دل از دیدۂ گریانِ پدر — رحم بر جانِ پدر نامدت ای جانِ پدر!

نوبهار آمد و گلها همه رستند ز خاک
تو هم از خاک بر آ، ای گلِ خندانِ پدر

جانِ خود بدهد و جانِ تو عوض بستاند
گر بود قابضِ ارواح به فرمانِ پدر

خواب دیدت که دل جمع پریشان کردی
راست شد عاقبت این خوابِ پریشانِ پدر

## ولهٗ ایضاً

زیرِ گل تنگ دل ای غنچهٔ رعنا چونی؟
بی تو ما غرقه به خونیم، تو بی ما چونی؟

سلکِ جمعیّتِ ما، بی تو گسستست ز هم
ما که جمعیم چنینیم، تو تنها چونی؟

می شود دیدهٔ بینا زغباری تیره
زیرِ خاک آمده ای، دیدهٔ بینا چونی؟

رُو به صحرای عدم تافتی از شهر وجود
من ازین شهر ملولم، تو به صحرا چونی؟

چون کسی نیست کز و صورتِ حالت پرسم
بهرِ تسکینِ دلِ خود ز خیالت پرسم

## ۱۰- فیضی راست

من براهی میروم کانجا قدم نامحرم است
وز مقامی حرف می گویم که دم نامحرم است

خوش دلم، گر دیدهٔ من شد سفید از انتظار
کز پیِ دیدارِ جانان دیده هم نامحرم است

ما اگر مکتوب ننوشتیم، عیبِ ما مکن
در میانِ رازِ مشتاقان قلم نامحرم است

هر کجا جان می رود، تن را در انجا بار نیست
هر کجا سلطان کند خلوت، حشم نامحرم است

فیضی از بزمِ نشاطِ ما حریفان غافلند
هر کجا ما جام می گیریم جم نامحرم است

# ۱۱- از ماست که بر ماست

یک روز عقابی ز سر سنگ هوا خواست — وز بهر طمع بال به پرواز بیاراست
اندر سر خود کرد بسی کبر و منی را — گفتا که "همه روی زمین زیر نظر ماست
گر دل شودم تنگ درین عالم خاکی — بر طارم افلاک مرا مسکن و ماواست
نسرین فلک را بمن از عالم دعوی — در قوت پرواز کجا زهره و یاراست؟
گر پشت کنم جانب افلاک، به بینم — یک یک سر موی که نهان در ته دریاست
جز من که توانا که پر د و ر همه عالم؟ — زیرا که کمین پرش من، عالم بالاست
آنجا که منم از بنی آدم نرسد زخم — گر همت پیر است و گر بازوی برناست"
بسیار منی کرد و ز تقدیر نترسید — گفتا که "فلک در پر من واله و شیداست"
ناگه ز کمین گوشه یکی سخت کمانی — تیری ز قضا و قدر انداخت برو راست
از شست جوان، تیر چنان تیز، بدر رفت — گفتی که "نگر رفتن او تا به ثریاست"
بر بال عقاب آمد آن تیر جگر دوز — از عالم علویش به سفلیش فرو خواست
بر خاک بیفتاد و طپان گشت چو ماهی — گفتا که "فلک را ز چه با ما همه غوغاست
آن لحظه کجا بودم، و این لحظه کجایم — این لحظه دلم پر غم و اندوه ز سوداست"
سختش عجب آمد که ز چوبست و ز آهن — این تندی و تیزی پریدن ز چه پیداست؟
چون نیک نظر کرد، پر خویش برو دید — گفتا "ز که نالیم؟ هم از ماست که بر ماست"
در قهقهه کبک دو صد چنگل باز است — و اندر پس هر خنده دو صد گریه مهیاست
سعدی بدر آور ز سرت کبر و منی را — دیدی که عقابی که منی کرد چه برخاست

## ۱۲- کلام حکیم گرامی شیخ نظامی

نانِ جوین و خرقهٔ پشمین و آبِ شور
با یک دو هم‌نشین، که نیرزد به نیم جو
تاریک کلبه‌ای که پیِ روشنیِ آن
گر از سپهر عقدِ ثریّا فرستدم
دردی، بخاکِ پای قناعت، که ننگرم
تا بیخِ حرص برنکنی از زمینِ دل

تا

سی پارهٔ کلام و حدیثِ پیمبری
در پیشِ چشمِ همّتِ شانِ مُلکِ سنجری
بیهوده منّتی ننهد شمعِ خاوری
از روی مهر برطبق ماه مشتری
تا این حدیث را تو به بازیچه نشمری
از شاخِ دین دمی نتوانی که برخوری

## ۱۳- مصلح الدین شیخ سعدیؒ راست

نظر کردم به چشمِ رای و تدبیر
نگویم لب ببند و دیده بردوز
زمانی بحثِ علم و درسِ تنزیل
زمانی نرد و شطرنج و حکایات
خدا لیست آنکه ذاتِ بی مثالش

ندیدم به ز خاموشی خصالی
ولیکن هر مقامی را مقالی
که باشد نفسِ انسان را کمالی
که باشد عقل را دفعِ ملالی
نگردد هرگز از حالی به حالی

## ۱۴- قدوة الشعراء حکیم انوری راست

در حدودِ ری یکی دیوانه بود
در تموز و دی بسالی یک دو بار

سال و مه گردی بطرفِ دشت گشت
جانبِ شهر آمدی از طرفِ دشت

گفتی: «ای آنانکه تان آماده بود      گاه قرب و بعد این زرینه طشت
قاقم[۱] و سنجاب[۲] در سرما سه چار      توزی[۳] و کتان[۴] به گرما هفت هشت
گر شما را کارسازی بد، چه شد      ور چه ما را بود بی برگی چه گشت
راحت هستی و رنج نیستی      بر شما بگذشت و بر ما هم گذشت

## ۱۵- ابن یمین راست

شنیدهٔ تو که محمود غزنوی شب دی      نشاط کرد و شبش جمله در سمور گذشت
یکی فقیر در آن شب سر تنور گزید      شب تنور بر آن دردمند عور گذشت
چو صبح گشت برآورد نعرهٔ که ای محمود!      «شب سمور گذشت و شب تنور گذشت»

## ۱۶- وله

دلا! بار جهان، بر گردن جان      منه چندین، که چندانی نیرزد
به سیم و زر مشو بسیار مائل      که اینها کندن جانی نیرزد
طعام چرب و شیرین سلاطین      جواب تلخ دربانی نیرزد
مرا خیزد ز بحر دل گهرها      که هر یک زان کم از کانی نیرزد

[۱] جانوری است که پوستش بغایت سفید و ملائم باشد، و از آن پوستین سازند.
[۲] جانوری است که مویش در نهایت نرمی و نزاکت و از پوست آن پوستینهای گران بها سازند. [۳] توز نام شهری است در خوزستان واهواز و بافته، آن جا را توزی گویند.
[۴] نوعی از جامهٔ باریک که از پوست گیاهی بافند.

| | |
|---|---|
| ولی با همتِ اهلِ زمانه | به قیمت گوهری نانی نیرزد |
| دریغ ابنِ یمین جائی که آن جا | دو صد دانا به نادانی نیرزد |

## ۱۷ - ولهٗ

| | |
|---|---|
| دعوی همت کسی کند که اگر جان | بر لبش آید ز لال خضر ننوشد |
| ور بفرستد خلیفه جامهٔ زربفت | خرقه کند اختیار و جامه نپوشد |
| حلقه به گوشِ کسان چو سفره نگردد | در پیِ حرص و طمع چو دیگ نجوشد |
| خاکِ درِ خاصگانِ ملکِ قناعت | گر به دو عالم خرند از و، نفروشد |
| ور به مرادش مدارِ چرخ نگردد | مرد مخوانش که چون زنان بخروشد |
| جهد کند تا دلِ شکسته بجوید | در پیِ آزارِ هیچ نفس نکوشد |

## ۱۸ - ولهٗ

| | |
|---|---|
| با خرد گفتم "ای مُدبرِ کار! | کس به دانش چو تو نشان ندهند |
| چیست حکمت که از خزانهٔ غیب | قُوتِ یک شب به نیکوان ندهند |
| آنچه با جاهلان سفله دهند | با بزرگانِ خُرده دان ندهند |
| کج روان را دهند خرمن ها | پرِ کاهی به راستان ندهند |
| ابلهان را دهند گنجِ گهر | با هنرپیشه نیم نان ندهند |
| مگسان را دهند قند و شکر | به همائی جُز استخوان ندهند |
| سفلهٔ صدر، و اهلِ دانش را | به غلط ره به آستان ندهند" |
| عقل گفت "این حدیث نشنیدی | هر کرا این دهند آن ندهند |

## ۱۹ - ولہٗ

| | |
|---|---|
| چہ خوش بودی ای دل درین دیر فانی | کہ کس را بہ کس آشنائی نبودی |
| وگر زانکہ بودی، بہ یاران ہمدم | فلک را سر بی وفائی نبودی |
| خوش است آشنائی بہ یاران، ولیکن | چہ بودی، کہ رسمِ جُدائی نبودی |

## ۲۰ - قطعہ کہ سلطانِ سنجر در وقت فوت گفت

بہ زخم تیغِ جہان گیر و گُرزِ قلعہ کشای
جہان مسخّرِ من شد، چو تن مسخّر رای
بسی قلاع کشادم بیک نمودن دست
بسی مصاف شکستم بہ یک فشردن پای
چو مرگ تاختن آورد ہیچ سُود نہ کرد
بقا بقای خدایست و مُلک مُلکِ خدای

## ۲۱ - قطعہ

| | |
|---|---|
| چند گوئی کہ بد اندیش و حسُود | عیب گویانِ من مسکینند |
| گہ بہ خون ریختنم بر خیزند | گہ بہ بد خواستنم بنشینند |
| نیک باشی و بدت گوید خلق | بہ کہ بد باشی و نیکت بینند |

# رباعیات

## خواجه عبدالله انصاری راست قدّس سرّہ

پیوسته دلم دم از رضای تو زند — جان در تنِ من نفس برای تو زند
گر بر سر خاکِ من گیاهی روید — از هر برگی بوی وفای تو زند

### ولہ

در راه خدا دو کعبه آمد منزل — یک کعبهٔ دل باشد و یک کعبهٔ گل
تا بتوانی زیارتِ دلها کن — کافزون ز هزار کعبه آمد یک دل

### ولہ

عیب است بزرگ برکشیدن خود را — وز جملهٔ خلق برگزیدن خود را
از مردمکِ دیده بباید آموخت — دیدن همه کس را، و ندیدن خود را

## سلطان بایزید بسطامی راست قدّس سرّہ

خواهی که رسی بکام، بردار دو گام — یک گام ز دنیا، و یکی گام ز کام
نیکو مثلی زده است پیرِ بسطامؒ — "از دانهٔ طمع ببر که رستی از دام"

### ولہ

هر ذره که بر روی زمینی بود است — خورشید رخی زهره جبینی بود است
گرد از رخ نازنینِ یارم مفشان — کان هم رخ خوبِ نازنینی بود است

## سلطان ابوسعید ابوالخیر راست

| | |
|---|---|
| ای نیک نکرده جمله بدها کرده | وانگاه خلاص خود تمنّا کرده |
| بر عفو مکن تکیه که هرگز نبود | ناکرده چو کرده، کرده چون ناکرده |

## شیخ احمد غزالی راست

| | |
|---|---|
| شیراز قدح باده بمستان ندهند | جان باز که وصل او بدستان ندهند |
| آنجا که مجرّدان بهم می نوشند | یک جرعه به خویشتن پرستان ندهند |

## خواجه عبد الخالق غجدوانی راست

| | |
|---|---|
| ای دل تو مطیع هیچ فرمان نشدی | وز جرم و گناه خود پشیمان نشدی |
| مفتی و فقیه و عالم و دانشمند | این جمله شدی، ولی مسلمان نشدی |

## شیخ عماد الدّین راست

| | |
|---|---|
| ای دوست بیا این دل غمناک به بین | این جان فگار و سینهٔ چاک به بین |
| بخرام چو سرو ناز و صد روی نیاز | در هر طرفی نهاده بر خاک به بین |

## شیخ ابو الوفا خوارزمی است

| | |
|---|---|
| در صحبت جاهلان گرافتی ای جان | خود را به حیل ز چنگ شان باز رهان |
| آری و بلی بگو سری می جنبان | در بحث مشو ورنه شوی سرگردان |

ولہ

| | |
|---|---|
| گر کارِ تو نیک است بہ تدبیر تو نیست | ور زانکہ بداست ہم زتقصیر تو نیست |
| تسلیم و رضا پیشہ کن و شاد بزی | چون نیک و بد جہان بہ تقدیر تو نیست |

## ملک الحکماء شیخ عمر خیّام راست

| | |
|---|---|
| تا بتوانی رنجہ مگردان کس را | بر آتشِ خشمِ خویش منشان کس را |
| گر راحتِ جاوید طمع می داری | می رنج ہمیشہ و مرنجان کس را |

ولہ

| | |
|---|---|
| گفتم کہ دلم زعلم محروم نشد | کم بود زنسخہا کہ مفہوم نشد |
| ہفتاد و دو سال فکر کردم شب و روز | عمرم بگذشت و ہیچ معلوم نشد |

ولہ

| | |
|---|---|
| بر چہرۂ گُل نسیم نوروز خوش است | در صحنِ چمن روی دل افروز خوش است |
| از دی کہ گذشت، ہر چہ گوئی خوش نیست | خوش باش و ز دی مگو، کہ امروز خوش است |

ولہ

| | |
|---|---|
| چندین غم مال و حسرتِ دنیا چیست؟ | ہرگز دیدی کسی کہ جاوید بزیست |
| این یک دو نفس کہ در تنت عاریت است | با عاریتی عاریتی باید زیست |

ولہ

| | |
|---|---|
| برخیز و مخور غمِ جہان گذران | بنشین و جہان بشادمانی گذران |
| در طبع زمانہ گر وفائی بودی | نوبت بتو خود نیامدی از دگران |

## وله

هنگام سفیده دم خروس سحری — دانی که چرا همی کند نوحه گری

یعنی بنمودند در آئینهٔ صبح — کز عمر شبی گذشت و تو بی خبری

## وله

در فقر چو خاک پست می باید بود — وز بادهٔ شوق مست می باید بود

اندیشهٔ زبیش و کم نمی باید کرد — خرسند، بهرچه هست، می باید بود

(۱۱۱۹ - نیشاپور)

# شیخ فریدالدّین عطّار رح راست

با دل گفتم: "ز دیگران پیش مباش — رو، مرهم ریش باش، چون نیش مباش

خواهی که ترا ز هیچ کس بد نرسد — بدگوئی و بدآموز و بداندیش مباش"

## وله

تا در نرسد وعدهٔ هر کار که هست — سودت ندهد یاری هر یار که هست

تا از حمت سرمایِ زمستان نکشد — پُرگل نشود دامنِ هر خار که هست

## وله

هر چیز که در جهان بدانی نیکو — حقّا که ازان چیز جوانی نیکو

وآن هم گذران است ازآن خوشتر چیست؟ — با خلق خدایِ زندگانی نیکو

## وله

چون ذرّه بخورشیدِ درخشان پیوست — چون قطرهٔ سرگشته به عمّان پیوست

جان بُود میان دی و جانان حائل — فی الحال که جان داد به جانان پیوست

**وله**

| | |
|---|---|
| بامال ومنال دل منه، جانِ پدر! | در فضل وهنر رنج بری اولیٰ تر |
| گرکان زرت باشد وگر گنج گهر | با تو نکند وفا، مگر فضل و هنر |

**وله**

| | |
|---|---|
| زان قطرۂ شبنم که نسیم سحری | از ابر جدا کرد به صد حیله گری |
| پس بر سرِ گُل چکاند، ای رشکِ پری | حقا که هزار بار پاکیزه تری |

**وله**

| | |
|---|---|
| کس نیست که او شیفتۂ روی تو نیست | سرگشته چو من از شکن موی تو نیست |
| گویند بهشتِ جاودان خوش باشد | دانم بیقین که خوشتر از کوی تو نیست |

# ج - از مجلۂ آینده

## ۱- زارع

| | |
|---|---|
| پاینده باش زارعِ بدبختِ رنج بر! | ای آنکه زندگانیِ ما در بقایِ تست |
| بدبخت خواندمت بخطا، عذرِ من پذیر | خوش بخت زیر سایۂ همچون همایِ تست |
| در نزدِ خلق گرچه گدائی و بی نوا | در چشم من تو شاهی، وسلطان گدایِ تست |
| یک دانه، زیرِ دستِ تو، صد دانه میشود | هر شاخه ای که روید از آن، در دُعایِ تست |
| دانی که خوشه از چه سرافگنده بر زمین؟ | شکرِ تو میگذارد و اندر ثنایِ تست |
| از قحط و از غلا نشود کارِ خلق تنگ | تا مشکلات در کفِ مشکل کشایِ تست |
| نیکی به خلق می کن و اُمیدوار باش | فردای رستخیز، که نیکی سزایِ تست |

| | |
|---|---|
| گر هر دم از رضای تو غافل نشسته اند | خوشنودی رضای خدا در رضای تست |
| جان حقیر من نبود لائق نثار | ورنه ز روی صدق و ارادت فدای تست |

دکتر افشار

## ۲- فصل طرب

| | |
|---|---|
| از کوه برشدند خروشان سحابها | غلطان شدند از بر البرز آب ها |
| باد بهاری آمد و بر بوستان گذشت | بگرفت زلف سنبل از آن باد، تابها |
| یک باره بلبلان همه در بوستان شدند | یکسر برون شدند ز بستان غرابها |
| دوشیزه بادهای نر از سوی بوستان | بر روی ما زدند سحرگه گلاب ها |
| وقت سحر ز بانگ نوازنده بلبلان | بر هر کرانه ساخته بینی رباب ها |
| قمری چو بر چنار سوالی همی کند | بلبل ز سرو بن دهد او را جواب ها |
| از نیل سوده با قدری آب معصفر | زلف بنفشه راست به هر شب خضابها |
| هر لحظه بر هوا نگری لشکر گشن | شمشیرها کشیده برون از قرابها |
| چون صد هزار جام بلورین واژگون | برآیدان ز ریزش باران حبابها |
| خوبان سپید دم بسوی بوستان شدند | از بهر دیدن رخ گل با شتاب ها |
| گوئی دمیده هر طرف از روی دلبران | در سایگاه بید به نان آفتاب ها |
| وقتی خوش است عاشق دلداده را کنون | در خانه داشتن نتوان با طناب ها |
| زین فصل و بابها که کتاب زمانه راست | تو اختیار فصل طرب کن ز باب ها |
| جز روز خرمی نبود در شمار عمر | ما برگرفته ایم ز گیتی حساب ها |
| زین انقلابها که جهان راست، غم مدار | کاندر پناه شاهی از این انقلاب ها |

(محمود خان ملک الشعرا)

ـ او از شعرای دورهٔ قاجاریه بود و مداح سلاطین آن سلسله - پدرش محمد حسین خان عندلیب و جد وی فتح علی خان (متلخص فتح علی خان قاجار) نیز هر دو لقب ملک الشعراء داشته اند (از آینده)

# د- از ادبیاتِ ایران جدید

## مؤلفہ اُستاد براؤن

(۱)

سلطنت بہرِ شہان با ظلم و ستم نپاید
تا کہ ہمت نکنی کس بہ رخت در نگشاید
انبیا درج نمودند مقالاتِ عدالت
علما جملہ نوشتند روایاتِ عدالت

جان نثاری پی اصلاحِ وطن باید و شاید
"مُرد آنست کہ لب بندد و بازو بکشاید"
اولیا جملہ سرودند عباراتِ عدالت
گفتگو بیہدہ از مظلمہ امروز نشاید

مرد آنست کہ لب بندد و بازو بکشاید

(۲)

گر نظر در کارِ استبداد و مشروطہ کنی
وقت استبداد می جستند سگ از بہرِ صید

فرق استبداد با مشروطہ باشد بیشمار
گاہِ مشروطہ بجویند آدمی از بہرِ کار

(۳)

اُفتادہ ایم سخت بہ دامِ بلای گِل
گِل مشکلی شدہ است بہر معبر و طریق
ہر گہ کہ ابر خیمہ زند در فضای شہر
گِل دل نمی کَنَد ز خراسان و اہلِ او
گر صد ہزار کفش بدرّد بپای خلق
با خضر اگر روند بہ ظلماتِ کوچہ خلق

یا رب چو ما مباد کسی مُبتلای گِل
گام رَوندگان شدہ مشکلشای گِل
بر بام ہر سرای بر آید لوای گِل
ای جانِ اہلِ شہر فدای وفای گِل
ہرگز نمی رسند بہ کشفِ غطای گِل
اسکندری خورند درین چشمہای گِل

اول قدم که بوسه زنار گل به پای ما
افتیم بر زمین و ببوسیم پای گل

گلها ثقیل و درهم و کوچه خراب و تنگ
آه از جفای کوچه و داد از جفای گل

گل هر چه را به پنجه در آورد، ول نکرد
صد آفرین به پنجهٔ معجز نمای گل

از گل زبس که خاطر دلها فسرده است
گل نیز بعد ازین ندمد از فضای گل

بر روزگار خویش کنم گریه بامداد
چون بنگرم بخندهٔ دندان نمای گل

از پشت تا بشانه و از پیش تا بریش
هستند خلق یکسره غرق غطای گل

امروز در قلمرو طوس از بلند و پست
آنجایگه کجاست که خالی ست جای گل

آید اگر جهاز زره پوش ز انگلینڈ
حیران شود ز لجهٔ بی منتهای گل

گر لای و گل تمام نگردد ازین بلد
اهل بلد تمام بمانند لای گل

شرم آیدم ز گفتن بسیار، ورنه باز
چندین هزار مسئله باشد ورای گل

(ملک الشعرا بهار)

(۴)

ای خطهٔ ایران مهین ای وطن من
ای گشته بمهر تو عجین جان و تن من

ای عاصمهٔ دنیی آباد، که شد باز
آشفته کنارت چو دل پر حزن من

دور از تو گل و لاله و سرو و سمنم نیست
ای باغ گل و لاله و سرو و سمن من

بس خار مصیبت که خلد مار ابر پای
بی روی تو ای تازه شگفته چمن من

ای بار خدای من اگر بی تو زیم باز
افرشتهٔ من گردد چون اهرمن من

تا هست کنار تو پر از لشکر دشمن
هرگز نشود خالی از دل محن من

از رنج تو لاغر شده ام چونان کز من
تا بر نشود ناله، نه بینی بدن من

دردا و دریغا که چنان گشتی بی برگ
کز بافتهٔ خویش نداری کفن من

بسیار سخن گفتم در تعزیت تو — آوخ که نگریاند کس را سخن من
آنگاه نبوشتند سخنهای مرا خلق — کز خون من آغشته شود پیرهن من
وامروز همی گویم با محنت بسیار — "دردا و دریغا وطن من وطن من"

## ۵ - اندر پرستش

یکی گیتی، یکی یزدان پرستد — یکی پیدا، یکی پنهان، پرستد
یکی بودا[1] و آن دیگر برهمن — دگر زان موسیٰ چوپان پرستد
یکی از روی دستور[2] اوستا — فروغ و خاور رخشان پرستد
یکی ذات مسیح ناصری را — بسان حضرت سبحان پرستد
گروهی پیرو وخشور[3] تازی — حدیث و سنّت و قرآن پرستد
پرستند بابی الواح و بیان را — بهائی اقدس و ایقان پرستد

.. .. .. .. ..

چه نیرنگ است یاران مفتی شرع — مرید ابله و نادان پرستد
تهی انبان زاهد از زر و مال — قصور و کوثر و رضوان پرستد
چه گویم خود تو دانی، واعظ شهر — انین و دیدهٔ گریان پرستد
فرو شد عارف اندر وحدت ذات — وجوب و جوهر و امکان پرستد
صفا جو صوفی پشمینه پوشاک — مرید و مرشد و عرفان پرستد
دل از دنیای فانی کنده، درویش — چو جغدی گوشهٔ ویران پرستد
قلندر واله از سرّ انا الحق — حشیش وحدت و قلیان پرستد
سیه شد روزگار عاشق از عشق — سواد طرهٔ جانان پرستد

[1] گوتم بدھ ✤ [2] کتاب مقدس زردشتیان ✤ [3] پیغمبر علیه السلام ✤

سرشک ازبس فرو باریدشد کور  هنوز او نرگسِ چشمان پرستد
تو خود دانی که مستِ باده خواره  کباب و پستهٔ خندان پرستد
نهنگِ قلزمِ اندیشه، شاعر  گزاف و یاوه و هذیان پرستد
فغان از سر دبیر روزنامه  دروغ و مهمل و بهتان پرستد
وکیل محترم راکیش پول است  وزیر محترم عنوان پرستد
پزشک آمد عدوی تندرستی  جذام و سکته و یرقان پرستد
مُنجّم سرگم اندر سیر افلاک  نجوم و اخترِ گردان پرستد
دلِ پُر آرزوی کیمیاگر  زرِ پاکیزه و رخشان پرستد
نهد در کوره بوته در دمادم  پس آنگه زیبق لرزان پرستد
نماند کیش جاده گر نهفته  ملول از آدم، و پریان پرستد
شنیدستی که رامشگر همه عمر  نوا و نغمه و الحان پرستد
خمیده چون کمان پشت کشاورز  فشانده دانه و باران پرستد
نه بیند باغبان جز کشتهٔ خویش  ازان رو لاله و ریحان پرستد
ندانم از چه رو فرزندِ ایران  گه اطریش و گهی المان پرستد
شناسم جمعی از مردان آزاد  در ایران کنده و زندان پرستد
حذر ز آئینِ خرس روسی خو  جفا و کینه و عدوان پرستد
چرا مشتی ز شاگردانِ پاریس  دل و دین داده و نسوان پرستد
برون کرده ز دل مهرِ وطن را  دو زلف و قامتِ خوبان پرستد
اگر پُرسی ز کیشش پُور داوُد  جوان پارسی ایران پرستد

# ۵- از پیامِ مشرق

## سرودِ انجم

هستیِ ما نظامِ ما مستیِ ما خرامِ ما
گردشِ بی مقامِ ما زندگیِ دوامِ ما
دَورِ فلک به کامِ ما، می نگریم و می رویم

جلوه گهِ شهود را بُت کدهٔ نمود را
رزمِ نبود و بُود را کشمکشِ وجود را
عالمِ دیرو زود را، می نگریم و می رویم

گرمیِ کار زار ها خامیِ پخته کار ها
تاج و سریر و دار ها خواریِ شهر یار ها
بازیِ روز گار ها، می نگریم و می رویم

خواجه ز سروری گذشت بنده ز چاکری گذشت
زاری و قیصری گذشت دَورِ سکندری گذشت
شیوهٔ بُتگری گذشت، می نگریم و می رویم

خاکِ خموش در خروش سُست نهاد و سخت کوش
گاه به بزمِ ناو نوش گاه جنازهٔ به دوش
میرِ جهان و سفته گوش، می نگریم و می رویم

تو به طلسمِ چون و چند عقلِ تو در کشاد و بند
مثلِ غزاله در کمند زار و زبون و دردمند
ما به نشیمنِ بلند، می نگریم و می رویم

پرده چرا؟ ظهور چیست؟ اصلِ ظلام و نور چیست
چشم و دل و شعور چیست؟ فطرتِ ناصبور چیست
این همه نزد و دور چیست، می نگریم و می رویم

بیشِ تو نزدِ ما کمی سالِ تو پیشِ ما دمی
ای به کنارِ تو یمی ساختهٔ به شبنمی
تا به تلاشِ عالمی، می نگریم و می رویم

(سر محمد اقبالؒ مرحوم)

# و- از دیوان پروین اعتصامی

## ۱- گویند عارفان هنر و علم کیمیاست

گویند عارفان هنر و علم کیمیاست / وان مس که گشت همسر این کیمیا طلاست

فرخنده طائری که بدین بال و پر پرید / همدوش مرغ دولت و هم عرصهٔ هماست

وقت گذشته را نتوانی خرید باز / مفروش خیره کاین گهر پاک بی بهاست

گر زنده ای و مرده نه ای کار جان گزین / تن پروری چه سود چو جان تو ناشناست

تو مردمی و دولت مردم فضیلت است / تنها وظیفهٔ تو همی نیست خواب و خاست

زان راه باز گرد که از رهروان تهی است / زان آدمی بترس که با دیو آشناست

سالک نخواسته است ز گم گشته رهبری / عاقل نکرده است ز دیوانه بازخواست

چون معدن است علم و در آن روح کارگر / پیوند علم و جان سخن کاه و کهرباست

خوشتر شوی به فضل ز لعلی که در زمی است / برتر پری به علم ز مرغی که در هواست

گر لاغری تو جرم شبان تو نیست هیچ / زیرا که وقت خواب تو در موسم چراست

دانی ملخ چه گفت چو سرما و برف دید / "تا گرم جست و خیز شدم نوبت شتاست"

جان را بلند دار که این است برتری / پستی نه از زمین و بلندی نه از سماست

اندر سموم طینت باد بهار نیست / آن نکهت خوش از نفس خرم صباست

آن را که دیبهٔ هنر و علم در براست / فرش سرای او چه غم ار زانکه بوریاست

آزاده کس نگفت ترا تا که خاطرت
گاهی اسیر آز و گهی بستهٔ هواست

مزدور دیو هیمه کش او شدیم از آن
کاین سفله تن گرسنه و در فکر غذاست

تو دیو بین که پیش رو راه آدمی است
تو آدمی نگر که چه دستیش رهنماست

بیگانه دزد را به کمین می توان گرفت
نتوان رهید ز آفت دزدی که آشناست

بشناس فرق دوست ز دشمن به چشم عقل
مفتون مشو که در پس هر چهره چهره هاست

جمشید ساخت جام جهان بین از آن سبب
کاگه نبود از این که جهان جام خودنماست

زنگارهاست در دل آلودگان دهر
هر پاک جامه را نتوان گفت پارساست

ای دل غرور و حرص زبونی و سفلگی است
ای دیده راه دیو ز راه خدا جداست

گر فکر برتری کنی و برپری ز شوق
بینی که در کجائی و اندر سرت چهاست

جان شاخه ایست میوهٔ آن علم و فضل و رای
در شاخه ای نگر که چه خوش رنگ میوه هاست

ای شاخ تازه رس که به گلشن دمیده ای
آن گلبنی که گل ندهد کمتر از گیاست

اعمی است گر به دیدهٔ معنیش بنگری
آن کو خطا نمود و ندانست کان خطاست

زان گنج شایگان که به کنج قناعت است
مور ضعیف گر چو سلیمان شود رواست

دهقان توئی به مزرع ملک وجود خویش
کار تو همچو غله و ایام آسیاست

سر بی چراغ عقل گرفتار تیرگی است
تن بی وجود روح پراگنده چون هباست

هم نیروی چنار نگشته است شاخکی
کز هر نسیم بید صفت قامتش دوتاست

گر پند تلخ می دهمت ترش رو مباش
تلخی بیاد آر که خاصیت دواست

در پیش پای بنگر و آنگه گذار پای
در راه چاه و چشم تو همواره در قفاست

چون روشنی رسد ز چراغی که مرده است
چون درد به شود ز طبیبی که مبتلاست

گندم نه کاشتیم گر کشت زان سبب — مارا بجائی آرد در انبار لوبیاست
در آسمان علم عمل برترین پر است — در کشور وجود هنر بهترین غناست
در پیچ و تاب های ره عشق مقصد است — در موجهای بحر سعادت سفینه هاست
قصر رفیع معرفت و کاخ مردمی — در خاکدان پست جهان برترین بناست
عاقل کسی که رنج بردشت آرزو است — خرم کسی که درد امید روشناست
بازارگان شدستی و کالات هیچ نیست — در حیرتم که نام تو بازارگان چراست
با دانش است فخر نه با ثروت و عقار — تنها هنر تفاوت انسان و چارپاست
زآشوبهای سیل و ز فریادهای موج — نندیشد ای فقیه هر آنکس که ناخداست
دیوانگی است قصهٔ تقدیر و بخت نیست — از بام سرنگون شدن و گفتن این قضاست
آن سفله کو مفتی و قاضی است نام او — تا پود و تار جامه اش از رشوه و ریاست
گر درهمی دهند بهشتی طمع کنند — کو آنچنان عبادت و زهدی که بی ریاست

جان را هر آنکه معرفت آموخت مردم است
دل را هر آنکه نیک نگهداشت پادشاست

## ۲ - گفتار و کردار

به گربه گفت ز راه عتاب شیر ژیان — ندیده ام چو تو هیچ آفریده سرگردان
خیال بستی و دزدی ترا بود همه روز — بسوی مطبخ شه یا به کلبهٔ دهقان
گهی ز کاسهٔ بیچارگان بری کیپا — گهی ز سفرهٔ درماندگان ربائی نان

نه ترکتازیِ تو مانده بیوه زن ناهار / ز حیله سازیِ تو گشته مطبخی نالان
چرا زنی رهِ خلق ای سیه دل از پیِ هیچ / چه پُر کنی شکم ای خودپرست چون انبان
برائی خوردنِ کشک از چه کوزه می شکنی / قضا به پیرزن آن را فروخته است گران
به زخم قلب فقیران چه کس نهد مرهم / دگر برند خسارت چه کس دهد تاوان
مکُن سیاه سر و گوش و دُم به تابه و دیگ / سیاهی سر و گوش از سیه دلی است نشان
نه ماست مانده ز آزت بخانهٔ زارع / نه شیر مانده ز جورت به کاسهٔ چوپان
گهت ز گوش چکانند خون و گاه از دُم / شبی ز سنگ رسدت فتنه و ز چوب دربان
تو از چه ملعبهٔ دستِ کودکان شده‌ای / بچشم من نشود هیچ کس ز بیم عیان
بیا به بیشه و آزاد زندگانی کُن / برایِ خوردن و خوش زیستن مکن وجدان
شکارگاه بسی هست و صید خفته بسی / بشرطِ آنکه کنی تیز پنجه و دندان
مرا فریب نداده است هیچ شب گردون / مرا زبون ننموده است هیچ روز انسان
مرا دلیری و کار آگهی بزرگی داد / به رایِ پیر توانیم داشت بخت جوان
زمانه ام نه فکنده است هیچ گاه به دام / نشانه ام ننموده است هیچ تیر و کمان
چو راه بینی و ره رو تو نیز پیشتر آی / چو هست گوی سعادت تو هم بزن چوگان
شنید گربه نصیحت ز شیر و کرد سفر / نمود در دل غاری تهی و تیره مکان
گهی چو شیر بغرید و بر زمین زد دُم / برای تجربه گاهی به گوش داد تکان
بخویش گفت کنون کز نژاد شیرانم / نه شهر و وادی و صحرا بود مرا شایان
برون جهم ز کمین گاه وقت حمله چنین / فرو برم به تنِ خصم چنگِ تیز چنان
نبود آگهیم پیش از این که من چه کسم / بوقتِ کار توان کرد این خطا جبران

چه شد ز رنگ شب آن دشت بیمناک سیاه — نمود وحشت و اندیشه گربه را ترسان

تنش بلرزه فتاد از صدای گرگ و شغال — دلش چو مرغ تپید از خزیدن ثعبان

گهی درخت در افتاد و گاه سنگ شکست — زنند باد حوادث ز فتنهٔ طوفان

ز بیم چشمِ زحل خون ناب ریخت بخاک — چو شاخِ بید بلرزید زهرهٔ رخشان

درِ تنور نهادند و شمعِ مطبخ مرد — طلوع کرد مه و ماند در فلک حیران

شبان چو خفت بر آمد ببامِ آغل گرگ — چنین زنند رهِ خفتگان شب دزدان

گذشت قافله‌ای کرد ناله‌ای جرسی — بدستِ راهزنی گشت رهروی عریان

شغالِ پیر به امیدِ خوردنِ انگور — بجست بر سر دیوار کوتهِ بُستان

خزید گربهٔ دهقان به پشتِ خیک پنیر — زدند تا که در انبار موشکان جولان

ز کنجِ مطبخ تاریک خاست غوغائی — مگر که روبهکی بُرد مُرغکی بریان

پلنگ گرسنه آمد ز کوهسار بزیر — بسوی غار شد اندر هوای طعمه روان

شنید گربهٔ مسکین صدای پا و ز بیم — ز جای جست که بگریزد و شود پنهان

ز فرطِ خوف فراموش کرد گفتهٔ خویش — که کار باید و نیرو نه دعوی و عنوان

نه ره شناخت نه اش پای راه رفتن ماند — نه چشم داشت فروغ و نه پنجه داشت توان

نمود آرزوی شهر و در امید فرار — دمی به روزنهٔ سقفِ غار شد نگران

گذشت گربگی و روزگار شیری شد — ولیک شیر شدن گربه را نبود آسان

به ناگهان ز کمینگاه خویش جست پلنگ — برانِ گربه فرو بُرد چنگ خون افشان

به زیر پنجهٔ صیاد صید نالان گفت — بدین طریق بمیرند مردمِ نادان

بشهر گربه و در کوهسار شیر شدم — خیالِ بیهده بین باختم درین ره جان

ز خود پرستی و آزم چنین شد آخر کار
بنای سُست بریزد چو سخت شد باران

گرفتم آنکه به صورت به شیر می مانم
ندارم آن دل و نیرو همین بسم نقصان

بلند شاخه بدست بلند میوه دهد
چرا که با نظر پست برتری نتوان

حدیثِ نور تجلّی به نزد شمع نگوی
نه هر که داشت عصا بود موسیٰ عمران

بدان خیال که قصری بنا کنی روزی
به تیشه کلبهٔ آباد خود مکن ویران

چراغ فکر دهد چشمِ عقل را پرتو
طبیبِ عقل کند درد آز را درمان

به بین ز دست چه کار آیدت همان مسکین
مباش همچو دهل خودنما و هیچ میان

بهل که کان هوا را نیافت کس گوهر
مرو که راه هوس را ندید کس پایان

چگونه رام کنی توسن حوادث را
تو خویش را نتوانی نگهداشت عنان

منه گرت بصری هست پای در آتش
مزن گرت خردی هست مشت بر سندان

# ۱۱- از کتابِ سخنورانِ ایران

## ۱- قطعه

دانائی و تدبیر ز انفاق و کرم به
تا نیک بخشند و بپوشند و نیوشند
شمشیر و قلم حامیِ ملک‌اند به تحقیق
در مذهبِ من ساده دروغی بسزا وار
دستی که پی آز و طمع تیغ ستم آخت
انگشتِ خموشی بلبِ خویش نهادن

انفاق و کرم نیز ز دینار و درم به
دینار و درم در کفِ اصحابِ کرم به
امّا دلِ بیدار ز شمشیر و قلم به
زان راست که یاور نشود جز به قسم به
گر زانکه ببرند به شمشیر ستم به
از آن که به خائی به لب انگشتِ ندم به

در محضرِ اربابِ هنر همچو امیری
گر هیچ نگوئی سخن از لاؤ نعم به

(امیری)

## ۲- قطعه

### این قطعهٔ شیوا متضمنِ مضمونی است که سعدی فرماید

(تربیت نا اهل را چون گردگان بر گنبد است)

شنیده ام که شهی با وزیرِ خود میگفت
درختِ تلخ ز پیوند تربیت در باغ

که علم و فضل کلید خزانهٔ هنر است
به میوهٔ شکرین جاودانه بارور است

وزیر گفت سرشت ستوده باید از آنک — بکور دادن آیینه جهد بی ثمر است
مسلّم است که هیچ او شنا نیارد ساخت — برنده جوهری از آهنی که بد گهر است
چو این شنید ملک در خفا بحاجب گفت — مرا بدستِ تو کاری شگرف در نظر است
پی تدارکِ این کار گربهٔ باید — که بسته بر قدم همت تو نامور است
برفت حاجب و فی الفور گربهٔ آورد — که هر که دیدش گفتی نه گربه شیر نر است
ملک بکارکنان گفت کش بیاموزند — صنایعی که نهان در طبایع بشر است
به یک دو هفته چنان شد که حاضران گفتند — یکی ز آدمیان در لباس جانور است
سپس بخواست شهنشه وزیر را و بگفت — به بین به جانوری کز بشر بلند تر است
به بین بگربه که در پیش تخت من بر پای — ستاده شمع بکف از غروب تا سحر است
رها نموده عنانِ طبیعت از تعلیم — گسسته بندِ شباهت ز مادر و پدر است
وزیر گفت کلامِ شه است شاه کلام — دل ملوک به فرمان حیّ دادگر است
ولی به تربیت گربه غرّه نتوان بود — که چون سرشت مساعد نه تربیت هدر است
سرشتِ تلخ چو دارد درخت گر آبش — ز جوی خلد دهی تیره رنگ و تلخ بر است
ملک بپاسخ وی گفت طرح معقولات — قبیح دان چو مخالف به حس و با نظر است
دلیلِ عقل اگر به هوا کند پرواز — چو شد مخالفِ حس و نظر شکسته پر است
به بین به گربه و صحبت بنه که انکارت — درین قضیه چو انکارِ ضو در قمر است
در این میانه ز سوراخ خانه موشی جست — که گربه موش چو بیند ز هوش بی خبر است
فگند گربه ز کف شمع را و در پی موش — دوید سر سو چونانکه خوی جانور است
فتاد شعلهٔ آتش ز شمع در ایوان — چنانکه گفتی ایوان تنور پر شرر است

برهنه پای شد اندر گریز و خاصانش
یکی فتاده زپا وان یکی دوان ز در است

وزیر دامنش اندر گرفت و گفت شها
ببین که تربیت بد سرشت بی اثر است

به تربیت نشود گربه آدمی زیرا
سرشت گربه دگر طبع آدمی دگر است

نه زر توان برد از سنگ و آهن و پولاد
نه آهن آید از آن سرزمین که کان زر است

کسی شکر زنی بوریا طمع نکند
بصورت ارچه نی بوریا چو نیشکر است

حکایت پسر پاره دوز در صف رزم
طراز صفحهٔ تاریخ و دفتر سیر است

درین قضیه به بوزرجمهر و نوشیروان
بخشم رانده حدیثی که در جهان سمر است

چه گفت گفت به ناپاک زاده تکیه مکن
که اصل فتنه و بیخ فساد و کان شر است

نعوذ بالله اگر سفلهٔ بجاه رسید
عدوی شهری و دهقان بلای خشک و تر است

چو با وسیلهٔ فکرت زمام بخت گرفت
پی هلاک بزرگان قوم ره سپر است

به اصل تیره بود تربیت چو نقش بر آب
ولی به لوح مصفا چو نقش بر حجر است

براه مرو چه خوش گفت کاروان سالار
که استر ارچه چو اسب است از نتاج خر است

اگرچه گاو خران را دو شاخ تیز بدی
سرین هیچ کس از زخم نابکار نرست

تو ای بچاه طبیعت فتاده یوسف وار
بیا که تاج ملوکیت در انتظار سر است

بر آز چاه طبیعت که با چنین مالک
بمصر عالم فوق الطبیعت سفر است

درون جهد طبیعت غنوده شب و روز
دلائلت همه ذوق است و سمع یا بصر است

طبیعت این در و پیکر بهم چنان پیوست
که خود تو گوئی استاد هر در و دگر است

زما ورای طبیعت خبر نداری هیچ
درون خانه چه داند کسی که پشت در است

# ح - از سخنوران دوران پهلوی

## ۱- قناعت

هنر و فضل اگر مایهٔ جاه و خطر است
بی هنر از خطر و جاه چرا بهره ور است

سفلگان بهره ور از نعمت و نازند ولی
قوت مردان خردمند ز خون جگر است

شهره بودن به هنر علت دانائی نیست
ای بسا مردم نادان که بدانش سمر است

هر که را دولت دنیای دنی دست نداد
فارغ از هر غم و آسوده ز هر دردسر است

خرم و دل خوش و سرسبز بود در همه عمر
آن تهی دست که چون سرو سهی بی ثمر است

بیشتر هر که شد از مال جهان کامروا
غالب آنست که حرص و طمع اش بیشتر است

مفلسی را که بلند است نظر، در بر من
برتری در شرف از منعم کوته نظر است

روز تو روزی تو چون رسد از خوان کرم
خواجه این گونه چرا در طلبش دربدر است

هر که را گنج قناعت بود و عزت نفس
در نظر خوارتر از خاک رهش سیم و زر است

ملکت دنیا و آن نعمت و نازی که در وست
در بر نعمت عقبی چو نهی مختصر است

عبرت آن را به خوشی میگذرد عمر عزیز
که ز اوضاع جهان گذران بی خبر است

(عبرت نائینی)

# ۲- صبح روستائی

(۱)

صبح است و هوا لطیف و خورشید — از قلهٔ کوه سر بدر کرد
طومار سیاه شب به پیچید — گیتی را سر بسر خبر کرد
هرکس هر جا ز خواب جنبید — بر صفحهٔ آسمان نظر کرد
دید اوّل صبح وقت کار است

دیگر اثری ز ظلمتِ شام — نبود به جهان بقدر یک مو
دُنیایِ پُر از سکوت و آرام — یک مرتبه گشت پُر هیا هو
افرادِ بشر ز خاص تا عام — بستند کمر پَیِ تکاپو
گیتی از نو به جُنبش آمد

هر موجودی ز کون رنگر — سرگرمِ تنازُع بقا هست
ذی رُوح نمانده است دیگر — جز بهر بقا به دست و پا هست
القصّه رسیده صبح و از سر — بس فتنه و شور و شر بپا هست
بشنو این جا ز روستائی

(۲)

با رُوحِ نشیط و خاطری شاد — داسش بکف و برون شد از ده
رُو جانبِ کِشت زار بنهاد — شد حاضرِ کارِ خرده خرده
از سبزه و آب و کاج و شمشاد — این حاصلِ خشک زرد کرده
خوش منظره تر برای او بود

از پشت سرش به بین که باهم — مرد و زنِ ده همه روانند
اطفالِ صغیر شاد و خرّم — از پیشاپیش شان دوانند
این دسته میانِ نسلِ آدم — ز آلایش پاک و پاک جانند
باعصمتِ محض و بی حجابند

اینک همگی زره رسیدند — مردان و زنان ز پیر و برنا
چون حاصلِ دست رنج دیدند — نشناخته هیچ دست از پا
مردان همه داسها کشیدند — زن نیز شد به کار مهیا
یکباره دِرَو شروع گردید

مردانِ عمل عرق ز رُخسار — می ریزد شان چو آب جاری
زنها همه نیز حاضرِ کار — با مردانِ شان نموده یاری
خورشید هم از سپهرِ دوّار — آنگونه کند شراره باری
کز لطف هوای صبح اثر نیست

(۳۷)

عصر است و هوا نه گرم و نه سرد — صحرا زده طعنه ها به گلشن
کردند کمک بهم زن و مرد — شد حاصل شان تمام خرمن
نه دیده زکار رنج و نه درد — با پاکیِ رُوح و قوّتِ تن
سرگرم به کارِ خویش هستند

زود است که مهرِ عالم افروز — در جیبِ اُفق فرو برد سر
وقت است که شام گردد این روز — آن گونه که دیده ای مکرّر

گاہ است کہ شاد کام و فیروز     از کار کشیدہ دست یکسر
آید بسوی دہ ز صحرا

القصہ بہ مرد روستائی     زن ہست شریک زندگانی
در ذلّت و فقر و بینوائی     با عیش و سرود و کامرانی
بنود بمیانِ شان جدائی     دارد سببی کہ تو ندانی
من ہم کہ نمی تواں بگویم

(آزاد شیرازی)

---

باہتمام لالہ موتی رام مینیجر مفید عام پریس واقع چیٹرجی روڈ لاہور میں
چھپا اور
رائے بہادر لالہ الینر داس صاحب ایم۔اے رجسٹرار
پنجاب یونیورسٹی کچہری روڈ لاہور نے شائع کیا
۱۹۳۱ء

| | | | |
|---|---|---|---|
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |

# SAFINA-I-ADAB



EDITED BY

KHAN SAHIB FAZL-I-HAQQ, M.A., P.E.S.,
*Government College, Lahore.*

FOR THE UNIVERSITY OF THE PANJAB

PRESCRIBED BY

THE UNIVERSITY OF THE PANJAB

FOR

THE INTERMEDIATE EXAMINATION



**Published by the Registrar, Panjab University, Lahore.**

1941



*2nd Edition.* *Price Rs. 2-12-0.*

| | | | |
|---|---|---|---|
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |

المودة فی القربی

از سید علی همدانی

Akbar Afzal

R. Akbar

...he Rules:—
...issued